تحقیق العلماء الکرام فی استحباب مسئلۃ القیام

مسئلہ قیام تعظیمی

تالیف:

مولانا مفتی حسین احمد مقتدری بدایونی

ترجمہ تخریج تحقیق:

مولانا خالد قادری مجیدی

مسئلہ قیام تعظیمی
مولانا مفتی حسین احمد مقتدری بدایونی
مولانا خالد قادری مجیدی

تحقیق العلماء الکرام فی مسئلۃ استحباب القیام

مسئلہ قیام تعظیمی

تالیف
مفتی حسین احمد قادری بدایونی

تخریج وترتیب
مولانا خالد قادری مجیدی

انتساب

اس دینی رسالے اور ذکر فضائل حضور سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیفے کو خاک سار مصنف ریاست پہاسو کی یادگار بناتا ہے۔

اور برکت دارین بحرمۃ سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے چاہتا ہے۔

اور سب کے لیے کمال ایمان واستقامت علی الدین کی دعا کرتا ہے۔

والسلام

حسین احمد قادری

عرض ناشر

تاج الفحول اکیڈمی خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کا ایک ذیلی ادارہ ہے، جو تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کی سرپرستی اور صاحبزادہ گرامی مولانا اسید الحق قادری بدایونی (ولی عہد خانقاہ قادریہ، بدایوں) کی نگرانی اور قیادت میں عزم محکم اور عمل پیہم کے ساتھ تحقیق، تصنیف، ترجمہ اور نشر و اشاعت کے میدان میں سرگرم عمل ہے، اکیڈمی کے زیر اہتمام اب تک عربی، اردو، ہندی، انگلش، گجراتی اور مراٹھی زبانوں میں تقریباً ۱۰۰ر کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

تاج الفحول اکیڈمی کے قیام کے مقاصد میں یہ بات ابتدا سے شامل ہے کہ ایک جامع منصوبے کے تحت فرزندان مدرسہ قادریہ اور دیگر علمائے بدایوں کی نادر و نایاب تصانیف منظر عام پر لائی جائیں اور ان حضرات کی دینی و ملی خدمات سے موجودہ نسل کو روشناس کروایا جائے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اکیڈمی نے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کامیاب کوششیں کی ہیں، جس کے نتیجے میں فضلائے مدرسہ قادریہ کی متعدد نادر و نایاب تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مصنف کتاب حضرت مولانا مفتی حسین احمد قادری بدایونی سرزمین بدایوں کے درخشندہ ستارے، مدرسہ قادریہ کے مایہ ناز فرزند اور خانقاہ قادریہ کے مخصوص متوسلین میں تھے۔ کتاب کی تخریج و ترتیب کا کام بھی مدرسہ قادریہ کے ایک لائق فرزند مولانا خالد قادری مجیدی نے انجام دیا ہے۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ اکیڈمی کی خدمات قبول فرمائے، ہمیں زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے اشاعتی منصوبوں کی تکمیل میں آسانیاں پیدا فرمائے۔

محمد عبدالقیوم قادری
جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں

فہرست مشمولات

ابتدائیہ

از: مولانا اسید الحق قادری

مدرسہ قادریہ بدایوں اپنے قیام کے دوسو سال مکمل کرنے جارہا ہے، دوصدیوں کے اس طویل سفر میں فرزندان مدرسہ قادریہ نے علمی وعملی اور تحریری وتقریری ہر سطح پر دین متین کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ بالخصوص عقائد ونظریات کے انحراف اور فرقہائے باطلہ کے مقابلے میں احقاق حق اور ابطال باطل کے میدان میں قادری مجیدی علما کی مخلصانہ جدو جہد ہماری جماعتی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ زیر نظر کتاب بھی احقاق حق اور ابطال باطل کے اسی تاریخی تسلسل کی ایک کڑی ہے، جو مدرسہ قادریہ کے ایک فرزند کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے اور آج ایک صدی بعد مدرسہ قادریہ ہی کے ایک فرزند کی تحقیق وتخریج اور جدید ترتیب سے آراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مصنف کتاب حضرت مولانا مفتی حسین احمد قادری بدایونی بدایوں کے مشہور صدیقی حمیدی خاندان کے چشم و چراغ تھے، آپ کے دادا ''مفتی غلام جیلانی کا شمار شہر کے عمائدین میں ہوتا تھا، ظاہری دولت کے ساتھ نعمتِ علم وفن اور باطنی سوز وگداز سے قلب معمور تھا''۔ (باقیات ہادی: ص ۱۶)

مفتی غلام جیلانی حضرت شاہ عین الحق عبدالمجید قادری بدایونی قدس سرہ کے مرید اور مدرسہ قادریہ کے مخصوصین میں تھے۔ عم مکرم مولانا ہادی القادری ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> مفتی غلام جیلانی علیہ الرحمۃ کو فن تاریخ گوئی میں خاص ملکہ تھا۔ بلا تکلف گفتگو کے جملے بھی اعداد جمل کے اعتبار سے تاریخی ہوتے تھے۔ چچا علیہ الرحمۃ (مولانا مفتی کرم احمد میخوآر قادری فرزند اوسط) نے سنایا کہ ایک مرتبہ لکھنؤ سے ایک صاحب فن آئے۔ ان کی تاریخ گوئی کا بڑا چرچا تھا۔ والد صاحب قبلہ اُن سے ملنے گئے اور گفتگو شروع کی، گفتگو اتنی رواں اور بے تکلف تھی کہ یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ ان جملوں میں فن برتا جارہا ہے۔ وہ صاحب خالی الذہن

تھے کہ مقابل صاحب فن ہے اس لیے والد صاحب کو جواب میں وہ خوبی نہ ملی۔
تھوڑی دیر بعد یہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا ''رخصت''، تو لکھنوی صاحب کو محسوس
ہوا کہ مفتی صاحب غفلت میں چوٹ دے چلے تھے۔ (رخصت کے اعداد
بحساب جمل بارہ سونوّے '۱۲۹۰' ہوتے ہیں) انہوں نے ہاتھ پکڑ لیا پھر بیٹھ کر
دیر تک دونوں فن کا مظاہرہ کرتے رہے۔ (باقیات ہادی: ص ۱۶/۱۷)

مفتی غلام جیلانی مجیدی کے تین صاحبزادے تھے۔ مفتی فضل احمد قادری بدایونی، مفتی کرم احمد میخوارؔ، مفتی اکرام احمد لطفؔ بدایونی۔ آخر الذکر مفتی لطفؔ مشہور نعت گو شاعر ہیں، جن کا یہ شعر شہرۂ آفاق ہے:

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ   نہ کسی کی بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

بڑے صاحبزادے مولانا مفتی فضل احمد قادری بدایونی جید عالم اور حضرت تاج الفحول کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ مدرسہ قادریہ میں تدریسی خدمات انجام دیں، حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری نے بھی بعض درسی کتابیں اُن سے پڑھی تھیں۔

مفتی فضل احمد قادری کے پانچ صاحبزادے تھے، جن میں سب سے بڑے مصنف کتاب مفتی حسین احمد قادری بدایونی پھر علی الترتیب مفتی صدیق احمد قادری، سجاد احمد، برکات احمد اور انعام احمد تھے۔

مفتی حسین احمد قادری کی سنہ ولادت معلوم نہیں ہوسکی، قیاس ہے کہ مفتی صاحب کی ولادت تیرہویں صدی کی آخری دہائی میں یا اس سے کچھ پہلے ہوئی ہوگی۔ اس قیاس کی بنیاد یہ ہے کہ آپ کے دادا مفتی غلام جیلانی نے عرس قادری سنہ ۱۳۰۰ھ کی تاریخ ایک شعر میں اس طرح برآمد کی کہ ان کے تینوں بیٹوں اور دو پوتوں کے ناموں کے آخری حروف کو جمع کر کے ۵ سے ضرب دی جائے تو عرس کی تاریخ ۱۳۰۰ھ برآمد ہوتی ہے، اس میں مفتی حسین احمد اور ان کے چھوٹے بھائی مفتی صدیق احمد کے نام بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں:

فضلؔ و کرمؔ، اکرامؔ و حسینؔ و صدیقؔ   پانچوں کے ہیں پنج گونہ حرفِ آخر

۳۰+۴۰+۴۰+۵۰+۱۰۰=۲۶۰×۵=۱۳۰۰ھ

اس شعر کی روشنی میں یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ سنہ ۱۳۰۰ھ میں نہ صرف مفتی حسین احمد بلکہ ان کے چھوٹے بھائی مفتی صدیق احمد کی بھی ولادت ہو چکی تھی۔

مفتی حسین احمد نے تعلیمی مراحل مدرسہ قادریہ میں طے کیے، بعض درسی کتابیں استاذ العلما علامہ محبّ احمد قادری بدایونی سے پڑھیں، زیادہ تر استفادہ سرکار صاحب الاقتدار حضرت شاہ مطیع الرسول عبد المقتدر قادری قدس سرہ کی درسگاہ سے کیا۔ مولانا ہادی القادری نے سرکار مقتدر قدس سرہ کے تلامذہ کو زمانی اعتبار سے پانچ طبقوں میں تقسیم کیا ہے، انہوں نے مفتی حسین احمد کو تلامذہ کے پہلے طبقے میں رکھا ہے، اس طبقے میں مفتی حسین احمد کے ساتھیوں میں مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی، مولانا عبد المجید قادری آنولوی اور مولانا سید حسین احمد جیلانی (بیپاک شاہجہانپوری) وغیرہ شامل ہیں۔

مفتی حسین احمد کو حضرت تاج الفحول سے شرف بیعت حاصل تھا، جب کہ سرکار مقتدر قدس سرہ نے جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ ریاست پہاسو (ضلع بلند شہر، یو. پی.) میں مفتی ریاست کے عہدے پر فائز کیے گئے اور تاحیات اس منصب پر متمکن رہے۔

مَیں نے اپنے بزرگوں (والد محترم اور عم مکرم حضرت اقبال میاں) سے متعدد مرتبہ یہ واقعہ سنا ہے کہ جب مفتی حسین احمد مدرسہ قادریہ میں تحصیل علم کر رہے تھے تو ان کے استاذ حضرت سرکار مقتدر قدس سرہ نے ان سے فرمایا کہ حسین احمد صبح جلدی آجایا کرو اور مسجد (مدرسہ قادریہ سے ملحق قدیم مسجد جو اُس وقت مسجد خُرما کے نام سے موسوم تھی) میں جھاڑو لگا دیا کرو، مفتی حسین احمد نے استاذ کے حکم پر اپنا معمول بنالیا کہ وہ فجر کی نماز سے قبل مدرسہ آتے، اذان دیتے، مسجد میں جھاڑو لگاتے اور فجر کی نماز اپنے استاذ کی اقتدا میں ادا کر کے درس وتدریس میں مشغول ہو جاتے۔

درسیات سے فراغت کے بعد بھی مفتی صاحب نے اپنا یہ معمول ترک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ریاست پہاسو میں مفتی کے عہدے پر آپ کا تقرر ہو گیا۔ اس کے بعد بھی جب کبھی آپ بدایوں آتے اور جتنے روز بدایوں میں قیام رہتا نماز فجر مدرسہ قادریہ میں ادا کرتے اور مسجد میں جھاڑو لگاتے۔ اپنی حیات کے آخری ایام تک مفتی صاحب اپنے اس معمول پر قائم رہے۔ آپ

کی وفات کے بعد ایک مرتبہ نواب معظم علی خاں رئیس پہاسو نے دیکھا کہ وہ بغداد شریف میں حضور غوث اعظم کے روضے پر حاضر ہیں، روضے سے ملحق مسجد غوث اعظم میں صفائی کی جارہی ہے، ان صفائی کرنے والوں میں مفتی حسین احمد قادری بھی ہیں، نواب صاحب ان کو دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے اور ان کو آواز دیتے ہوئے ان کی طرف دوڑے مگر مفتی صاحب غائب ہو گئے۔

نواب صاحب نے جب اس کا تذکرہ اپنے پیر و مرشد حضرت عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر بدایونی سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ مفتی صاحب نے اپنے استاذ سرکار مقتدر قدس سرہ کے حکم پر ساری زندگی عمل کیا اور مدرسے کی مسجد کی صفائی کرتے رہے، اس خواب سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں مفتی صاحب کی یہ خدمت مقبول ہوئی اور اس کے بدلے میں اللہ نے ان کے درجے بلند فرما دیے ہیں۔

مفتی صاحب کو غالباً تصنیف و تالیف سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی یا پھر منصبی ذمہ داریوں کی وجہ سے اس کے لیے وقت نہیں نکال سکے۔ اب تک مفتی صاحب کی زیر نظر کتاب کے علاوہ صرف ایک قلمی کاوش راقم کی نظر سے گذری ہے:

توحید کا آئینہ: جس زمانے میں آریہ سماجی تحریک زور پر تھی اور آریوں سے مناظروں اور قلمی مباحثوں کا بازار گرم تھا اسی زمانے میں ایک آریہ سماجی رہنما پنڈت مراری لال شرما سکندر پوری نے اسلامی نظریہ توحید کے رد میں ایک رسالہ ''اسلامی توحید کا نمونہ'' تصنیف کیا، مفتی حسین احمد بدایونی نے پنڈت مراری لال کے اس رسالے کے جواب میں ''توحید کا آئینہ'' نام سے رسالہ تصنیف کیا اور اسلامی توحید پر پنڈت جی کے شبہات اور اعتراضات کا ازالہ کیا۔ یہ رسالہ مدرسہ شمس العلوم کے زیر اہتمام نظامی پریس بدایوں سے شایع ہوا۔ رسالے پر سنہ تالیف یا سنہ طبع درج نہیں ہے، بعض قرائن کی بنیاد پر قیاس ہے کہ یہ ۱۳۳۰ھ اور ۱۳۴۰ھ (۱۹۱۲ء/۱۹۲۲ء) کے درمیانی عرصے کی تحریر ہے۔ یہ رسالہ اردو زبان میں متوسط سائز کے ۲۰ رصفحات پر مشتمل ہے۔

عم مکرم مولانا ہادی القادری نے لکھا ہے کہ مفتی حسین احمد نے اپنے چچا مفتی اکرام احمد لطفؔ بدایونی کے دو دیوان مرتب کیے تھے، ایک نعتیہ اور ایک بہاریہ، یہ دونوں دیوان کراچی میں مفتی صاحب کی پوتی محترمہ فرحت بنت عابد حسین کی تحویل میں ہیں۔

مفتی حسین احمد قادری کی سنہ ولادت کی طرح سنہ وفات بھی ہمیں دستیاب نہیں ہوئی ، کراچی میں ان کی پوتی محترمہ فرحت بنت عابد حسین اور ان کے نواسے جناب مقصود حسین حمیدی سے بھی رابطہ کیا لیکن انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ عم مکرم حضرت اقبال میاں (ولادت: ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء) نے بچپن میں مفتی صاحب کو خوب دیکھا ہے۔ والد گرامی حضرت صاحب سجادہ (ولادت: ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء حیدرآباد میں) کے زمانۂ ہوش سے پہلے ہی مفتی صاحب کی وفات ہو چکی تھی، اس بنیاد پر ہمارا قیاس ہے کہ مفتی صاحب کی وفات ۱۹۴۰ء اور ۱۹۵۰ء کے درمیانی عرصے میں ہوئی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مفتی حسین احمد قادری کی سنہ وفات گو کہ یقینی نہیں لیکن ان کی آخری آرام گاہ کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ درگاہ قادری بدایوں میں حوض کے مغربی کنارے پر آسودۂ خاک ہیں، قبروں کی اسی قطار میں ان کے دادا مفتی غلام جیلانی مجیدی، ان کے چچا کرم احمد میخوارؔ، ان کے ہم سبق ساتھی اور مخلص دوست مفتی ابراہیم قادری بدایونی، مفتی ابراہیم صاحب کے دادا مولوی ثامن علی صدیقی مجیدی اور شاعر آستانہ مولوی احمد حسین وحشتؔ مجیدی آرام فرما ہیں:

مرتے ہیں اس پر مجیدی دفن ہوں در کے قریب
بعد مردن بھی نہ چھوٹے اتصال عین حق

کتاب تحقیق العلماء الکرام: زیر نظر کتاب "تحقیق العلماء الکرام فی مسئلۃ استحباب القیام" مفتی صاحب کی ایک عمدہ کاوش ہے، کئی صدیوں سے امت اسلامیہ کے اصحاب علم ونظر اور قابل اعتماد علما و مشائخ کا یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے ذکر پاک کی محفل منعقد کرتے ہیں اور اس میں خاص ذکر ولادت باسعادت کے وقت کھڑے ہو کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ صلاۃ وسلام پیش کرتے ہیں۔ لیکن بعض حضرات کی نظر میں اس انداز سے ادب واحترام اور عشق ومحبت کا اظہار کرنا شرک وبدعت ہے، زیر نظر رسالہ ایسے ہی حضرات کے شکوک وشبہات رفع کرنے کے لیے تالیف کیا گیا ہے۔ مصنف نے زیر بحث موضوع کے اکثر اہم گوشوں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور حتی الامکان آیات کریمہ، احادیث وآثار اور علما وصوفیا کی عبارتوں سے اپنے موقف کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

کتاب اُس وقت کے اکابر علمائے بدایوں کی تائید وتصدیق اور تقریظات سے مزین ہے۔
کتاب ۹۶ رصفحات پر ۱۳۳۶ھ (۱۸-۱۹۱۷ء) میں مطبع قادری بدایوں سے شایع ہوئی تھی، اب ۹۸ رسال کی طویل مدت کے بعد تاج الفحول اکیڈمی جدید آب وتاب کے ساتھ شایع کرنے کا فخر حاصل کر رہی ہے۔

کچھ ترتیب جدید کے بارے میں۔

کتاب کی ترتیب جدید اور ترجمہ وتخریج کا کام عزیزی مولانا خالد قادری مجیدی نے انجام دیا ہے۔عزیز موصوف قصبہ بھوانی پور (ضلع بدایوں) کے رہنے والے ہیں، گذشتہ سال مدرسہ قادریہ میں درسیات کی تکمیل کے بعد اب یہیں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، ساتھ ہی اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی تحقیق وتخریج اور تصنیف و تالیف کی تربیت بھی حاصل کر رہے ہیں۔ تحقیق وتخریج کے سلسلے میں یہ عزیز موصوف کی پہلی کاوش ہے جس کو انہوں نے اطمنان بخش طریقے سے انجام دیا ہے۔

یہ بات میرے لیے شکر اور مسرت کا باعث ہے کہ مدرسہ قادریہ میں اب ایسے افراد تیار ہو رہے ہیں جو نہ صرف یہ کہ علمی اور تحقیقی ذوق رکھتے ہیں بلکہ اپنے اسلاف کے علمی سرمایے کی حفاظت اور اس کی اشاعت جدید کا جذبہ بھی رکھتے ہیں، عزیزم خالد قادری مجیدی کا شمار بھی انہیں باہمت نو جوانوں میں ہوتا ہے۔ مدرسہ قادریہ کو اور خود مجھے ان سے مستقبل میں بہت کچھ امیدیں ہیں۔ رب قدیر ومقتدر ان کو علم نافع اور عمل صالح کی دولت عطا فرمائے۔

کتاب کی ترتیب جدید کے سلسلے میں چند امور قابل ذکر ہیں:

(۱) کتاب کے متن میں حتی الامکان تصرف کرنے سے گریز کیا گیا ہے، جہاں کہیں کسی وضاحتی لفظ یا جملے کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں اس کو ایک مخصوص بریکٹ [.....] میں رکھا گیا ہے تاکہ امتیاز رہے۔

(۲) اکثر مقامات پر مصنف نے عربی، فارسی عبارتیں بغیر ترجمے کے نقل کی تھیں، ایسے تمام مقامات پر عبارتوں کے نیچے یا برابر ان کا اردو ترجمہ لکھ دیا گیا ہے، لیکن یہ ترجمہ بھی ایک مخصوص بریکٹ [....] میں رکھا گیا ہے، تاکہ مصنف اور مرتب کے کیے گئے ترجموں میں امتیاز قائم رہے۔

(۳) آیات کریمہ، احادیث مبارکہ اور علما کی عبارتوں کی حتی الامکان تخریج کر دی گئی ہے۔
(۴) بعض جگہ مصنف کی نقل کردہ عبارت اور اصل ماخذ میں قدرے فرق تھا، ایسے مقامات پر حاشیے میں اصل عبارت نقل کر کے فرق واضح کر دیا گیا ہے۔
(۵) کتاب میں بعض مقامات پر حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی (متوفی: ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء) کے مختصر حواشی تھے، ان کو برقرار رکھا گیا ہے۔
(۶) کتاب میں شامل تقریظات اُس زمانے کے طریقے کے مطابق کتاب کے آخر میں تھیں، ترتیب جدید میں تقریظات کو کتاب کے شروع میں کر دیا گیا ہے۔
(۷) عبارتوں کے حوالے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ حاشیے میں صرف کتاب کا نام اور جلد و صفحہ کی نشاندہی کی گئی ہے، کتاب کے بارے میں باقی تفصیلات (مثلاً مصنف کا نام اور مقام وسنہ طباعت وغیرہ) کتاب کے آخر میں درج کی گئیں ہیں۔ کتب ستہ کے حوالے میں اب عام طور پر جلد و صفحہ کا ذکر نہیں کیا جاتا بلکہ کتاب، باب اور حدیث نمبر کا حوالہ دیا جاتا ہے، مرتب نے اسی جدید طریقے کو اختیار کیا ہے۔
(۸) قدیم طریقے کے مطابق کتاب مسلسل مضمون کی شکل میں تھی، کوئی پیراگراف یا ذیلی عنوان نہیں تھا۔ اب جدید ترتیب میں کتاب کے مضامین کو مختلف پیراگراف میں تقسیم کر دیا گیا ہے، ساتھ ہی درمیان میں ذیلی سرخیاں بھی قائم کی گئی ہیں۔

رب قدیر و مقتدر اس کتاب کو اسلام وسنیت کے لیے نافع بنائے۔ تاج الفحول اکیڈمی کی ان دینی خدمات کو شرف قبول عطا فرمائے اور اراکین ادارہ کو دین وسنیت کی مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ — اسید الحق قادری

۱۲ مارچ ۲۰۱۳ء — خانقاہ قادریہ بدایوں

تقریظ

حضرت علامہ شاہ مولانا مولوی
محمد عبدالماجد صاحب قادری مدظلہ العالی ☆

الحمد للّٰہ الملک المعبود والصلوۃ والسلام علی السید الاسعد المسعود سند الانبیاء والمرسلین صاحب الشفاعۃ والمقام المحمود خلیفۃ اللّٰہ الودود افضل العالمین واشرف الخلائق فی الوجود۔ سبحان الذی بعث فی الامیین رسولا وجعلہ مبشرا ونذیرا لیس کمثلہ فی العالم ولہ الرتبۃ العلیا فھو داعٍ الی اللّٰہ باذنہ وسراج منیر مالہ شبھہ ولا نظیر ولا یقوم مقام عظمتہ صغیر ولا کبیر بل القائم لہ یجد من اللّٰہ القدیر خیرا کثیرا ومنکر تعظیمہ یکون فی الدارین خائبا خاسرا حقیرا۔

صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء شریعتہ ومحبہ ومطیعہ اجمعین الی یوم الدین۔ شعر

اروح ولی فی نشوۃ الحب ھزۃ
ولست اُبالی ان یقال طروب (۱)

دل میں محبت سرکار نام دار رکھنے والے اور جان کو وقف ولائے احمد مختار کر دینے والے لا یخافون لومۃ لائم (۲) **کے مصداق ہیں۔ دنیا کچھ کہے وہ اپنے ذوق وشوق میں مست ہیں، بے کیف پھبتیاں اُڑائیں، خشک دماغ علمی رنگ لے کر مضحکہ خیزی کی ٹھہرائیں، بدعتی بتائیں، مشرک بنائیں مگر بے خودانِ شرابِ محبت اور بادہ خورانِ عشق سرکار رسالت ایسے ویسوں کی طرف**

☆ آپ نبیرۂ سیف اللہ المسلول اور خانوادۂ قادریہ عثمانیہ کے قابل فخر فرزند تھے، سیدنا شاہ مطیع الرسول مولانا عبدالمقتدر قادری بدایونی قدس سرہ کے شاگرد، مرید اور خلیفہ تھے۔ مدرسہ قادریہ کے فاضل، مجاہد آزادی، شعلہ بیان خطیب، صاحب تصانیف اور صف اول کے قومی وملی رہنما تھے۔ وفات: ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء۔

۱۔ ترجمہ: مَیں محبت کے نشے میں جھومنے میں فرحت محسوس کرتا ہوں اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ مجھے دیوانہ کہا جائے گا۔

۲۔ ترجمہ: کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں گے۔

نظر بھی نہیں اُٹھاتے، اُن کی خواہش یہی ہے کہ سینہ مدینہ بنا رہے اور تجلی شاہ حجاز، محبوب بے نیاز جلوہ افگن رہے، زبان وقف ثنائے حبیب رہے اور ہر نغمہ ثنا وصفت قرآن ونصوص کے مفہوم سے قریب رہے۔

وہ جانتے ہیں کہ یہ ذوق وشوق کیسا مبارک ہے اور یہ جوش وولا واظہارِ محبت کیسا کچھ متبرک۔ ادھر لب ہلتے ہیں، ذکر وفضائل و درود کے لیے زبان کھلتی ہے اُدھر حریم نبوت میں خبر ہوتی ہے، کوئی امتی جشن ولادت مناتا، آمد آمد حبیب اکرم کی خوشی رچاتا، دھوم مچاتا ہے۔ نعمتِ الٰہیہ کے شکر پر بہ حکم:

و اما بنعمة ربك فحدث (۳)

ارسل رسوله بالهدى و دين الحق (۴)

ولقد جاء كم رسول (۵)

تشریف آوری کا اہتمام کرتا ہے، اُدھر سے رحمت اُمنڈتی کرم ونوازش کی لہر بڑھتی آتی اور اُس مجلس ومحفل کو برکات سے بھر دیتی ہیں۔ ذکر رسول کو عین ذکر الٰہی سمجھ کر و رفعنا لك ذكرك (۶) اور جعلت ذكرك ذكرى (۷) کا حکم پیش نگاہ رکھ کر فاذكروا الله قياماً وقعودا (۸) کی تعمیل کے لیے بھی سروقد ہو جاتا ہے اور خود کو بہ ہمہ اوضاعِ تعظیم وتکریم نیازمندی وخلوص کا مجسمہ بنا کر دکھاتا ہے اور پھر جو کچھ دیکھتا پاتا حاصل کرتا ہے اُس کو وہی جانتا ہے اور اُسی کا قلب اطاعت گذار محسوس کرتا ہے۔

اب کوئی کچھ کہے اور اس وارفتۂ شوق کو جیسے کچھ احکام سنائے، مگر وہ عنوان کے عربی شعر کا مفہوم اسی طرح ادا کرے گا۔

۳۔ ترجمہ: اپنے رب کی نعمت کا (ہر حال میں) خوب چرچا کرو۔
۴۔ ترجمہ: جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔
۵۔ ترجمہ: (اے لوگو!) بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول تشریف لائے۔
۶۔ ترجمہ: ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔
۷۔ ترجمہ: مَیں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر بنالیا ہے۔
۸۔ ترجمہ: کھڑے اور بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔

مستیٔ عشق میں ہم جھومتے چلتے ہیں اگر
لوگ کہتے ہیں یہ میخانے میں پی آئے ہیں

خدا نہ کرے جو یہ مستی کبھی کم ہو اور وہ وقت بدنہ آئے جو یہ ذوق وشوق گھٹے اور پھیکا پڑے۔ دعا یہی ہے کہ قلب مسلم عظمت وعزت سرکار ﷺ سے مملور ہے اور اُن کی رفعت پر نثار۔

یوں تو مناظرے ومجادلے ومکالمے کا سلسلہ چل رہا ہے اور چلتا رہے گا، دلائل واستدلال و براہانیات اپناز ور دکھارہے ہیں اور جب تک منظور قدرت ہوگا یہی ہنگامہ رہے گا۔

ہوتا آرہا ہے کہ ایک طرف سے تحقیق ہے اور دوسری جانب سے لا نســـلــم کی پکار ہے۔ اختلافیات کی مراد گویا یہ سمجھی گئی ہے کہ کبھی اتفاق ہو ہی نہیں سکتا۔ تحقیق مسائل اتمام کو پہنچ جائے، واضح واضح کلام ہر شعبۂ اختلاف کو رد کر دکھائے، مبسوط مبسوط مجلدات ایک ایک بحث پر کافی روشنی ڈال لیں، مگر ممکن نہیں کہ فریق ثانی اختلاف زبانی وخلاف بیانی سے دست وقلم وزبان روک کر متفق ہو جائے اور صحیح مفہوم تسلیم حق وتحقیق مسلک محقق میں ہم آوازی وہم خیالی ویگانگت کی شان للّٰہیت اپنا جلوہ دکھائے۔

ذکر سرکار نام دار ومسائل فضائل حضور احمد مختار وشعارِ ادب ومحبتِ آقائے عالی وقار جن میں سے مجلس مولود وقیام وغیرہ بھی ہیں، ہمیشہ ہر زمانے میں معمول اہل حق اور ارباب ادب ومحبت کے لیے باعث ازدیادِ ذوق وگداز محبت رہے اور ان شاءاللہ رہیں گے۔

وہ دل جو عظمت حضور سردار عالم ﷺ سے مملو ہے ان شاءاللہ وہ جان جس کو ذکر محبوب خدا سے انس ہے اور وہ مومن دین دار جس کو

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ ووالدہ وولدہ والناس اجمعین(۹) پر اطلاع ہے اور من احب شیئاً اکثر ذکرہ(۱۰) کا ذوق آشنا ہے، فاتبعونی یحببکم اللّٰہ(۱۱)

۹۔ ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان، اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

۱۰۔ ترجمہ: جو جس سے محبت کرتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔

۱۱۔ ترجمہ: تم میری تابعداری کرو اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

کے آئینے میں جلوۂ کمال محمدی اور اطاعت احمدی دیکھنے والا ہی جانتا، مانتا اور یقین رکھتا ہے کہ عزت وعظمت ذکر آقائے عالم ہر مومن کا فرض اور لازم ایمان۔

علمائے عاملین وصلحائے کاملین، تابعین وصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال وتعامل وآثار وفتاوے پڑھو سنو، مجتہدین و ماہرین شرع کے احکام اور اُن کے ارشادات کو پیش نگاہ رکھو اور اس کے ساتھ ہی تکمیل شریعت واتمام امور دین کا وقار ملحوظ رکھو تو ان شاء اللہ قلب حق پسند کو اطمنان ہو جائے گا کہ یہ امور محدثات نہیں بلکہ مستحسنات امت اور داعیات آداب بارگاہ رسالت ہیں۔

دین مکمل ہو چکا، شریعت نے کمال پالیا، خدام شرع و راسخین احکام نے اصول بنادیے، استخراج فروعات و جزئیات کے قواعد بتادیے، تصریحات تعامل صحابہ وصالحین سے مستحسنات و طرق ادب وآداب کا پتہ چل گیا اور کمال ایمانی حاصل کرنے کے لیے وقار وعظمت کے افعال و اعمال کا حال معلوم ہو گیا جو سب کے سب نصوص ظاہرہ قرآنیہ کے حکم عام عزت و احترام سیدالانام میں داخل۔

اب مولود کی مجلس ہو یا اُس کی صنف مخصوص اور ایک فرد خاص قیام ہو اپنے کمال جواز و استحباب واظہار آداب پر محمول و منطبق رہے گی اور جب تک حکم خاص منع کا نہ ہو اور حرمت کے لیے نص نہ پائی جائے کیوں کر جرأت کی جائے گی کہ ایسے امور کو بدعت اور ناروا کہہ دیا جائے۔ بے شک بے شک مولود قیام ذکر سیدالانام مندوب ومسعود اور اُن کی اصل قرآن کریم اور احادیث نبی رحیم میں موجود۔ یہ توہمات کہ خیر القرون میں یہ امور نہ تھے، از منہ صالحین و سابقین میں انکا رواج نہ تھا، بعد کا اختراع ہے، احداث فی الدین ہے، بدعت ہے جو ضلالت میں شامل وداخل وساوس شیطانی ہیں اور جذبۂ اسلامی واطاعت رسول اکرم سے دور ہیں۔

اس تقریظ وتحریر میں بجائے اس کے کہ ان امورات کے اثبات کی طرف اشارہ یا تلمیح کی جائے یہ مفید وضروری ہے کہ رسالہ استحباب القیام کے دیکھنے کی ناظرین سے سفارش کروں اور حق استشارہ ادا کر کے بتاؤں کہ تمام اوہام وظنون کا قاطع ودافع بحمداللہ تعالیٰ یہ عجالہ نافعہ ہے۔

رسالے کی زائد تعریف وتوصیف کا پہلو بھی مَیں ترک کرتا ہوں، بلکہ یہ گزارش کرتا ہوں کہ ایک بار حق جو، حق پسند، طالب حق صداقت وطمانیت کے غور وتامل سے پڑھے، انصاف سے

پڑھے اور پھر سوچے کہ اب اس کا قلب کیا کہتا ہے اور دماغ کیا مشورہ دیتا ہے۔

مبحثِ خاص رسالے کا مسئلہ قیامِ تعظیمی ہے، مگر اکثر مسائل اختلافیہ کے تصفیے کے لیے اس کے علمی ابحاث اور باتحقیق طرز بیان، اصولی کلام اور منقولی افہام سے مملو ہیں۔ تدقیق تحریر ایک مستقل فن ہے جس پر بعض کہنہ مشق بھی قائم نہیں رہتے اور بعض تو زوائد کے اُلجھاؤ میں پڑ جاتے ہیں، خلط مبحث سے کتاب کو طویل بنا دیتے ہیں، اخلاق و اجمال یا ٹھٹھوں ظرافت سے نہ صرف تصنیف کی شان کو گھٹا دیتے ہیں، بلکہ مسائل دینیہ و ابحاث مذہبیہ کو بدنما کر دیتے ہیں۔ قلب عجب پسند تو سمجھتا ہے کہ کتاب لاجواب ہوگئی، مگر فن تحریر و کارخدمت دین روتا ہے کہ میری مٹی خراب ہو گئی۔

یہ رسالہ ان تمام مکروہات سے اچھوتا ہے، طرزِ متقدمین باخلوص متبحرین متکلمین کی روش کا آئینہ ہے۔ زبان صاف، بیان سلیس، مقدمات و فتاوے کے طور پر جو ابحاث میں متفرقات متنوعات وتتمہ ابحاث و اثبات حرام کے لیے جو نقول وشواہد ہیں وہ اس تفصیل کے ساتھ کہ جدا ہیں مگر منضم ہیں، مفید مطلب ہیں اور مستقل مبحث ہیں، تحقیق نفس مبحث کے لیے جو طور ہیں جیسا طرز استدلال ہے جتنے حوالہ جات وشواہد و اسانید ہیں اکثر کی عربی عبارات اور اسمائے کتب و مصنفین و محققین مرقوم اسّی (۸۰) سے متجاوز ادلۂ مولود و قیام پر سلک بیان میں منظور اور اگر مقدمات فضائل وتوضیحات مسائل کی جملہ پہلو برہانی تعداد کے ساتھ محسوب ہوں تو جہاں تک فقیر کا علم ہوسکا اور ادراک پہنچا ایک سو کے اوپر یہ استدلالیات محدود در ہیں۔

اصولی ابحاث اور فلسفیانہ نہج استدلال و کلامی سیاق کلام، تقسیم وتعریف بدعت ومتعلق ادراک ارواح، فضائل سرکار سیدالانبیا وتشریف آوری وقت ذکر ولادت اور اُس کے ساتھ ہی مخالفین و مانعین کے مغالطات لکھ کر اُن کا بسیط ومتین رد اور مغالطے کے اکثر شعبوں کی تغلیط یہ سب ابحاث لطیفہ دادِ تحقیق دے رہی ہیں اور منصف ناظر اور حق پسندی سے اختلاف پر نظر کرنے والے کی تسلی خاطر کو حاضر ہیں۔

پھر اگر کمال ذوق ایمانی کا طرز اور خالص جذبۂ اسلامی کا طریقہ استدلال صوفیانہ و عاشقانہ فحوائے کلام دیکھا جائے تو ماشاء اللہ کیا کہنا، خوب خوب جو ہر ایمان کو چمکایا اور نورانیت کو بڑھایا

ہے اور بہتر سے بہتر طرح سمجھایا بتایا ہے کہ ہمیشہ محبین ومحبوبان بارگاہ رسالت ایسے تعامل خیر سے شرف یاب عزت وبرکت ہوتے رہے ہیں اور دلیل کمال ایمان ومعرفت ومحبت سمجھ کر سمجھا کر ان نیک کاموں کو کرتے رہے ہیں۔ یہ امور اگر چہ اُن کے لیے جو کھلی کھلی واضح واضح دلیلیں ضعیف اور رکیک تاویلوں سے رد کردیں کیا حجت ہوں گی، مگر محبین بارگاہ رسالت ووارفتگانِ عشق سرکار نبوت کے لیے تو یہی کافی ہے کہ کوئی کچھ کہے کچھ سمجھے مگر وہ عظمت ومحبت وعزت سرکار پر جان وارتے، دل نثار کرتے رہیں۔ سچ ہے:

اروح ولی فی نشوۃ الحب هزۃ

ولست اُبالی ان یقال طروب (۱۲)

خدائے مقتدر برکت دے میرے گرامی برادر طریقت عالی مراتب علی الفضائل مولوی مفتی شاہ حسین احمد صاحب قادری کو جن کے نیک ہاتھوں سے یہ خدمت دین وکار محبت وعظمت سید المرسلین ﷺ انجام کو پہنچا اور اس زمانے میں محبت وعظمت وادب سرکار عالم ﷺ کا وہ آئینہ اُن کے ہاتھوں عالم میں چمکا جس نے ان شاء اللہ بہت سے دلوں اور سینوں کو مدینہ محبت وبیت النور بنادیا۔

اس طرز کی کتاب اور ایسے ہی تحقیق کے صحیفے کی آج کل ضرورت تھی، ایسے ہی طرز بیان و سلیس کلام کے انتظار میں اثر وقبول تھا۔

مولیٰ تعالیٰ اصلاح عوام وانام کا ذریعہ اس رسالے کو بنائے۔ آمین۔

۱۲۔ ترجمہ: مَیں محبت کے نشے میں جھومنے میں فرحت محسوس کرتا ہوں اور مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ مجھے دیوانہ کہا جائے گا۔

تقریظ

مولانا مفتی حبیب الرحمن قادری بدایونی

صدرالمدرسین مدرسہ قادریہ بدایوں ☆

الحمد للّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، لاسیما علی سیدنا ومولانا محمد ن المصطفیٰ وآلہ وصحبہ المجتبیٰ۔

مسئلہ مولد شریف اور مسئلہ قیام تعظیمی ان مسائل میں سے ہے کہ جن کے جواز واستحسان کی جماہیر محققین اہل سنت وجماعت (اللہ تعالیٰ ان میں اضافہ فرمائے) نے تصریح فرمائی ہے اور اس پر اتفاق کیا ہے۔ اس کے دلائل مشہور کتب میں مذکور اور بہ تفصیل تام موجود ہیں۔

مولد کی اصل آیت کریمہ:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤوف رحیم(۱)

اور دیگر آیات شریفہ سے ثابت ہے۔ نیز حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل وعمل سے ثابت ہے۔ اور قیام تعظیمی کی اصل حدیث پاک قوموا الی سید کم [اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو] وغیرہ سے ثابت ہے۔

خاتم المحققین، افضل المتاخرین تاج الفحول محبّ الرسول امام الباطن والظاہر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر قدس سرہٗ نے کتاب سیف الاسلام اور حق الیقین میں ان مسائل کے بارے میں عمدہ مباحث اور ازالۂ شبہات تحریر فرمایا ہے۔ جو خواہش مند ہو اس رسالے کا مطالعہ کرے۔

مکرمی مولانا مولوی مفتی حسین احمد صاحب نے اس رسالے میں تحقیق کامل کے ساتھ دلائل پیش

☆ سیدنا شاہ مطیع الرسول مولانا عبدالمقتدر قادری بدایونی قدس سرہ کے شاگرد، مرید، خلیفہ اور مدرسہ قادریہ کے فاضل تھے۔ فراغت کے بعد تاحیات مدرسہ قادریہ میں تدریس اور افتا کی خدمات انجام دیں۔

۱۔ ترجمہ: (اے لوگو!) بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک ایسے رسول تشریف لائے جن کو تمہارا تکلیف میں پڑنا سخت ناگوار ہے وہ تمہاری بھلائی بہت زیادہ چاہنے والے ہیں، وہ مسلمانوں پر تو نہایت ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

کیے ہیں۔عبارت سلیس ہے اور مضامین نفیس۔زیر بحث مسائل کو آیات و احادیث اور اقوال علما
ئے کرام و اولیائے عظام سے مدلل و مزین کیا ہے۔حق یہ ہے کہ یہ رسالہ ایک بیش قیمت موتی
اور ایک خوش نما پھول کی مانند ہے۔

فلله دره و علیه اجره و صلی اللّٰه تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آله وصحبه اجمعین
و آخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العلمین۔

حررہ

محمد حبیب الرحمٰن القادری البدایونی

غفرالله تعالیٰ له

خادم دارالافتامدرسہ قادریہ بدایوں

تقریظ

مولانا مفتی ابراہیم قادری بدایونی
مفتی واستاذ مدرسہ شمس العلوم بدایوں☆

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلما

اما بعد۔ واضح ہو کہ اصل اصول ایمان محبت و ادب حضور سرور انس و جان سید ولد عدنان (علیہ الصلوٰۃ والسلام فی کل حین وآن) ہے، جس کو ان کی سرکار سے ذرا سا بھی سور ہے اگر چہ ہزاروں برس عبادت و ریاضت کرے سب فضول و بے کار ہے۔ ان کا ذکر ذکرِ خدا، ان کی اطاعت اطاعتِ مولا جل مجدہ ہے اللھم وفقنا لا طاعته وحبب الینا ذکرہ واحینا فی حبه وامتنا آمین۔ (۱)

خدائے تعالیٰ کی بے تعداد نعمتیں ہیں اور ہر نعمت پر حسب وسع و طاقت ادائے شکر کا حکم، اُن میں سب سے بڑی نعمت بعثت سرکار رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ و التحیۃ ہے، جس کے ادائے شکریے میں ایک عمدہ طریقہ محفل ولادت کا انعقاد ہے، جس میں ذکر و یادِ خدا کی جاتی ہے اور اس نعمت الٰہی کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ مسلمان اس دن کو اپنے لیے عید کا دن سمجھتے ہیں اور اس کو صدہا سال سے علمائے کرام و فقہائے عظام برابر مستحب و مستحسن بتلاتے چلے آ رہے ہیں۔ بعض ناعاقبت اندیش اس کو بدعت سیۂ بتاتے اور بعض اس میں قیام کرنے کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دیتے ہیں اعاذنا اللّٰہ منہ

☆ استاذ العلما علامہ محبّ احمد قادری بدایونی کے صاحبزادے تھے، مدرسہ قادریہ کے قابل فخر فرزند، سیدنا شاہ مطیع الرسول مولانا عبدالمقتدر قادری بدایونی قدس سرہ کے شاگرد رشید اور مرید و خلیفہ تھے۔ وفات: ۱۳۷۶ھ/ ۵۷-۱۹۵۶ء۔

۱۔ ترجمہ: اے پروردگار! تو ہمیں حضور ﷺ کی اطاعت کی توفیق عطا فرما اور ہمارے لیے آپ کے ذکر کو محبوب ترین شی بنا دے، ہمیں ان کی محبت میں زندہ رکھ اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرما۔ آمین

حکم صریح سرکار رسالت ﷺ:

ماراہ المومنون حسنا فهو عند اللّٰہ حسن (۲)

اوراتبعو السواد الاعظم (۳)

سے روگردانی کرتے ہیں اوران میں سے بعض حضور کی شان اقدس میں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے بوئے تنقیص پیدا ہوتی ہے۔ بعض بے ادب صریح الفاظ گستاخی بولتے اوراُن میں تاویل کے دروازے کھولتے ہیں۔ ھداھم اللہ تعالیٰ

ہمارے اساتذۂ کرام ومشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کے رد میں عمدہ عمدہ رسائل تصنیف فرمائے، جو بحمد اللہ اس وقت دنیائے اسلام میں شائع وذائع ہیں اس وقت جو میرے خلص الاخوان مکرم ومحترم مولوی مفتی حسین احمد صاحب بدایونی سلمہ المنان نے رسالہ تحقیق العلماء الکرام فی مسئلة استحباب القیام تالیف فرمایا ہے۔ مَیں نے اس کو اول سے آخر تک دیکھا مولوی صاحب نے نہایت عمدہ لطیف پیرایے سے منکرین مولد وقیام کا حسب تحقیق علمائے سلف رضوان اللہ علیہم خوب جواب دیا ہے اوراچھے وستھرے دلائل مسکتہ سے مخالفین کو سمجھایا ہے۔ ھدا ھم اللّٰہ تعالیٰ ومن لم یجعل اللّٰہ له نورا فماله من نور

مولی تعالیٰ جل مجدہ بہ طفیل حبیب اکرم ﷺ مولف کو جزائے خیر اور ہم سب کو توفیق خیر عطا فرمائے اورشرور وفتن اور بدمذہبی سے بچائے۔ آمین۔

و انا العبد الاثیم خویدم الطلبة

محمد ابراہیم الحنفی القادری البدایونی

کان اللہ له و لآبائه

۲۔ترجمہ: جس کو مومنین بہتر سمجھیں وہ اللہ تعالی کے نزدیک بھی بہتر ہے۔

۳۔ترجمہ: بڑی جماعت کی پیروی کرو۔

تقریظ منظوم

از جناب ماہرِفن، مداحِ محبوبِ ربِ ذوالمنن، عاشقِ رسولِ کریم، صاحب ذہن رسا وفکر مستقیم، مؤرخ بدایوں مولوی منشی محمد یعقوب حسین صاحب ضیاؔ مقتدری قادری صاحبِ تصانیف کثیرہ بارك الله له☆

خدا کا شکر باغِ آرزو میں پھر بہار آئی
شگفتہ دل ہوا، پیش نظر شکل نگار آئی

کھلیں کلیاں مرادوں کی ہوئیں سب حسرتیں پوری
بنی عین حضوری شاہد مقصود کی دوری

نہ کیوں ہو آج ارمانوں میں دل کی ناز برداری
ہم آغوشِ تمنا ہے عروسِ رحمتِ باری

کچھ ایسی روح افزا شادمانی دل کو حاصل ہے
کہ ہے ایمان تازہ، جلوۂ قدرت نما دل ہے

ترقی کر رہی ہے الفتِ اسلام سینے میں
لیے جاتی ہیں دل کی حسرتیں دل کو مدینے میں

خدا رکھے کسی کے ہاتھ سے وہ کام نکلا ہے
صریرِ کلک سے پیہم خدا کا نام نکلا ہے

خدا والے جو محبوبِ خدا پر جان دیتے ہیں
اُنہیں یہ طعن کچھ مسلم نما نادان دیتے ہیں

غلط ہے گو شہ بطحا سے اظہارِ محبت ہے
کہ ذکرِ مصطفیٰ اور محفل میلاد بدعت ہے

خیالِ خام یہ پہلے بھی تھا کچھ بدعقیدوں کا
مگر اب تو عقیدہ اور ہے ان کور دیدوں کا

مسلمانوں کو مشرک برملا یہ کہتے رہتے ہیں
کھلے بندوں ولائے مصطفیٰ کو شرک کہتے ہیں

قیامت ہے جمالِ یوسفِ بطحا کے شیدائی
نگاہِ کور باطن میں نظر آتے ہیں سودائی

طریقے مذہبی پہلو سے اظہارِ محبت کے
یہی مخصوص ہیں عشاق سلطانِ رسالت کے

دلِ مسلم کہیں ذکرِ نبی سے شاد ہوتا ہے
کہیں پر انعقادِ محفلِ میلاد ہوتا ہے

عیاں بے پردہ جس میں شان رب ہے یہ وہ محفل ہے
فروغِ نورِ ایماں کا سبب ہے یہ وہ محفل ہے

نہیں معلوم ہے کس کو جو اس محفل میں ہوتا ہے
زباں پر یا نبی جوش محبت دل میں ہوتا ہے

☆ صف اول کے نعت گو شاعر تھے، ضیاء القادری کے نام سے مشہور ہیں۔ سیدنا شاہ مطیع الرسول مولانا عبدالمقتدر قادری بدایونی قدس سرہ کے مخصوص مرید وخادم تھے۔ وفات کراچی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

ہجومِ شوق میں سرکار کی تکریم کرتے ہیں
قیامِ سید عالم بہ صد تعظیم کرتے ہیں

مگر وہ دل نہیں جس میں تجلی نور ایماں کی
کرے کیا قدر بزمِ رحمتِ سلطانِ خوباں کی

جزاک اللہ اب اک رہنمائے راہ سنت نے
کیے حالات طشت از بام سارے بدعقیدوں کے

وہ ہادی کون میرے ہادیٔ اسلام کا پیارا
وہ محبوبِ خدا کا شیفتہ محبوب دل آرا

معینِ مسلک حق جرعہ نوشِ بادۂ سرمد
فدائے ساقیٔ بغداد مولانا حسین احمد

فقیہِ پاک باطن حامیٔ دیں عالم و فاضل
محدثِ بے بدل صوفی یگانہ مفتی کامل

وہ جس کے دل میں عشقِ مصطفیٰ ہے جوش دینی ہے
وہ جس کا پاک مسلک قادری چشتی معینی ہے

خدا کا شکر اسلامی حمیت کے تقاضے پر
بنا گم کردہ راہوں کی ہدایت کے لیے رہبر

فدایانِ نبی کی بات رکھ لی بات والے نے
دکھایا جوہرِ تحقیق معلومات والے نے

نئی تصنیف کی اظہارِ حق مدنظر رکھا
حقیقت میں وقارِ امت خیرالبشر رکھا

فریب اتباعِ نجد کا اظہار فرمایا
شریعت کا حقیقی راستہ عالم کو دکھلایا

کیے تحقیق سے باطل غلط اقوال تھے جتنے
مٹائے منکرانِ مجلسِ میلاد کے فتنے

کیا ثابت کہ جائز ہے بہ وقت ذکر پیدائش
قیامِ شاہِ دیں اور انجمن کی زیب و زیبائش

مخالف گر دلائل پر نظر اک بار کر لیں گے
جوازِ محفلِ میلاد کا اقرار کر لیں گے

تعامل سے، احادیثِ نبی، آیات قرآں سے
غرض یہ ہے کئے ثابت نزاعی مسئلے سارے

دلائل جس قدر لکھے ہیں ہر مبحث پہ کافی ہیں
کیے ہیں خوب واضح جو مسائل اختلافی ہیں

زباں ہے صاف ستھری رنگ چوکھا ہے عبارت کا
رسالہ ہے کہ گلدستہ ہے تہذیب و متانت کا

زباں رُکنے لگی اب تا کجا محوِ ثنا خوانی
ہوئی جاتی ہے اب طبع رسا تقریظ طولانی

ضیاؔ ختم سخن پر مصرعۂ سالِ رواں کہیے
ثبوتِ مجلس مولودِ سلطانِ جہاں کہیے

۱۳۳۶ھ

قطعہ تقریظ از جناب حکیم محمد اسحاق حسین صاحب مارہروی

عالم دیں مفتیٔ شرع مبیں — فاضل و کامل مصنف ذی وقار
سرگروہِ اہلِ حق اہل کمال — ماحیِ کفر و ضلالت دین دار
یعنی مولانا حسین احمد میاں — ہیں جو آثارِ سلف کی یادگار
یہ رسالہ خوب لکھا واہ واہ — امرِ حق اب کیوں نہ ہوگا آشکار
داد تحقیقات دیتا ہے کلام — حسن معنی پر تلفظ ہے نثار
طرز استدلال ہے ایسا گراں — ٹل نہیں سکتا مخالف سے یہ بار
ہے بیاں شستہ زباں ہے صاف صاف — اور مطالب ہیں نہایت خوش گوار
موجۂ بحرِ علومِ دین حق — اس کے ابحاث و مسائل آب دار
لمعہ انوار عرفاں و ہدے — جلوۂ مہرِ نبوت کی بہار
محفل میلاد اثباتِ قیام — اس رسالے سے کیا ہے آشکار
ہے محبوں کی دل و جاں کا قرار — منکروں کے واسطے اک ذوالفقار
اس سے ہو یارب فلاح عام و خاص — اور مصنف پائے اجرِ بے شمار

آرزو یہ ہے دل اسحاقؔ کی
یہ رسالہ طبع ہووے بار بار

☆☆☆

ومن يعظم حرمات الله فهو خيرله عند ربه

اہل حق کو بشارت و بشاشت، اہل باطل کو حسرت و ندامت کہ اس مبارک فتوے نے امرحق کو اس طور ظاہر و باہر اور خیالات اہل ہوا کو یکسر خائب وخاسر کر دیا کہ اب کسی حیلہ باز وسخن ساز کا کوئی وہم بے جا وعذر ناروا باقی نہ رہا

مسمیٰ بہ

تحقیق العلماء الکرام
فی
مسئلة استحباب القیام

رقم زدہ کلک جواہر سلک عالی جناب، صاحبِ حج قاہرہ، مولانا المجل المجد مولانا مفتی حسین احمد ھنأہ اللہ بنعیم السرمد واعظ و مفتی ریاست نواب ممتاز الدولہ آنریبل سر محمد فیاض علی خاں صاحب وزیر اعظم راج سوائی جے پور

باجازت

ابوالمنظور شاہ محمد عبدالماجد صاحب قادری

مطبع قادری بدایوں میں طبع ہو کر مطبوع طبایع اہل ایمان ہوا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

الحمد للّٰه الذي بعث في الأميين رسولا منهم يتلو عليهم اٰياتہٖ ويعلمهم الكتاب والحكمة وا رسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كلهٖ وتبصرة وذكرى لأولى الألباب وفضّله على القائمين والقاعدين والراكعين الى يوم الحساب وجعله سراجاً منيراً يهتدي به الناس فى ظلمة ليلة الشك والارتياب والصلوٰة والسلام على رسوله وحبيبه وخليله سيدنا ومولانا محمد افضل الخلائق قائما و قاعداً ظاهراً و باطناً وحاضراً وغائباً وحيا وميتا بلا عدد ولاحساب وعلى اله واصحابه واوليائہٖ ومطيعہٖ وعلمائہٖ خير آل وأصحاب وأهل تعظيم وآداب۔

مسلمانوں میں ایک فرقہ ذکرمحفل میلا دو قیام ودیگر لوازم مخصوصہ کومنع کرتا ہے۔ اُس کی بنا صرف اس بات پر ہے کہ ذکر پاک بہ ہیئتِ مخصوصہ زمانۂ خیرالقرون میں نہ تھا، اس طریقے سے محافل میلا د منعقد نہ ہوتی تھیں، وقتِ ذکرِولادت یوں قیام نہ کیا جاتا تھا، اصحاب کرام تعظیم رسول اللہ ﷺ کے لیے قیام نہ کرتے، حضور اقدس وقت تذکرۂ ولادت تشریف نہیں لاتے یا حقیقتاً وہ وقتِ ولادت نہیں ہوتا جو یہ قیام تعظیم تشریف آوری بجالا یا جاتا ہے، کسی آیت وحدیث میں مذکور نہیں کہ جب تذکرۂ ولادت ہوتو قیام کرو، پس یہ بدعت ضلالت ہے اور ممنوع، جس کی کوئی اصل نہیں۔

[اصل اشیامیں اباحت ہے:]

تحقیقِ مسئلہ کواس بارے میں تھوڑا سا غور کرنا کافی ہے، وہ تمام امور جو قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ تھے اور وقتاً فوقتاً بعد میں حادث ہوئے، حرام و ناجائز نہیں ہو سکتے۔ حرمت وحلت کا دارو مدار مخالفت وموافقتِ شریعت پر ہے، جس امر کو شریعت مطہرہ نے حرام فرما دیا، وہ قیامت تک کے واسطے حرام ہے اور جس کو حلال فرما دیا وہ قیامت تک کے واسطے حلال ہے اور جس امر سے سکوت فرمایا وہ مباح ہے:

عن ابن عباس قال كان اهل الجاهلية يأ كلون و يتركون شيئًا تقذرا

فبعث اللّٰه نبيه و انزل كتابه و احل حلاله و حرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام و ما سكت فهو عفو۔(۱)

[ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لوگ زمانۂ جاہلیت میں کچھ چیزیں کھاتے تھے اور کچھ سے نفرت کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا اور کتاب نازل فرمائی اور اس نے کچھ چیزیں حلال کیں اور کچھ حرام کیں، پس جو چیزیں اس نے حلال کیں وہ حلال ہیں اور جو اس نے حرام کیں وہ حرام ہیں اور جس سے وہ خاموش ہے وہ معاف ہے۔]

اس حدیث سے اس بات کا اثبات ہو گیا کہ جس امر کے بارے میں کوئی نص وارد نہ ہو وہ جائز و مباح ہے۔ اصل اشیا میں اباحت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعة اللمعات میں فرماتے ہیں:

از یں جا معلوم می شود کہ اصل در اشیا اباحت است (۲)

[ترجمہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشیا میں اصل اباحت ہے۔]

جس طور سے مخالفین دھوکا دہی عوام کے لیے ہر جگہ بے سروپا اقوال نقل کر دیا کرتے ہیں، چنانچہ اس مسئلے میں بھی ایسے ہی عجب خبط بے ربط گایا ہے کہ اباحت مذہب ایک طائفے کا ہے، جمہور حرمت کے قائل ہیں، جیسا کہ تفسیر احمدی میں مرقوم ہے (۳) یا توقف ہے، جیسا کہ اشباہ کتاب الوضو میں ہے کہ:

مذہب منصور یہ ہے کہ اصل اشیا میں توقف ہے۔

دُرمختار کی کتاب الجہاد میں ہے کہ:

اصل اشیا میں توقف ہے اور اباحت رائے معتزلہ کی ہے۔ (۴)

یہ اختلاف اقوال مسئلہ مذکورہ میں جو نقل کیا گیا ہے درحقیقت ناشی ہے نہ سمجھنے اصل مسئلے اور

۱۔ سنن ابی داؤد، كتاب الاطعمة، باب مالم يذكر تحريمه۔ حدیث نمبر ۳۸۰۰

۲۔ اشعة اللمعات: كتاب الصيد باب مالا يحل اكله، ج ۳/ص: ۴۴۷۔

۳۔ تفسیر احمدی: ص: ۱۳۔

۴۔ درمختار: کتاب الجہاد، باب استيلاء الكفار، ج ۶/ص ۲۶۸۔

مطالب کتب اور معنی اباحت وحرمت وتوقف سے، مذہب ومصطلحات اہل مذہب میں خلط کر کے اختلاف کو جو زمانۂ فترت (۵) کے متعلق تھا، بعد ورودِ شریعت حقہ کے قرار دے لیا۔

یہ مسئلہ اصول کا ہے، آج تک کسی معتمد ومعتبر نے اربابِ اصول سے عہد شریعت کی نسبت نہ توقف کا حکم دیا، نہ حرمت کا قائل ہوا، جو دلائل اختلاف ہیں وہ سب زمانۂ فترت پر ہی منطبق ہیں اور دربارۂ اباحت اشیا نصوص بلا معارض منصوص ہیں۔

علمائے دین نے آیات واحادیث سے اس کو ثابت فرمایا ہے، جس میں کسی قسم کا اختلاف متصور نہیں: قال اللّٰہ تعالٰی [اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ]

هو الذي خلق لكم مافي الارض جميعاً (۶)

[ترجمہ: اللہ وہی ہے جس نے تمہارے فائدے کے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔]

ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

فان اللام للنفع فعلم ان الاصل في الاشياء الحل الا ان يكون فيه مضرة (۷)

[ترجمہ: آیت مبارکہ میں لام نفع کے لیے ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اشیا میں اصل حلت ہے سوائے اس کے جس میں کوئی نقصان ہو۔]

حموی شرح اشباہ میں ہے:

ودليل هذا القول قوله تعالى خلق لكم ما في الارض جميعا اخبرنا بانه خلقه لنا على وجه المنة وابلغ وجوه المنة اطلاق الانتفاع فثبت الاباحة۔ (۸)

[ترجمہ: اس قول کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان: خلق لكم ما في

۵۔ وہ زمانہ جو نبی ورسول سے قبل بعثت سرکار عالم ﷺ خالی رہا۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی

۶۔ البقرۃ: آیت ۲۹۔

۷۔ مرقاۃ المفاتیح: کتاب البیوع، باب الکسب و طلب الحلال، ج۶/ص۸۔

۸۔ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر للحموی: ج۱/ص۲۰۹

الارض جمیعاً ہے،اس نے خبر دی ہمیں کہ اللہ نے اس میں جو پیدا فرمایا ہے وہ سب احسان کے طور پر ہمارے لیے ہے اور احسان کی اعلیٰ ترین صورت یہی ہے کہ انتفاع کو مطلق رکھا جائے لہٰذا اباحت ثابت ہوگئی۔]

ترمذی و ابن ماجہ حضرت سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں:

الحلال مااحل الله(۹)

[ترجمہ: وہ چیز حلال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے۔]

مرقات میں ہے:

فيه ان الاصل فی الاشياء الا باحة(۱۰)

[ترجمہ: اس سے ثابت ہوا کہ اشیا میں اصل اباحت ہے۔]

شیخ [عبدالحق محدث دہلوی] ترجمۂ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

وایں دلیل است برآنکہ اصل در اشیا اباحت است(۱۱)

[ترجمہ: یہ حدیث دلیل ہے اس بات کی کہ اشیا میں اصل اباحت ہے۔]

مشکوٰۃ میں ابوثعلبہ سے مرفوعاً وارد:

ان اللّٰه فرض[فرائض فلا تضيعوها وحرم حرمات فلا تنتهكوها وحد حدوداً فلا تعتدوها وسكت عن اشياء من غير نسيان فلا تبحثوا عنها](۱۲)

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض فرض کیے ہیں ان کو ضائع نہ کرو، کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے ان کے قریب نہ جاؤ، کچھ حدیں مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور بہت سی اشیا سے بغیر بھولے سکوت فرمایا ہے ان کو تلاش نہ کرو۔]

۹۔ الف: جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب فی لبس الفراء۔ حدیث نمبر ۱۷۲۶۔

ب: سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمة، باب اکل الجبن والسمن۔ حدیث نمبر ۳۳۶۷۔

۱۰۔ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الاطعمة، الفصل الثانی، ج ۸/ص ۱۳۱۔

۱۱۔ اشعة اللمعات: کتاب الاطعمة فصل دوم، ج ۳/ص ۴۷۳۔

۱۲۔ مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثالث۔

فی المرقات[**مرقات میں ہے**]:

دل علی ان الاصل فی الاشیاء الاباحة کقوله تعالٰی خلق لکم مافی الارض جمیعاً(۱۳)

[**ترجمہ: یہ حدیث اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ اشیا میں اصل اباحت ہے جیسا کہ قرآن میں ہے ''اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا ہے جو کچھ زمین میں ہے''۔**]

پس مسئلہ مذکورہ میں مذہب منصوراہل سنت کا یہ ہے کہ بعدورودِشریعت حقہ کے اصل اشیا میں اباحت ہے اور توقف وحرمت کا مذہب جو کتب فقہ میں منقول ہے وہ اُسی زمانے کے متعلق ہے کہ جس میں شریعت نہ تھی۔ جس مادے میں فعل وترک مدرک نہ ہو اور اُس کے فعل وترک میں کوئی حرج شرعی نہ پایا جائے تو شریعت مطہرہ اُس کو جائز ومباح الاصل ٹھہراتی ہے اور حکم تخییر کا دیتی ہے۔ فاضل مرزاجان حاشیہ عضدی میں تحریر فرماتے ہیں:

وعند الجمهور ان کلما عدم المدرك الشرعی للحرج فی فعله وترکه فذلك مدرك شرعی بحکم الشارع بالتخییر بینهما۔

[**ترجمہ: جمہور کے نزدیک جب بھی کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے میں مدرک شرعی کسی حرج کی بناپر معدوم ہوجائے تو وہ شارع کے مطابق بھی مدرک شرعی ہی ہوگا، لہٰذا فعل وترک میں اختیار دیا جائے گا۔**]

مسلّم الثبوت میں ہے:

الاباحة حکم شرعی لانه خطاب الشرع بالتخییر والاباحة الاصلیة نوع منه۔ الی فهی لایکون الا بعد الشرع خلافا لبعض المعتزلة(۱۴/۱۵)

۱۳۔ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة **الفصل الثالث**، ج۱/ص۴۰۴۔

۱۴۔ **مسلم الثبوت**: ص۴۵-۴۶۔

۱۵۔ **معتزلہ ایک قدیم فرقہ ضالہ ہے، وہابیہ اکثر مسائل وخیالات میں اس کے ہم قدم وپیرو ہیں۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی**

[ترجمہ: اباحت بھی حکم شرعی ہے کیوں کہ خطاب شرع بطور تخییر ہو اس کو اباحت کہا جاتا ہے اور اباحت اصلیہ بطور تخییر خطاب شرع کے اقسام سے ہے۔ پس اباحت ثابت نہ ہوگی مگر نزول شرع کے بعد بعض معتزلہ کے برخلاف (کیوں کہ وہ اباحت قبل از شرع ثابت مانتے ہیں)]

علامہ بزدوی فرماتے ہیں:

الاموال علی الاباحة بالاجماع مالم یظهر دلیل الحرمة لان اللّٰه تعالٰی اباحهابقوله خلق لکم مافی الارض جمیعاً۔

[ترجمہ: تمام اموال بالاجماع مباح ہیں، تا وقتے کہ دلیل حرمت ظاہر نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ اس نے فرمایا ''دنیا کی تمام چیزیں تمہارے فائدے ہی کے لیے پیدا کی ہیں''۔]

ائمہ اہل سنت کے نزدیک اسی کو ''اباحت حقیقیہ'' و ''حکم'' کہتے ہیں، جو بعد ورودِ شرع کے ہے اور معتزلہ اس کو قبل شرع اور بعد شرع کے ثابت مانتے ہیں، اسی وجہ سے اباحت فترت ہمارے نزدیک اباحت حقیقیہ شرعیہ اور حکم نہیں اور اسی معنیٰ کر باہم اختلاف ہے۔

کلامِ علما سے ناواقف اپنی جہالت سے مطلب غلط سمجھ کر اُلٹا اہل سنت پر اعتراض جڑ دیتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں ہے:

قال رسول اللّٰه الا مر ثلثة امر بین رشده فاتبعه وامر بین غیّه فاجتنبهُ وامر اختلف فیه فکله الی اللّٰه عزوجل (۱۶)

[ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امر تین قسم کے ہیں۔ ایک اس کی ہدایت ظاہر ہے اس کی پیروی کرو دوسرا وہ جس کی گمراہی ظاہر ہے اس سے بچو، تیسرا وہ جو مختلف فیہ ہے اس کو اللہ کے سپرد کردو۔]

اس حدیث ابن عباس میں صاف واضح طور پر فرمادیا گیا کہ جس امر کا رشد وغی ہونا معلوم ہو، اُس کا اتباع واجتناب ضروری سمجھو اور جس کے حال سے شرع نے بہ نظر رحمت وآسانی بحث نہ

۱۶۔ مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة۔

فرمائی اُس کو اباحت اصلیہ پر چھوڑ دو، جیسا کہ مرقات میں ہے، مشکوٰۃ میں ابوثعلبہ خشنی سے مرفوعاً وارد:

ان اللّٰہ فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا(۱۷)

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض فرض کیے ہیں ان کو ضائع نہ کرو اور کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے ان کے نزدیک نہ جاؤ اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور بہت سی اشیا سے سکوت فرمایا اور یہ سکوت بھول کی بنا پر نہیں ہے ان کو تلاش نہ کرو۔]

مرقات میں اس [حدیث] کے تحت ہے کہ ''اصل اشیا میں اباحت ہے۔''(۱۸)

غرض کہ جو افعال بعد زمانۂ حضور سرور عالم ﷺ یا اصحاب مکرم یا تابعین و تبع تابعین رائج ہوئے ہوں اور وہ فی نفسہ اچھے ہوں، موافق قواعدِ شریعت کے ہوں، تو ہرگز ہرگز مذموم، بدعت ضلالت نہیں ہو سکتے، جس پر وعید کل بدعة ضلالة [ترجمہ: ہر بدعت گمراہی ہے۔](۱۹) وارد ہے اور جو امور کہ مخالفِ شریعت ہوں، وہ خواہ کسی زمانے میں کیوں نہ پائے جائیں، اچھے نہیں ہو سکتے۔ امور مستحدثہ میں بدعت کو صرف زمانی چیز ٹھہرا لینا اور فعل کے حسن و قبح کو اُس میں کچھ دخل نہ دینا ایسی بات ہے جس کو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کر سکتا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ جس فعل کا مرجع و منتہی امر دین کی طرف ہو وہ مقبول ہے، اگرچہ کسی زمانے میں ایجاد و حادث ہو، فاعل اُس کا مثاب ہے اور جو امر قواعدِ شریعت کے خلاف ہو، مرجع و منتہی اُس کا طرف فساد کے ہو وہ مردود ہے، فاعل اُس کا مبتدع و ضال۔

خود حضور سرورِ عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

۱۷۔ مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثالث۔

۱۸۔ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الاطعمة، الفصل الثانی، ج۸/ص۱۳۱۔

۱۹۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوٰة والخطبة۔ حدیث نمبر ۲۰۰۵۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بهابعده من غیـر ان ینقص من اجورهـم شئ و من سن في الاسلام سنة سیئة کان عـلیـه وزرهـا ووزر مـن عـمـل بهـا مـن بـعده من غیر ان ینقص من اوزارهم شئ(۲۰)

[ترجمہ: جس شخص نے اسلام میں کسی نیک کام کی بنیاد ڈالی تو اس کے لیے اس کا اجر ہے اور جو اس کے بعد اس پر عمل کرے گا اس کا بھی اجر ہے بغیر اس کے کہ پہلے والے کے اجر میں کوئی کمی ہو اور جس نے اسلام میں کسی بری بات کی بنیاد ڈالی تو اس پر اس کے اپنے عمل کا بھی گناہ ہے اور جو اس کے بعد اس پر عمل کرے گا اس کا بھی گناہ ہے، بغیر اس کے کہ پہلے والے کے گناہ میں کوئی کمی ہو۔]

اور فرمایا:

مثـل امتـی کـمثـل غیـث لا یـدری اولهـا خیر او اوسطهـا خیر او آخرها(۲۱)

[ترجمہ: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے کہ معلوم ہی نہیں اس کا اول بہتر ہے یا درمیانی یا آخری حصہ۔]

[بدعت کا مفہوم اور اس کی تقسیم:]

یہ امر احادیث سے بہت اچھی طرح ثابت ہے کہ جو بات موافق قواعد شریعت کے بعد میں حادث ہو وہ مذموم نہیں اور جو امر کتاب وسنت واثر واجماع کے مخالف ہو وہ بدعت ہے۔

شرح مسلم امام نووی میں من سن فی الاسلام کی شرح میں ہے:

جس نے جاری کیا اسلام میں طریقۂ نیک، پھر اُس کے بعد اُس طریقۂ حسنہ پر

۲۰۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جریر بن عبداللہ سے دو مقامات پر روایت کی ہے۔ دیکھیے:
الف: صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقة، حدیث نمبر ۲۳۵۱۔
ب: صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سیئة، حدیث نمبر ۶۸۰۰۔

۲۱۔ امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے، لیکن الفاظ قدرے مختلف ہیں: مثل امتی مثل المطر لا یدری اوله خیر ام آخره۔ جامع ترمذی: کتاب الادب، باب مثل امتی مثل المطر، حدیث نمبر ۲۸۶۹۔

عمل کیا گیا تو لکھا جائے گا اُس شخص کے واسطے اُس قدر اجر اور ثواب کہ جس قدر سب عمل کرنے والوں کو اُس کے بعد ہوگا اور اُن لوگوں کے ثواب میں سے کچھ کاٹ کر اُس کو نہ دیں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ دونوں کو اپنے خزانۂ لامتناہی سے ثواب دے گا اور وہ طریقہ جو اُس نے جاری کیا ہے خواہ وہ طریقہ ایسا ہو کہ اُس سے پہلے ایجاد کیا گیا تھا، لیکن کسی سبب سے بند ہو گیا تھا، اُس نے پھر اُس کو جاری کر دیا یا یہ کہ پہلے اس سے وہ طریقہ ایجاد ہی نہیں ہوا تھا، اُس نے خود اپنی طرف سے اُس کو ایجاد و جاری کیا اور وہ طریقہ خواہ تعلیم کسی علم کی یا عبادت ہو یا طریقہ ادب کا ہو۔ (۲۲)

عقلاً بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جو کام قرون ثلاثہ کے بعد حادث ہو وہ ناجائز وحرام و بدعت سیئہ ہی ہو۔ زمانۂ خیر القرون سے لے کر اس وقت تک ہر طبقے کے ہزار ہا علما اُن امور کو جو ہر وقت میں ایجاد ہوتے رہے ہیں، 'بدعت حسنہ' بتاتے آئے ہیں اور فاعل و عامل کو مستحق ثواب ٹھہراتے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی (۲۳) ''صراط مستقیم''، میں لکھتے ہیں:

اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشد لہٰذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناء علیہ مصلحت و بدوقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تعین کردہ شود۔

[ترجمہ: ہر ہر وقت کے مناسب اشغال اور ہر ہر قرن کے مطابق حال ریاضات جدا جدا ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ طریق کے پیشواؤں میں سے اہل تحقیق اشغال کی تجدید میں بڑی بڑی کوششیں کر گئے، بنابراں مصلحت وقت اس امر کی

۲۲۔ شرح صحیح مسلم، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶، ج ۲/ص ۳۴۱۔

۲۳۔ یہ ہند کے امام الوہابیہ ہیں، اکثر جگہ اپنی تصانیف میں استعانت وغیرہ جس کا رد کرنے اٹھے تھے کا اقرار کر گئے ہیں کیوں کہ مشیخت کا پٹکہ بھی رکھتے تھے۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی۔

مقتضی ہوئی کہ اس کتاب کا ایک باب ایسے اشغال جدیدہ کے بیان کے لیے جو
اس وقت کے مناسب ہیں معین کیا جاوے] (۲۴)

جب ہر وقت و ہر قرن میں برابر ائمہ کبار احداث امر جدید حکمت و مصلحت شرعی کی بنا پر حسن بتاتے رہے اور اُس کے عامل رہے تو پھر ہر امر کو بدعت کہہ دینا اور اُس کو سیئہ میں ہی منحصر ٹھہرا لینا نری جہالت اور علم دین سے ناواقفیت ہے۔

مولوی اسحٰق (۲۵) مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں:

سوال بدعت حسنہ محدود است بوقت من الاوقات یا غیر محدود است الی یوم القیامۃ۔ جواب غیر محدود است عند القائل بتقسیمھا الحدیث من سن فی الاسلام (۲۶)

[ترجمہ: سوال: بدعت حسنہ کسی وقت کے ساتھ محدود ہے یا غیر محدود ہے روزِ قیامت تک؟ جواب: جو بدعت کی تقسیم کا قائل ہے اس کے نزدیک بدعت حسنہ غیر محدود ہے من سن فی الاسلام والی حدیث کی بنیاد پر۔]

یہ بھی بدعت حسنہ کو قیامت تک جائز بتا رہے ہیں، قرون ثلاثہ کی یا اور کسی وقت کی قید نہیں لگاتے۔

جلد اول احیاء العلوم میں ہے:

ولا یمنع ذلك من كونه محدثا فكم من محدث حسن۔

[ترجمہ: اس کا نو ایجاد ہونا اس کے لیے مانع نہیں، کیوں کہ بہت سی نو ایجاد چیزیں اچھی ہوتی ہیں۔]

اس تقسیمِ بدعت کو درست رکھا ہے علامہ برکلی نے 'طریقہ محمدیہ' میں، مناوی نے شرح جامع صغیر میں، ملا علی قاری نے مرقات میں (۲۷)، شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اشعة اللمعات

۲۴۔ صراط مستقیم اصل فارسی دستیاب نہیں ہوئی، مطبوعہ اردو ترجمہ میں مذکورہ عبارت کا جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ ہم نے یہاں درج کر دیا ہے۔ دیکھیے: صراط مستقیم مترجم: ص ۸۔

۲۵۔ یہ بھی دہلوی وہابیت کے ناشر ہیں، تصحیح المسائل شریف حضور سیف اللہ المسلول جدی سیدنا شاہ فضل رسول رحمۃ اللہ علیہ کی انہیں کے رد میں ہے جو بارہا طبع ہوئی اور وہابیہ کا بسیط فتاویٰ ہے۔ عبد الحامد مقتدری بدایونی۔

۲۶۔ مأۃ المسائل: سوال پنجاہ ونہم-۵۹، ص ۸۸۔

۲۷۔ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الثالث، ج ۱/ص ۳۳۷۔

میں (۲۸)، سید جمال الدین محدث نے حواشی مشکوٰۃ میں، علامہ ابن حجر نے فتح المبین (۲۹) میں، علامہ ابن عابدین نے شرح درمختار میں۔

خود امام دوم مخالفین ''مأۃ مسائل'' میں بہ حوالۂ امام جزری تحریر کرتے ہیں:

البدعة بدعتان بدعة هدى وبدعة ضلالة فما كان فى خلاف ما امرالله به ورسوله فهو فى حيّزالذم والانكار وما كان أو تحت عموم ما ندب الله اليه وحض عليه رسوله فهو فى حيّزالمدح(۳۰)

[ترجمہ: بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک بدعت ہدایت، دوسری بدعت ضلالت۔ لہٰذا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف ہو تو وہ بدعت برائی اور انکار کی منزل میں ہے یعنی وہ مردود ہے اور جو بدعت ایسے قاعدۂ عام کے تحت واقع ہو جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے حکم استحباب فرمایا ہو اور اس پر اس کے رسول نے ابھارا ہو تو وہ مدح کی منزل میں ہے۔]

مخالفین کے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ نے بھی منهاج السنة میں تقسیم بدعت اور حسن ایسے امور کا کہ اصول شرع سے موافق ہوں تسلیم کیا ہے۔

فتح المبین شرح اربعین میں بعد نقل عبارتِ سیرت شامی لکھتے ہیں:

وان البدعة منقسمة الى حسنة و قبيحة فمنها واجبة ومنها محرمة ومنها مندوبة ومنها مكروهة ومنها مباحة والمحدث من الدينيات ان خالف الكتاب او السنة اوالاجماع اوالاثر فهى ضلالة ورد وان لم يخالفها فليس برد وماكان منها خيرا فهى بدعة محمودة وان البدعة الحسنة متفق على ندبها فما اخترع مبتدعة زماننا من اطلاق البدعة الضالة على كل محدث فى امور الدنيا والدين وقصرها فى

۲۸۔ اشعة اللمعات: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ج۱/ص۱۱۷۔

۲۹۔ فتح المبین شرح اربعین: ص۹۵۔

۳۰۔ مأۃ المسائل: سوال نمبر ۵۳ کے ضمن میں، ص۸۵۔

القبيحة فمنشائه الجهل والاعجاب برأيه والاجتراء على اللّٰه و رسوله (۳۱)

[ترجمہ: بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ، بدعت سیئہ۔ ان میں سے کچھ واجب ہیں، کچھ حرام، کچھ مستحب، کچھ مکروہ اور کچھ مباح۔ دین میں نئی پیدا کی ہوئی چیز اگر کتاب وسنت اور اجماع واثر کے مخالف ہو تو وہ گم راہی اور قابل رد ہے اور اگر مخالف نہیں ہے تو قابل رد نہیں، اب ان میں جو اچھا کام ہے تو بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ کے استحباب پر سب کا اتفاق ہے۔ وہ جو ہمارے زمانے کے بدعتیوں نے یہ بات گھڑ لی ہے کہ وہ دین ودنیا کی ہر نو ایجاد چیز کو بدعت ضالہ کہتے ہیں اور اس کو صرف بدعت قبیحہ پر محدود کرتے ہیں تو در اصل یہ ان کی جہالت، خود پسندی اور اللہ ورسول پر جرأت کی وجہ سے ہے۔]

جو بات کہ قرون ثلاثہ کے بعد حادث ہو کر علما وصلحا میں رائج ہو اور قواعد شریعت سے مطابقت بھی رکھتی ہو، تو اُس کے عامل پر حکم فسق یا ارتکاب امر ناجائز کا لگانا شریعت مطہرہ پر جرأت اور خلاف منشائے قرآن وحدیث ہے۔

محض لفظ ''بدعت'' کے اطلاق آ جانے سے کوئی فعل ناجائز اور بدعت ضلالت قرار نہیں پا سکتا، دیکھو بعض بدعتیں واجب ہیں مثلاً علم نحو وغیرہ میں مشغولی کہ وہ قرآن وحدیث کی فہم میں

۳۱۔ حافظ ابن حجر مکی کی فتح المبین شرح اربعین میں یہ عبارت بعینہ ان الفاظ میں راقم کو نہیں ملی، بدعت کے سلسلے میں حافظ ابن حجر نے جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ اور مآل وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ دیکھیے: فتح المبین: ص ۹۵۔ عبارت کا آخری ٹکڑا '' فما اخترع مبتدعة زماننا من اطلاق البدعة الضالة على كل الخ '' فتح المبین میں تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ البتہ بدعت کی بحث کے ضمن میں حافظ ابن حجر نے جو بات لکھی ہے وہ موضوع سے مناسبت رکھتی ہے، فرماتے ہیں: وقال الامام ابو شامة شيخ المصنف رحمهما الله تعالىٰ ومن احسن ما ابتدع في زماننا ما يفعل كل عام في اليوم الموافق ليوم مولده ﷺ من الصدقات والمعروف واظهار الزينة والسرور فان ذلك مع ما فيه من الاحسان الى الفقرا و مشعر بمحبته ﷺ وتعظيمه وجلالته في قلب ذلك الفاعل (فتح المبین: ص ۹۵) ترجمہ: مصنف کے شیخ امام ابوشامہ نے فرمایا کہ کیا ہی اچھی چیز ہے جو ہمارے زمانے میں ایجاد کی گئی ہے کہ ہر سال حضور ﷺ کی ولادت کے دن صدقات وخیرات کیے جاتے ہیں اور زینت ومسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس میں نہ صرف یہ کہ فقرا کے ساتھ حسن سلوک ہے بلکہ ایسا کرنے والے کے دل میں حضور ﷺ کی محبت وتعظیم کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔

معین ہے اور بعض محرم، اُس کی مثال مذاہب باطلہ ہیں کہ اُن کا رد واجب ہے اور بعض مندوب ہیں جیسے تعمیر مدارس وغیرہ، بعض مکروہ ہیں جیسے مساجد کی تزئین، مصاحف کی تعمیر وغیرہ، بعض مباح ہیں مثلاً کھانے پینے میں توسیع کرنا۔ بدعت حسنہ جس کے ارتکاب سے کوئی محذور شرعی لازم نہ آتا ہو اُس کے ندب پر سب کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ شرح اربعین امام نووی وغیرہ سے ثابت ہو چکا۔

بدعت شرع میں دو معنی میں مستعمل ہوتی ہے، ایک تو وہ افعال کہ جو زمانۂ سرورِ عالم ﷺ میں نہ تھے، نہ آپ نے اُن کو کیا، نہ اُن کے متعلق حکم فرمایا۔ دوسرے وہ جو ضد و مزاحم اور مخالفِ سنت ہوں۔ افعال صحابہ واقوال مجتہدین اس معنی کر کہ عہد نبوت میں نہ تھے بدعت ہیں اور اس معنی کر کہ مخالفِ حکم شرعی نہیں حکمت و مصلحت پر مبنی ہیں حسن ہیں، بلکہ بہ حکم حضور سرور عالم ﷺ سنت ہیں، پس لا بد بدعت منقسم ہوئی طرف حسنہ وسیّئہ کے۔

حدیث شیخین [بخاری ومسلم کی حدیث]:

لا تقتل نفسٌ ظلما الا کان علی ابنِ آدم الاول کفل من دمها لانه کان اول من سن القتل (۳۲)

[ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کوئی جان قتل نہیں کی جاتی ظلماً مگر آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے پر ایک حصہ ہے اس کے خون سے، اس لیے کہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ نکالا۔]

اسی معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

شرح صحیح مسلم میں بذیل حدیث مذکور مسطور ہے:

هذا الحديث من قواعد الاسلام وهو ان كل من ابتدع شيئًا من الشر كان عليه مثل وزر كل من اقتدى به فى ذلك الفعل مثل عمله الى يوم القيامة ومثله من ابتدع شيئاً من الخير كان له مثل اجر كل من يعمل به الى يوم القيامة وهو موافق للحديث الصحيح من سن سنة

۳۲۔ الف: صحیح البخاری: کتاب الاعتصام، باب سن سنة سيئة۔ حدیث نمبر ۷۳۲۱۔

ب: صحیح مسلم: کتاب القسامة باب بیان اثم من سنّ القتل۔ حدیث نمبر ۴۳۷۹۔

حسنة ومن سن سنة سیئة.(الخ)(۳۳)

[ترجمہ: یہ حدیث قواعد اسلام میں سے ہے۔مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس نے کوئی برا کام ایجاد کیا تو اس پر ہر اس شخص کا گناہ ہوگا جس نے اس کی پیروی کی خواہ قیامت تک کوئی شخص اس کے عمل کی پیروی کرے اور اسی طرح جس نے کسی اچھے کام کی بنیاد ڈالی تو جو شخص بھی اس کام کو کرے گا اس کا اجر اُس (بنیاد ڈالنے والے) کو ملے گا۔(اور یہ) روز قیامت تک (ہوتا رہے گا) یہ صحیح حدیث من سنّ سنة الخ کے موافق ہے۔]

علامہ شامی رد المحتار **میں لکھتے ہیں:**

قال العلماء هذه الاحادیث من قواعد الاسلام وهو ان کل من ابتدع شیئاً من الشر کان علیه وزر من اقتدی به وکل من ابتدع شیئاً من الخیر کان له مثل اجر کل من یعمل به الی یوم القیامة وتمامه فی آخر عمدة المرید.

[ترجمہ: علما فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اسلام کی بنیاد ہیں۔ان ہی میں سے یہ بھی ہے کہ اگر کسی نے کسی بری چیز کی بنیاد ڈالی تو اس کی اقتدا کرنے والوں کا گناہ بھی اسی کے سر ہوگا اور اگر کسی نے کسی عمدہ چیز کو ایجاد کیا تو اسے اپنا اور ان تمام کا اجر بھی ملے گا جو کل قیامت تک اس پر عمل کریں گے۔(بقیہ عمدۃ المرید کے آخر میں مذکور ہے۔)]

فی المواهب عن ابن عمر انه قال:[**مواہب میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا**]

الاذان الاول یوم الجمعة بدعة فیحتمل ان یکون قال علی سبیل الانکار ویحتمل ان یکون اراد به لم یکن فی زمنه ﷺ لان کل مالم یکن فی زمنه یسمٰی بدعة لکن منها مایکون حسنا ومنها مایکون غیرذلك.(۳۴)

۳۳۔ شرح صحیح مسلم:ج۲/ص۶۰۔

۳۴۔المواهب اللدنیة:ج۴/ص۱۶۳۔

[ترجمہ:''جمعے کی اذان اول بدعت ہے''۔(حضرت ابن عمر کا)یہ(قول) اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ آپ نے یہ بطور انکار فرمایا ہو اور اس بات کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ حضورﷺ کے زمانے میں نہیں ہوا کرتی تھی، اس لیے کہ ہر وہ چیز جو حضورﷺ کے زمانے میں نہ ہو اسے بدعت کہتے ہیں، لیکن ان میں کچھ حسنہ ہوتی ہیں اور کچھ اس کے علاوہ (یعنی سیئہ)]

بہ تصریح ائمہ سابقین و کبرائے محققین بدعت کا حسن واستحباب اور اُس پر امید ثواب متفق علیہ علما ہے۔سیرت شامیہ میں ہے:

والبدعة الحسنة متفق على جواز فعلها والاستحباب بها و رجاء الثواب لمن حسنت نيته وهى كل مبتدع موافق للقواعد الشريعة غير مخالف بشيء منها ولا يلزم منه محذور شرعى (۳۵)

[ترجمہ:بدعت حسنہ کے جائز ہونے، مستحب ہونے اور جس کی نیت عمدہ ہو اسے ثواب کی امید رکھنے پر سب کا اتفاق ہے۔بدعت حسنہ ہر اس نئی چیز کو کہا جاتا ہے جو قواعد شریعت کے موافق ہو، اس کی کسی بھی شئ کے مخالف نہ ہو اور اس سے محذور شرعی لازم نہ آتا ہو۔]

جس امر میں کوئی خیر ہو اور حکمت ومصلحتِ شرعی کے لحاظ سے علمانے بعد میں ایجاد کیا ہو، تو وہ خیر ہے، اُس کا التزام واہتمام چاہیے، مداومت والتزامِ امر خیر شرع کو ناپسند نہیں مقبول ہے، یہاں تک کہ ترک کبھی موجب عتاب ہوتا ہے۔

کشف الغمة شعرانی میں ہے:

كان ابو امامة الباهلى يقول احدثتم قيام[شهر] رمضان[ولم يكتب عليكم انما كتب عليكم الصيام] فدوموا على مافعلتم ولا تتركوا

۳۵۔سیرت شامیہ:ج۱/ص۴۴۳۔
کتاب کا اصل نام' سبل الهدىٰ والرشاد في سيرة خير العباد' ہے، علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی(وفات: ۹۴۲ھ) کی تصنیف ہے، عرف عام میں' سیرت شامیہ' کے نام سے مشہور ہے۔

فان اللّٰہ عاتب بنی اسرائیل فی قولہ تعالی ورھبانیۃ ابتدعوھا۔ (۳۶)
[ترجمہ: حضرت ابو امامہ باہلی فرمایا کرتے تھے کہ ”تم نے قیامِ ماہ رمضان کو ایجاد کیا ہے [حالانکہ وہ تم پر فرض نہیں کیا گیا تھا بلکہ تم پر صرف روزے فرض کیے گئے تھے] لہٰذا اب اپنی ایجاد کردہ (قیامِ رمضان) پر مداومت اختیار کرو اور اسے ترک نہ کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے اس قول میں عتاب فرمایا ہے کہ ”یہ رہبانیت ہے جسے از خود انہوں نے ایجاد کیا ہے“]

حضرت ابو امامہ نے حکم التزام و پابندی تراویح کا دیا اور اس مدعا پر آیتِ کریمہ سے استدلال کیا۔ حضرت عمر نے در بارۂ تراویح فرمایا:

نعم البدعۃ ھذہ (۳۷) [ترجمہ: یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔]

حضرت ابن عمر نے در بارۂ نماز چاشت فرمایا:

وانھا لبدعۃ ونعمت البدعۃ (۳۸)

[ترجمہ: یہ بدعت ہے اور بہت اچھی بدعت ہے۔]

اسی طرح ارشاد حضرت صدیق اکبر در بارۂ جمع قرآن شریف بہ جواب حضرت عمر اور ارشاد حضرت فاروق اعظم کا بہ جواب حضرت صدیق اکبر اور ارشاد حضرت صدیق اکبر کا بہ جواب حضرت زید بن ثابت علی ما اخرجہ الامام البخاری فی صحیحہ [جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔] (۳۹) اس بات میں نص ہے کہ صحابۂ کرام نے بعض بدعات کو

۳۶۔ کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ: ص۱۶۶۔
۳۷۔ صحیح البخاری: کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان۔ حدیث نمبر ۲۰۱۰۔
۳۸۔ المعجم الکبیر: ج۱۲/ص۱۱۷۔ حدیث نمبر ۱۳۵۶۳۔
۳۹۔ اس واقعے کی تفصیل صحیح بخاری میں اس طور پر ہے کہ عہد صدیقی میں جنگ یمامہ (جو سنہ ۱۱ھ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہوئی تھی) کے دوران بہت سے صحابہ شہید ہو گئے، حضرت عمر فاروق نے حضرت صدیق اکبر سے عرض کیا کہ اسی طرح جنگوں میں قرآن کے حافظ اور قرا شہید ہوتے رہے تو خطرہ ہے کہ بہت سا قرآن ضائع نہ ہو جائے، میری رائے تو یہ ہے کہ آپ قرآن کو ایک جگہ جمع کروا دیں، یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ مَیں وہ کام کیسے کروں جو رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو، حضرت عمر نے عرض کیا کہ خدا کی قسم یہ تو ایک نیک کام ہے، پھر حضرت عمر حضرت صدیق اکبر سے اس بارے میں بات کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت صدیق کا بھی شرح صدر ہو گیا اور ان کی بھی وہی رائے ہو گئی جو حضرت

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر......

اچھا کہا، اُس کے فعل پر اصرار کیا اور التزام کا حکم دیا، اُس کے ترک کو باعث عتاب سمجھا۔

غنیۃ الطالبین میں جو کلمات طیبات حضور غوث اعظم سے مشہور ہے، در بارۂ نیت نماز مرقوم ہے:

وان تلفظ بذلك كان هو احسن(۴۰)

[ترجمہ: اگر زبان کے ذریعے تلفظ کر لے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔]

ہدایہ میں ہے:

لا باس بتحلية المصحف لما فيه من تعظيمه(۴۱)

[ترجمہ: قرآن شریف کو غلاف پہنانے میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ اس میں اس کی تعظیم ہے۔]

اسی طرح رجعت قہقری بہ قصد تعظیم بیت اللہ [کعبے کی تعظیم کی خاطر اس کی جانب پیٹھ کیے بغیر الٹے قدم واپس ہونا] تقبیل خبز [روٹی کو چومنا] بہ نظر تکریم رزق وغیر ہا صدہا امور ہیں کہ عہد نبوت بلکہ قرون ثلاثہ میں نہ تھے، فقہائے کرام وائمہ عظام نے اُن کو مستحسن ومباح قرار دیا۔ غرض کہ تمام سابقین ولاحقین اس کے قائل ہیں کہ مدار اصل شرعی پر ہے، جس محدث کی شرع میں اصلاً اصل نہ ہو، وہ بدعت مذموم وقبیح ہے اور اصل سے وہی معنی مراد ہیں جس کی رو سے بدعات مستحسنہ بدعات سیئہ سے خارج رہتی ہیں۔

پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ......

عمر فاروق کی تھی۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے مجھے طلب کیا اس وقت حضرت عمر بھی آپ کی خدمت میں موجود تھے، حضرت صدیق نے فرمایا اے زید بن ثابت تم جوان اور سمجھ دار ہو اور ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ بھی نہیں ہے، تم وحی لکھا کرتے تھے، اس لیے تم قرآن کو جگہ جگہ سے تلاش کر کے جمع کر دو۔ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر وہ مجھے پہاڑ سر پر اٹھانے کا حکم دیتے تو یہ میرے لیے اتنا بھاری نہیں تھا جتنا قرآن کو جمع کرنے کا حکم۔ آپ فرماتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا کہ آپ دونوں ایک ایسے کام کے لیے کس طرح آمادہ ہو گئے جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ ایک نیک کام ہے، پھر حضرت زید بن ثابت ان دونوں حضرات سے اس معاملے میں گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے ان کا سینہ بھی کھول دیا۔ دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لقد جاء کم رسول الخ۔ حدیث نمبر ۴۶۷۹۔

۴۰۔ غنیۃ الطالبین: ج ۲/ص ۱۳۱۔

۴۱۔ ہدایہ: کتاب الکراھیۃ، فصل مسائل متفرقۃ، ج ۴/ص ۴۷۴۔

فتح الباری میں ہے:

قولہ علیہ السلام شرالامور محدثاتھا بفتح الدال والمراد بھا ما احدث ولیس لہ اصل فی الشرع ویسمی فی عرف الشرع بدعة وماکان لہ اصل یدل علیہ الشرع فلیس ببدعة فالبدعة فی عرف الشرع مذموم بخلاف اللغة.(۴۲)

[ترجمہ: حضورﷺ کا فرمان ''بدترین کام نئے طریقے نکالنا ہے'' (علامہ ابن حجر فرماتے ہیں) کہ محدثات دال کے فتح کے ساتھ ہے، اس سے مراد ہر وہ نیا طریقہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو، عرف شرع میں اس کا نام بدعت رکھا جاتا ہے اور ہر وہ نیا کام جس کی کوئی اصل ہو اور شریعت اس پر دلالت کرے تو وہ بدعت نہیں ہے۔ لہٰذا بدعت شرع میں صرف بری چیز ہے برخلاف لغت کے۔]

عبارت علامہ عینی وامام بغوی وقرطبی وابن حجر مکی اس مدعا میں صریح ہے کہ ''بدعت وہ ہے جس کی شرع میں کچھ اصل نہ ہو اور جس کے لیے کوئی اصل بھی پائی جائے وہ مفہوم بدعت سے خارج ہے''۔ اصل کے جو معنی یہاں مراد ہیں کلام علما میں اُس کی تصریح موجود ہے۔ مجمع البحار وغیرہ کتب معتبرہ میں اندراج تحت العموم، محقق دہلوی نے مصلحت وترویج وتقویت دین، ہدایہ میں اصل مقصود شرع کا لحاظ اور اُس سے مطابقت کو دلیل مستقل ٹھہرایا ہے، زیادت تلبیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

لان المقصود الثناء واظہار العبودیة فلا یمنع من الزیادة علیہ(۴۳)

[ترجمہ: اس لیے کہ زیادت تلبیہ سے مقصود ثنا اور بندگی کا اظہار ہے لہٰذا تلبیہ پر زیادتی کرنے سے نہیں روکا جائے گا۔]

بعض اُن اُمور کو جو کسی حکم شرعی کے لیے بجالائے جائیں، دلیل جواز ٹھہراتے ہیں۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

۴۲۔ فتح الباری: کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ ج۳/ص۳۲۵۳۔
۴۳۔ ہدایہ اولین: کتاب الحج، باب الاحرام، ج۱/ص۲۱۷۔

والمنارة عون لاعلامِ وقتِ الصلوٰۃ۔

[ترجمہ: مینار نماز کے اوقات بتانے میں معاون ہے۔]

امام عزالدین بن سلام نے قواعد واصول سے مطابقت کو معتبر رکھا کہ ہر بدعت قواعد شریعت پر پیش کی جائے گی، اگر اُن قواعد کے تحت میں داخل ہوگی تو تسلیم کی جائے گی والافلا [ورنہ نہیں]۔

مظاہر حق میں ہے:

صحیح بخاری ومسلم میں عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا:
جو شخص نئی بات نکالے ہمارے اس کام یعنی ہمارے دین اور شریعت میں جو اُس میں نہیں سو وہ نئی بات یا اُس کا نکالنے والا مردود ہے۔
(فائدہ) یعنی جو دین میں وہ نئی چیز نکالے کہ جس کی شرع میں کچھ اصل نہیں، نہ کھلی، نہ چھپی، تو وہ نہایت گمراہی ہے اور اُس کا نام بدعت ہے، دین میں چار چیزیں اصل ہیں، ایک تو قرآن، دوسرے حدیث، تیسرے اجماع اور اتفاق امت، چوتھے قیاس شرعی، جس کی بحث اصول فقہ میں ہے۔ سو جو بات ان چار اصولوں میں نہیں وہی بدعت ہے، جتنی بدعتیں لوگوں نے خلاف قیاس نکالی ہیں اس حدیث سے سب رد ہوگئیں۔ انتہی (۴۴)

۴۴۔ مظاہر الحق مولانا قطب الدین بن نواب محمد محی الدین دہلوی (وفات: ۱۲۷۹ھ) تلمیذ شاہ محمد اسحاق دہلوی (نواسہ و تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) کی تصنیف ہے، یہ مشکاۃ المصابیح کا اردو ترجمہ اور شرح ہے، جو جہازی سائز کی ۴/ر جلدوں میں مطبع مجیدی کانپور سے شائع ہوئی۔

حضرت عائشہ کی زیر حوالہ حدیث کے تحت ہمیں یہ عبارت نہیں ملی۔ اس حدیث کو نقل کر کے فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں: یعنی جس نے عقل سے ایک بات نکالی اسلام میں کہ نہیں ہے اس کے لیے کتاب وسنت سے سند ظاہر یا خفی لفظی یا مستنبط پس وہ مردود ہے اور لفظ ما لیس منه میں اشارہ ہے اس کی طرف کہ نکالنا اس چیز کا کہ مخالف کتاب وسنت کے نہ ہو برا نہیں ہے۔ مظاہر الحق: ج ۱/ص ۷۰۔

حضرت جابر کی حدیث کل بدعة ضلالة کے تحت فائدہ کے عنوان سے لکھتے ہیں: جو بدعت ہے گمراہی ہے معنی یہ ہیں کہ جو بدعت سیئہ ہے وہ سب گمراہی کی ہے۔ جاننا چاہیے کہ جو چیز حضرت ﷺ کے بعد پیدا ہوئی وہ بدعت ہے، اس میں جو موافق اصول اور قواعد سنت ان کی کے ہو اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو مخالف اس کے ہو بدعت ضلالت اور سیئہ یعنی بری کہتے ہیں، چنانچہ مراد کل بدعة ضلالة سے یہی ہوتی ہے، اور بعضی بدعت واجب ہے، مانند تعلیم نحو کے واسطے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر......

مرقات میں زیر حدیث من احدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد **[جس نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے تو وہ چیز مردود ہے) فرماتے ہیں:**

وفی قوله "مالیس منه" اشارة الی ان احداث مالا ینازع الکتاب والسنة کما سنقرره بعد لیس بمذموم. (۴۵)

[ترجمہ: حضور ﷺ کا قول ''ما لیس منه'' (یعنی وہ چیز جو دین میں سے نہیں ہے) سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ وہ نئی باتیں جو قرآن وحدیث کے مخالف نہیں ہیں (جیسا کہ ہم بعد میں بیان کریں گے) تو وہ باتیں بری نہیں ہیں۔]

وایضاً فیه: **[نیز اسی میں یہ بھی ہے]**

قال الشافعی ما احدث مما یخالف الکتاب والسنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة وما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئا من ذلك فلیس بمذموم وقال عمر فی قیام رمضان نعمت البدعة هذه. (۴۶)

[ترجمہ: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر وہ نئی بات جو قرآن و حدیث، اثر واجماع کے مخالف ہو تو وہ گمراہی ہے اور وہ نئی بات جو اچھی ہو اور قرآن وحدیث، اثر واجماع کے بھی مخالف نہ ہو تو وہ چیز بری نہیں ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کے بارے میں فرمایا یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔]

حافظ ابن حجر ''فتح المبین شرح اربعین نووی**'' میں حدیث عائشہ کی شرح میں لکھتے ہیں:**

پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ......
سمجھنے کلام اللہ وغیرہ کے، اور بعضی بدعت حرام ہے مثل مذاہب جبریہ قدریہ وغیرہ کے اور رد ان کا کرنا بدعات واجبہ سے ہے۔ اور بعضی بدعت مستحب جیسے خانقاہ ومدرسہ بنانے اور جتنے اچھے کام کہ حضرت ﷺ کے زمانے میں نہ تھے اور بعضی مکروہ مثل نقش ونگار کرنے مساجد اور کلام اللہ کے۔ اور بعضی مباح مانند مصافحہ کے صبح کے بموجب مذہب شافعی کے اور مذہب حنفی میں مکروہ ہے۔ مظاہر الحق: ج۱/ص۷۰۔

۴۵۔ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ج۱/ص۳۳۶۔

۴۶۔ مرقاۃ المفاتیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، ج۱/ص۳۳۸۔

"مـن احـدث" ای انشـأ و اختر ع من قبل نفسه "فی امرنا" ای شأننا الـذی نحن علیه وهو ما شرعه اللّٰه ورسوله واستمرالعمل به ومن ثم جاء فی روایة "ودیننا" والمراد الحکم هذا مالیس منه مما ینافیه او لا یشهـد لـه شـئ مـن قـواعده اوادلته العامّة "فهو رد" ای مردود علی فـاعله لبطلانه وعدم الاعتداد به اما ما لا ینافی ذلك بان شهد له شئ من ادلة الشرع اوقواعده فلیس برد علی فاعله بل هو مقبول.(۴۷)

[ترجمہ: ''وہ شخص جس نے ایجاد کیا''یعنی اپنی طرف سے کوئی نئی بات ایجاد کی ''ہمارے امر میں''یعنی اس میں جس پر کہ ہم ہیں اور وہ وہ ہے جس کو اللہ اور رسول نے مشروع کیا ہے اور اس پر عمل جاری ہے،اسی لیے ایک روایت میں ''ہمارے دین'' کا لفظ بھی وارد ہوا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نئی بات دین میں سے نہ ہو،اس کے منافی ہو،یا اس پر اصول شرع اور اس کے دلائل عامہ شہادت نہ دیتے ہوں تو ''وہ رد ہے''یعنی وہ مردود ہے اس کے باطل ہونے کی وجہ سے اور رہی وہ صورت جو شرع کے مخالف نہ ہو اس طور پر کہ دلیل شرع یا اصول شرع سے اسے تقویت ملتی ہو تو اس کو رد نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ مقبول ہوگی]

"مالیس منه" کی شرح میں حضرت شیخ [عبدالحق محدث دہلوی] فرماتے ہیں:

مراد چیزے ست کہ مخالف ومغیر دین باشد(۴۸)

[ترجمہ: ''جو چیز دین سے نہ ہو'' اس سے وہ چیز مراد ہے کہ جو دین کے مخالف اور دین کو بدلنے والی ہو]

ابوداؤد کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں:

من صنع امرا علی غیرامرنا فهورد(۴۹)

۴۷۔ فتح المبین شرح اربعین:ص۹۳-۹۴۔

۴۸۔ اشعۃاللمعات: کتاب الایمان،باب الاعتصام بالکتاب والسنة،ج۱/ص۱۱۷۔

۴۹۔سنن ابی داؤد،کتاب السنۃ،باب فی لزوم السنة۔حدیث نمبر ۴۶۰۶۔

[ترجمہ]جس نے کیا کوئی کام ہمارے کام سے غیر طریقے پر وہ رد ہے۔

حضرت ﷺ کا کام اور طریقہ کتاب وسنت ہے اور اُسی سے ملحق اجماع وقیاس ہیں، پس یہی اصول شرع ہیں، جو امر ان کے خلاف اور مغیر دین ہو وہ رد ہے، خواہ کسی زمانے میں ہو۔ اب صاف ظاہر ہو گیا کہ جو کام اصول شرع کے مخالف ہوتا ہے، وہی بدعت ہوتا ہے اور جو کام کہ تحت قواعد شرعیہ ہے وہ اگرچہ بعد میں حادث ہوا ہو مقبول ومسلم ہے، اُس پر بدعت کا اطلاق کرنا خود دین میں کھلی ہوئی بدعت ہے۔

شرح مقاصد میں ہے:

ومن الجهلة من يجعل كل امر لم يكن في زمن الصحابة بدعة مذمومة وان لم يقم دليل على قبحه تمسكاً بقوله ﷺ اياكم ومحدثات الامور ولا يعلمون المراد بذلك يجعل في الدين ماهو ليس منه. انتهى (۵۰)

[ترجمہ: بعض جہلا ہر اس چیز کو بدعت مذمومہ قرار دے دیتے ہیں جو صحابہ کے زمانے میں نہ ہو، اگرچہ اس کے برے ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد کو دلیل بناتے ہوئے کہ ''نئے امور سے اپنے آپ کو بچاؤ'' حالاں کہ یہ (جہلا) حضور کے اس ارشاد کی مراد نہیں سمجھتے ہیں۔ (مراد یہ ہے کہ) جو چیز دین میں نہ ہو اس کو دین بنا دینا]

ہر امر مستحدث کو گو وہ کیسا ہی ہو بدعت ضلالت کہہ دینا علما تصریح فرماتے ہیں کہ اس کا منشا سوائے جہالت کے دوسرا نہیں۔ بلکہ ہمارے ائمہ اصولیین نے تو یہاں تک تصریح فرما دی ہے کہ جن امور کی ممانعت میں نص وارد نہ ہو اُن کا ارتکاب بھی مخالفِ شرع نہیں ہو سکتا۔ عدم ثبوتِ فعل، ثبوتِ عدم جواز پر دلالت نہیں کرتا۔

علامہ قسطلانی مواہب میں لکھتے ہیں:

۵۰۔ شرح مقاصد: المقصد السادس، الفصل الثالث في الاسماء والاحكام، المبحث الثامن حكم المؤ من والكافر والفاسق۔ ج۲/۲۷۱۔

الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لا یدل علی المنع۔

یعنی کسی فعل کا شارع سے پایا جانا اُس کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور شارع سے اُس کا نہ پایا جانا عدم جواز پر دلالت نہیں کرتا۔

خصوصاً جب کہ وہ امر قواعدِ شرعی کے موافق ہو اور مسلمانوں میں شرقاً غرباً عرباً عجماً رائج ہو تو پھر درجۂ اباحت پر پہنچ جاتا ہے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

اگر نیت صالح ہو تو امر مباح بھی باعث اجر و ثواب ہوتا ہے۔(۵۱)

[تعامل سلف اور عرف وعادت کی بحث:]

تعامل صالحین منجملہ حجج شرعیہ کے ہے جو اجماع کے ساتھ ملحق ہے، جس جگہ شرع سے دلیل نہ ہو تو وہاں عرف و رواج ہی حجت ٹھہریں گے۔ ہدایہ میں ہے:

مالم ینص علیہ فھو محمول علی عادات الناس (۵۲)

[ترجمہ: جس پر کوئی نص وارد نہ ہوا سے لوگوں کی عادتوں پر محمول کیا جائے گا۔]

عالمگیری میں ہے:

مالا نص فیہ ولم یعرف حالہ علی عھد رسول اللہ یعتبر فیہ عرف الناس (۵۳)

[ترجمہ: جس سلسلے میں کوئی نص موجود نہ ہو اور عہدِ رسالت میں اس کی کیفیت معلوم نہ ہو تو اس میں عرف عام کا اعتبار کیا جائے گا۔]

محیط میں ہے:

العرف اذا استمر نزل منزلة الاجماع۔

[ترجمہ: عرف عام جب رائج ہو جائے تو گویا وہ اجماع کی منزل میں ہے۔]

۵۱۔ فتح الباری بشرح صحیح البخاری: کتاب بدأ الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ج۱/ص۲۵۸

۵۲۔ ہدایہ: کتاب البیوع، باب الربوٰ، ج۳/ص۸۰۔

۵۳۔ الفتاوی الہندیہ: کتاب البیوع، ج۳/ص۱۱۷۔

برجندی میں ہے:

العرف ایضاً حجة بالنص۔

[ترجمہ: نص کے ذریعے عرف عام بھی حجت ہوتا ہے]

بستان فقیہ ابواللیث میں ہے:

لان المسلمین توارثوا بذلك فصار ذلك سبیل المومنین وسبیل المومنین حق۔

[ترجمہ: کیوں کہ مسلمان اس پر توارث کے ساتھ عمل کرتے چلے آرہے ہیں، لہٰذا یہ طریقۂ مومنین ہوا اور مومنین کا طریقہ حق ودرست ہے۔]

تجنیس میں ہے:

ذکر الخلفاء الراشدین مستحسن بذلك جری الثوارث۔

[ترجمہ: (خطبے میں) خلفائے راشدین کا ذکر کرنا بہتر ہے، کیوں کہ اس پر توارث کے ساتھ عمل جاری ہے۔]

درمختار میں ہے:

لا بأس به عقب العید لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعهم (۵۴)

[ترجمہ: نماز عید کے بعد تکبیر تشریق میں کوئی حرج نہیں (بہتر ہے) اس لیے کہ مسلمانوں نے اس پر توارث کے ساتھ عمل کیا ہے، لہٰذا ان کی اتباع ضروری ہے۔]

فقہ میں ایمان ونذور ووصایا واوقاف وغیرہ کی بنا عرف پر ہے۔ مہر اور تعظیم وتوقیر کے بارے میں رواج وعرف وعادت ہی دیکھا جاتا ہے۔ محققین یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اگر کوئی اچھا کام رواج پا جائے اگر چہ بہ طور لغت اُس پر بدعت کا اطلاق آئے، اُس میں قوم کی موافقت ہی کرنا چاہیے۔''

امام غزالی نے اُن اُمور میں کہ جو شریعت سے ممنوع نہیں عوام کی مخالفت کو منع فرما کر خالقوا

۵۴۔ درمختار: کتاب الطهارة، باب العیدین، مطلب فی تکبیر التشریق۔

الناس بأخلاقهم[ترجمہ: حدیث قدسی ہے کہ آپ لوگوں کو اخلاق آداب سکھاؤان کے معیار کے مطابق] سے اس مسئلے کو ثابت کیا ہے(۵۵)۔ اکثر امور ایسے ہیں کہ شارع نے اُن کے متعلق حکم نہیں فرمایا، لیکن جمہور محققین سے اُن کا حسن و استحباب منقول ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو امر بہ نص صریح شارع سے منقول نہ ہو وہ حرام ہی ہو، اگر چہ قواعدِ شرعیہ کے ساتھ موافقت رکھتا ہو۔ دعوی حرمت کے لیے صریح دلیل چاہیے نہ کہ اپنے ہوائے نفسانی سے جس بات کو چاہا بلا کسی دلیل و حجت کے حرام کہہ دیا۔

تفسیر مدارک میں قل لا اجد فیما اوحی الي الخ(۵۶) کی تفسیر میں ہے:

وفيه تنبيه على ان التحريم انما يثبت بوحي اللّٰه وشرعه لابهوى الأنفس (۵۷)

[ترجمہ: اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ حرمت وحی الٰہی اور شریعت سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ نفسانی خواہشات کے ذریعے]

ملاعلی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

ومن المعلوم ان الاصل فی کل مسئلة هوالصحة من غير الكراهة واماالقول بالفساد والكراهة فيحتاج الى حجة من الكتاب والسنة اواجماع الامة۔

[ترجمہ: یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ ہر مسئلے میں اصل صحت ہی ہے بغیر کراہت کے، رہا (کسی مسئلے میں) فساد و کراہت کا قول کرنا تو یہ کتاب وسنت کی دلیل یا اجماعِ امت کا محتاج ہے۔]

فتح القدیر میں ہے:

ثم الثابت بعد هذا نفى المندوبية اما ثبوت الكراهة فلا الّا ان يدل

۵۵۔ احیاء علوم الدین: ج۲/ص۹۶۔

۵۶۔ الانعام: ۱۴۵۔ ترجمہ آیت: آپ فرمادیں کہ میری طرف جو وحی کی گئی ہے اس میں مَیں کسی کھانے والے پر (ایسی چیز کو) جسے وہ کھاتا ہو حرام نہیں پاتا، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو۔

۵۷۔ تفسیر مدارک: ج۲/ص۳۸۔

دلیل آخر (۵۸)

[ترجمہ: پھراس کے بعد مندوبیت کی نفی ثابت ہے، رہا کراہت کا ثبوت تو وہ نہیں ہے مگر یہ کہ اس پر کوئی دوسری دلیل قائم ہو۔]

یعنی حضور اور اصحاب کے نہ کرنے سے مندوب ہونے کی نفی ہوگئی مگر کراہت اس سے ثابت نہیں ہوئی، اُس کے لیے دلیل خاص کی حاجت ہے۔

پس اُن باتوں میں کہ جو علما و صلحا حتی کہ اہل حرمین میں رائج ہوں مخالفت کرکر قوم میں تفرقہ ڈالنا اور اپنے کو جماعت سے علیحدہ کرنا نہ چاہیے کہ وہ سبب عدم موانست کا ہے۔

آقائے دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

بعثت بمداراة الناس (۵۹)

[ترجمہ: میں لوگوں کی دل جوئی اور مدارات کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔]

علمائے کرام جو طبیب روحانی ہیں یہاں تک فرماتے ہیں کہ اتیان مستحب کے اوپر مراعات قلوب کو اختیار کرنا چاہیے چہ جائے کہ جماعت میں تفرقہ ڈالنے کے لیے اُن مسائل میں اختلاف کرنا جو مومنین میں قریب قریب متفق علیہ ہو رہے ہیں۔

قال ﷺ اتبعوا السواد الاعظم فمن شَذّ شُذّ فی النار (۶۰)

[ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرو کیوں کہ جو شخص بھی جماعت سے علیحدہ ہوا وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔]

ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی (۶۱)

۵۸۔ فتح القدیر: کتاب الصلاۃ ، باب النوافل۔ ج۱/ص۴۶۳۔

۵۹۔ بعثت بمداراۃ الناس۔الجامع الصغیر: حدیث نمبر۳۱۵۱، بحوالہ شعب الایمان بیہقی بروایت جابر بن عبداللہ علامہ مناوی فیض القدیر میں اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کو عبداللہ بن لؤلؤ ۃ نے عمیر بن واصل سے روایت کیا ہے، حافظ نے لسان المیزان میں کہا کہ عبداللہ بن لؤلؤ ۃ عمیر بن واصل سے موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے، نیز عمیر بن واصل کو خطیب نے وضع سے متہم کیا ہے، اس روایت میں مالک بن دینار صوفی بھی ہیں جن کو ذہبی نے ضعفا میں شمار کیا ہے، جب کہ بعض نے ان کی توثیق کی ہے۔ دیکھیے: فیض القدیر للمناوی: ج۳/ص۲۰۳۔

۶۰۔ مشکوۃ المصابیح: کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ، (بروایت ابن ماجہ)

۶۱۔ النساء:۱۱۵۔

[ترجمہ: وہ جو مسلمانوں کے طریقے کے خلاف چلتا ہے تو ہم بھی اس کو اسی راستہ پر چلاتے جائیں گے جس کی طرف وہ پھر گیا۔]

امور مستحسنہ علمائے محققین کو بدعت ضلالت ٹھہرا کر امت مرحومہ کو ضال و گمراہ ٹھہرانا کھلی ہوئی احکام شریعت سے بے گانگی ہے۔

[امور خیر کی ایجاد:]

اب ہماری اتنی ہی تقریر سے یہ امر منقح ہو جائے گا کہ قیام وقتِ ذکرِ ولادت موافق قواعدِ شریعت کے ہے، شرع میں اُس کی اصل ملتی ہے، بلاد اسلامیہ میں علما و صلحا کے درمیان مروج ہے۔ اہل سنت کا شعارِ مذہب محبت و تعظیم رسول اللہ پر دلالت کرتا ہے، ایسے امر میں اختلاف کر کر جماعت مسلمین میں تفرقہ ڈالنا منشائے شریعت کے خلاف ہے، احکام دینی کے اندر جو حکم و مصالح مودع ہیں اُن میں غور کرو، اپنے دل میں سوچو، سمجھو تو ہرگز ایسی باتوں میں خلاف کرنے کو پسند نہ کرو۔ علمائے کرام نے ہمارے تمام وساوس و خطرات کا علاج پہلے ہی سے تجویز فرما دیا ہے، مگر ہم اُن کے مجوزہ نسخے کا استعمال نہ کریں تو اُن کا کیا نقصان؟ ہماری ہی محرومی ہے اور آخر کار نتیجہ اس غفلت و بے خبری کا یہ ہوتا ہے کہ مرض بد مذہبی کا بڑھ جائے گا جس سے پھر سوئے خاتمہ کا ڈر ہے نعوذ باللہ من العناد والنفاق کہ ''انکار فصوص آخر بہ انکار نصوص آرد۔'' اُن مستحسنات مشائخ و عرفا کی نسبت جن کی کوئی اصل شرع میں نہیں ملتی ہے جناب مرزا مظہر جانِ جاناں مکتوب یازدہم میں فرماتے ہیں:

> ذکر جہر بہ کیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات بہ اطوار معمولہ کہ در قرون متاخرہ رواج یافتہ از کتاب و سنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بہ طریق الہام و اعلام از مبدءِ فیاض اخذ نمودہ اند و شرع ازاں ساکت است و داخل دائرہ اباحت و فائدہ دراں متحقق و انکار آں ضرور نیست۔
>
> [ترجمہ: کیفیت مخصوصہ کے ساتھ ذکر بالجہر کرنا یا مخصوص طریقے سے مراقبہ کرنا جیسا کہ بعد کے زمانے میں رائج ہوا، یہ قرآن و سنت سے ماخوذ نہیں، بلکہ مشائخ کرام نے بہ طور کشف والہام اللہ تبارک وتعالی کی جانب سے حاصل کر

لیا ہے اور یہ شریعت اس سے ساکت ہے (یعنی شرع نے ان سے منع نہیں کیا ہے) یہ مباح میں داخل ہے اور اس سے فائدہ بہر حال متحقق ہے اور اس کا انکار بھی کوئی ضروری نہیں۔]

جن امور کی کتاب وسنت میں کوئی اصل نہیں ہے، صرف مشائخین نے اپنے تجارب صحیحہ کی بنا پر اُن کو نقل کیا ہے وہ بھی دائرۂ اباحت میں داخل ہیں اور انکار اُن کا ممنوع۔ پھر شریعت اُس امر کے انکار کی کہاں تک اجازت دیتی ہے کہ جس کی اصل قرآن وحدیث سے پائی جاتی ہو اور صدہا سال سے تمام بلاد اسلامیہ میں علما وصلحا کے درمیان رائج ہو اُس میں قوم کا اتباع نہ کرنا کیا یہی شانِ اسلام کا تقاضا ہے؟

ائمہ متقدمین جن امور کو مکروہ خیال کرتے تھے، ائمہ متاخرین نے تو مصلحت شرعیہ پر نظر کر کر اُن کے جواز واستحباب کا فتویٰ دیا اور آج کل مصلحتِ اسلامی اس میں ہے کہ دیدۂ ودانستہ معمولات علما ومشائخ عرفا سے کھل کر خلاف کیا جائے۔

تفسیر عزیزی میں ہے:

مصحف را نوشتہ فروختن و بہ اجرت نوشتن معمول در زمانۂ خلفائے راشدین نہ بود اول ایں بدعت در آخر زمان حضرت معاویہ رائج شدہ لیکن بدعت حسنہ است نہ سیئہ در اول وہلہ علمائے آں وقت انکار کردہ بودند چوں علمائے دیگر غور کردند ہیچ وجہ حرمت دراں نیافتند اجماع بر جواز محقق گشت۔

[ترجمہ: قرآن مجید لکھ کر فروخت کرنا اور اجرت لے کر اسے لکھنا خلفائے راشدین کے زمانے میں نہیں ہوتا تھا، سب سے پہلے یہ بدعت حضرت امیر معاویہ کے عہد کے آخر میں رائج ہوئی، لیکن یہ بدعت حسنہ ہے نہ کہ سیئہ۔ ابتدا میں تو اس دور کے علما نے اس کا انکار ہی کر دیا، لیکن جب دوسرے علما نے اس مسئلے میں غور کیا تو اس میں کوئی حرمت کی وجہ نہیں پائی، لہٰذا اس کے جواز پر اجماع ہو گیا۔]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ میں بعد نقل عبارت بسیار فرماتے ہیں:

درآخر زماں بہ جہت اقتصار نظر عوام بہ ظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ و عظما دیدہ چیز ہا افزودند تا از آں جا اُبہت و شوکت اسلام و ارباب صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہندوستان کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند و ترویج اعلائے شان ایں مقامات باعث رعب و انقیاد ایشان و بسا اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف از مکروہات بودہ درآخر زماں از مستحسنات گشتہ کـــذا قـال الـطیبی و در بعضے ازیں امور مذکورہ ببعض وجوہ در کتب فقہ متاخرین توسع و ترخیص نیز می تواں یافت انتہی ۔(۶۲)

[ترجمہ: آخری زمانے میں ظاہری مصلحت کے پیش نظر مشائخ کرام کے مقابر و مشاہد کی تعمیر و ترویج میں عوام الناس نے بہت سے امور کا اضافہ کر دیا تا کہ اس سے اسلام اور ارباب صلاح کی شوکت و عظمت ظاہر ہو خصوصاً بلاد ہند میں کہ ہند میں دشمنان دین اہل ہنود کافرین کی تعداد بہت زیادہ ہے ان مقامات متبرکہ کی ترویج و اشاعت رعب و دبدبے کا سبب ہوگی۔ بہت سے افعال و امور جو زمانۂ سلف میں مکروہات کے قبیل سے تھے وہ آخری زمانے میں مستحسن ہو گئے ہیں۔ ایسا ہی علامہ طیبی نے فرمایا۔ان میں سے بعض امور متاخر فقہا کی کتابوں میں بعض وجوہ کی بنا پر رخصت و توسیع کے نام سے پائے جاتے ہیں۔]

چوں کہ شریعت کی غایت مصلحت عوام ابہت و شوکت اسلام پر ہوتی ہے،اسی لیے جب حضرت ابوبکر و عمر و زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے اندراس قرآن کا خوف کر کر اُس کو جمع کرنا چاہا اور اس بارے میں حضرات اصحاب کرام سے مشورہ لیا تو اول بہ ایں خیال کہ حضور کے زمانے میں یہ فعل نہ تھا توقف کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے سینوں کو کھول دیا۔سب نے اس کو جائز رکھا، اس لیے کہ مرجع اس کا طرف مصلحت دین کے تھا،اگر چہ اس بارے میں کوئی نص صریح رسول اللہ ﷺ سے نہ سنی تھی،مگر اُس کے جمع کرنے میں چوں کہ کوئی امر مضاد و مخالف شریعت نہ تھا،نہی

۶۲۔ شرح سفر السعادۃ:ص۳۵۰۔

وارد نہ ہوئی تھی۔ مصلحت وقت و خیر خواہی دینی سمجھ کر ایسا کرنے کو مستحسن رکھا۔ حضور کے عہد برکتِ مہد میں مسجد اقدس خام بلا گنبد و مینار چھوارے کی لکڑیوں سے پٹی ہوئی تھی اور ارشاد اقدس بھی تھا کہ مسجدوں کو منڈا رکھو، مگر چوں کہ قلوب میں اب دہن و مداہنت سما گیا ہے، عظمت امور دینی کی جاتی رہی ہے تو ظاہری زیب و زینت کی حاجت ہوئی تا کہ ظاہر کو دیکھ کر امارات احترام و تکریم ادب و تعظیم بجالائے جائیں، لہٰذا اب یہی مستحسن ہے کہ مسجدیں پختہ مینار و گنبد کی بنائی جائیں اور ظاہری زیب و زینت عمل میں لائی جائے۔

خواجہ محمد شریف حسینی نقشبندی حضرت خواجہ محمد پارسا مجددی سے حجۃ الذاکرین میں ناقل، قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ [آپ نے فرمایا]:

بدان ابدك الله تعالیٰ عنه بتوفیقه و یسر علیك بفضله سلوك طریقه كه بدعت حسنه كه موافق اصول شرع مطہره بود و متضمن مصالح دینیه باشد و منافی ومزاحم سنتے نباشد واز مستحسنات علمائے دین و کبرائے اہل یقین روح اللہ ارواحهم بود درمیان امت كه خیرامم است زاد اللّٰه شرفا سلفاوخلفا بسیار است اكثر من ان یحصی ۔

[ترجمہ: جان لو (اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ توفیق سے نوازے، اور اپنے فضل سے تمہارے اوپر راہ سلوک کو آسان فرمائے) وہ بدعت حسنہ جو شریعت مطہرہ کے اصول کے موافق ہو، دینی مصالح کو شامل ہو، کسی سنت کے منافی ومزاحم نہ ہو اور علماے دین و اکابر اہل یقین کے مستحسنات سے ہو (ایسی بدعات حسنہ) امت میں کہ یہ خیر امت ہے سلفاً وخلفاً بہت ہیں کہ جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔]

جب یہ بات مسلم ومقبول فرقۂ اہل اسلام میں ہے کہ بدعت حسنہ جو منافی کسی سنت کے نہ ہو اور اُس کی بجا آوری میں دینی مصلحتیں ہوں کہ وقت و زمانہ جن کا متقاضی ہے اور وہ امر مستحسنات علمائے دین سے بھی ہو تو اُس کا پابند ہونا لازمی ہے یا خلاف کرنا ضروری ہے۔ منصف حق پسند مسئلے کو انہیں عبارات کے نقل کرنے سے سمجھ سکتا ہے مگر چوں کہ حالات و خیالات زمانہ توضیح کے متقاضی ہیں، اس لیے اب مَیں اثبات قیام کی طرف قلم کی باگ پھیرتا ہوں۔

[حضور اکرم ﷺ کا مقام و مرتبہ اور آپ کی تعظیم کا وجوب:]

اولاً اتنی بات سمجھ لینا چاہیے کہ ہر مسئلہ اپنی جگہ پر ثابت ہوا کرتا ہے مثلاً علم کلام کا مسئلہ ہے تو کتب کلامیہ سے اس بارے میں کلام منتہی کو پہنچا دیا جائے گا اور فقہ کا مسئلہ ہے تو عبارات فقہیہ سے استناد ہوگا۔ وعلی ہذا القیاس جس فن کا مسئلہ ہوگا اُسی فن کی کتابوں سے اُسی فن کے علما کے اقوال سے اُس کو تحقیق کیا جائے گا۔ دوسرے علما کے اقوال سے حجت پیش کرنی خلط مبحث ہے، جو عقل اور دین سے دور ہے اور عقل مندوں، دین داروں کا کام نہیں۔

یہ بات کہ قیام وقتِ ذکرِ ولادت جائز ہے یا ناجائز، نہ تو فقہ سے متعلق ہے نہ علم کلام سے اس کو کچھ سروکار ہے، ہاں اہل اسلام کے یہاں تعظیم و توقیر عشق و محبت کا مسئلہ ہے۔ پس اس کا ثبوت علی وجہ الکمال کتب علم سیر و اقوال علما و صوفیہ و مشائخین سے ہوگا، اس بارے میں اُنہیں کی کتابوں سے استناد کیا جائے گا۔ حضور ﷺ کی ہر تعظیم و توقیر شرع کو مطلوب، اللہ تعالیٰ کو پسند و محبوب بہ نص کتاب و سنت و اجماع امت واجب و ایمان کی علامت ہے کیوں کہ ہمارے حضور ﷺ حرمات خدا سے اور اعظم شعائر اللہ ہیں۔ [اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔]

ومن یعظم حرمات اللّٰہ فھو خیرلہ عند ربہ (۶۳)

[ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرمتوں (یعنی محترم چیزوں) کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے لیے اس کے رب کے نزدیک بہت بہتر ہے۔]

[ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔]

ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب (۶۴)

[ترجمہ: جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو بے شک یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔]

وقد قال اللّٰہ تعالٰی وتقدس فی کتابہ العزیز المتقدس [نیز اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرماتا ہے۔]

۶۳۔ الحج:۳۰۔
۶۴۔ الحج:۳۲۔

فالذین اٰمنوا به وعزّروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولئك هم المفلحون(٦٥)

[ترجمہ: جولوگ ان نبی امی ﷺ پر ایمان لائے اوران کی تعظیم بجالائے، ان کی مدد کی اوراس نور(قرآن کریم) کی پیروی کی جوان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ کامیاب ہیں۔]

وایضاً:[مزید فرماتا ہے]

لتؤمنوا باللّٰه ورسوله وتعزروه وتوقروه(٦٦)

[ترجمہ: تاکہ اے لوگو تم اللہ تعالیٰ پر اوراس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم اور توقیر وعزت کرو۔]

وقد قرئ تعززوه من العز [یعنی یہاں ایک قرات کے مطابق تعزروہ کو عز مصدر سے تعززوہ بھی پڑھا گیا ہے۔]

وایضاً:[نیز فرماتا ہے۔]

یا ایهاالذین آمنوا لا تقدموا بین يدي اللّٰه و رسوله(٦٧)

[ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اوراس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔]

وایضاً:[ایک مقام پر آتا ہے۔]

یا ایهاالذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون(٦٨)

[ترجمہ: اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اوراس طرح چلا کر بات نہ کرو جس طرح آپس میں چلا کر باتیں کرتے ہو، کہیں تمہارے

٦٥۔ الاعراف:١٥٧۔
٦٦۔ الفتح:٩۔
٦٧۔ الحجرات:١۔
٦٨۔ الحجرات:٢۔

اعمال ضائع اور برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔]

وایضاً: [**نیز فرماتا ہے۔**]

ان الـذیـن یـنـادونك من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون ولوانھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللّٰہ غفور رحیم(۶۹)

[**ترجمہ: اے نبی بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر ناسمجھ ہیں۔ اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ باہر تشریف لاتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت مہربان ہے۔]**

وایضاً: [**مزید ایک مقام پر فرماتا ہے۔**]

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا(۷۰)

[**ترجمہ: اے ایمان والو! رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ سمجھو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارنا سمجھتے ہو۔]**

وایضاً: [**نیز فرماتا ہے**]

لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا(۷۱)

[**ترجمہ: (اے ایمان والو! جب نبی کریم ﷺ کو بلاؤ تو) لفظ 'راعنا' نہ کہو بلکہ یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر فرمائیں اور پہلے ہی سے غور سے سنو۔]**

وایضاً: [**نیز فرماتا ہے۔**]

ان الـذین یغضون اصواتھم عند رسول اللّٰہ اولئك الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقویٰ(۷۲)

[**ترجمہ: بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ادب سے اپنی آوازیں پست اور نیچی رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری**

۶۹۔ الحجرات:۴/۵۔

۷۰۔ النور:۶۳۔

۷۱۔ البقرۃ:۱۰۴۔

۷۲۔ الحجرات:۳۔

کے لیے ازل سے پرکھ لیا ہے۔]

ان آیات کریمہ میں طرح طرح سے پروردگار عالم اپنے حبیب مکرم ﷺ کی تعظیم وتکریم خلق پر واجب اور تعظیم کرنے والوں کی غایت مدح وستائش، تارکین تعظیم پر اگرچہ وہ بہ سبب ناواقفی ہی کیوں نہ ہو سخت نفرین وسرزنش کرتا ہے، اُن کے ادب کو بعینہٖ اپنا ادب، اُن کے حضور میں گستاخی کو بعینہٖ اپنی گستاخی قرار دیتا ہے، بلکہ وہ بڑی عظمت والا خدا اُس عزت والے نبی پر درود بھیجتا ہے:

ان اللّٰہ وملئکته یصلون علی النبی (۷۳)

[ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے (ان) نبی ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔]

تفسیر بیضاوی میں ہے:

ان اللّٰہ وملئکته یصلون ای یعتنون باظهار شرفه وتعظیم شانه فاعتنوا انتم ایضا فانکم اولی بذلك وقولوا اللهم صل علی محمد والسلام علیك یا ایهاالنبی (۷۴)

یعنی اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے آپ کے اظہار شرف وشان والا کی تعظیم میں اہتمام کرتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اہتمام کرو جب کہ خود مالک حقیقی اور اُس کے مقربانِ بارگاہ اس کام کی طرف متوجہ ہیں تو تمہیں کہ اُس جناب کی امت ہو اس کا اہتمام زیادہ لائق ومناسب ہے، پس درود پڑھو اور سلام بھیجو۔

تفسیر الموعظہ میں بھی صلوۃ عبد کو ساتھ طلب تعظیم وتشریف کے تعبیر کیا ہے۔ ان کے علاوہ صدہا اخبار وآثار حالات ومعاملات صحابۂ کبار وتابعین اخبار سے مروی وماثور اور طرح طرح سے رعایت ادب وتعظیم وتکریم آقائے دو عالم قولاً وفعلاً سلف صالحین وائمہ وعلمائے راسخین واجلہ مشائخ طریقت واکابر علمائے شریعت سے کتب متداولہ دینیہ میں منقول ومسطور اور جیسی تعظیم وتکریم حضور کی اصحاب کرام پر حالت حیات میں فرض تھی، وہی تعظیم اب امت پر بعد آپ کی وفات کے فرض ہے، جیسا کہ اطلاق نصوص سے ظاہر ہوتا ہے۔

۷۳۔ الاحزاب:۵٦۔

۷۴۔ تفسیر بیضاوی: ج۴/۳۸۴۔

[صحابہ، تابعین اور ائمہ ومحدثین کا ادب رسول:]

وایضاًقد اخرج الامام البخاری فی صحیحه عن السائب بن یزید انه قال [مزید یہ کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت سائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا]:

کنت نائما فی المسجد فرکضنی رجل فنظرت فاذا عمر بن الخطاب فقال اذهب فأتنی بهذین فجئته بهما فقال من انتما ومن این انتما قالا من اهل الطایف فقال عمر لو کنتما من اهل المدینة لأوجعتکُما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول الله(۷۵)

[ترجمہ: مَیں ایک رات مسجد میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک ایک شخص کا پیر مجھے لگا۔ جب مَیں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب تھے، فرمایا کہ "جاؤ اور ان دونوں کو پکڑ لاؤ۔" لہٰذا مَیں ان کو لے آیا، آپ نے ان سے دریافت کیا کہ "تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہوں؟" انہوں نے جواب دیا کہ "ہم طائف سے آئے ہیں"، آپ نے فرمایا کہ "اگر تم مدینے سے تعلق رکھتے تو مَیں تمہیں ضرور سزا دیتا، کیوں کہ تم مسجدِ نبوی میں آواز بلند کر رہے تھے"۔]

اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت عمر نے مسجد نبوی میں دو آدمیوں کو چلا کر بہ آواز بلند جب باتیں کرتے سنا، ملامت فرمائی۔ ارشاد کیا "اگر تم اہل مدینہ سے ہوتے تو تم کو سزا دیتا۔ مسجد نبوی میں آواز بلند کرتے ہو۔"

شفا میں ہے:

امیر المومنین ابو جعفر عباسی نے مسجد اقدس میں آواز بلند کی، حضرت امام مالک نے ارشاد فرمایا "اے امیر! اس مسجد میں آواز بلند نہ کر، اللہ تعالیٰ ایک قوم کو تادیب فرماتا ہے: لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی [ترجمہ: تم لوگ اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو] اور دوسرے گروہ کی مدح وستائش کرتا ہے: ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول الله [ترجمہ: بے شک

۷۵۔ صحیح البخاری: کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت فی المسجد۔ حدیث نمبر ۴۷۰۔

وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے ادب سے اپنی آوازیں پست اور نیچی رکھتے ہیں]اور ایک جماعت کے ذم میں وارد ہوا:ان الذین ینادو نك من وراء الحجرات اکثرهم لایعقلون [ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر ناسمجھ ہیں]پس حرمت آپ کی حیات میں اور بعداز وفات یکساں ہے۔(۷۶)

یعنی جس طور سے حضور والا میں چلا کر کلام کرنا، آواز پر آواز بلند کرنا ممنوع تھا، یوں ہی بہ اجماع اہل اسلام اب بعد وفات بھی روضۂ مطہر پر آواز بلند کرنا خلاف ادب وحرام ہے۔

[کتاب الشفا میں مزید فرمایا کہ]

حضرت امام مالک کے پاس جب شاگردوں، طالب علموں کی کثرت ہونے لگی تو بعض نے یہ تجویز پیش کی کہ کسی قابل شخص کو مقرر کر دیا جائے کہ وہ تقریر کو بلند آواز سے حاضرین کو سنا دیا کرے، تو آپ نے فرمایا: (قال اللّٰہ تعالیٰ) یا ایها الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم پروردگار مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ رسول اللہ کی حضور میں آواز بلند نہ کرو، چلا کر کلام نہ کرو اور جیسی حرمت رسول اللہ کی حالت حیات میں اصحاب کرام پر فرض تھی وہی حرمت اب بھی امت پر بعد آپ کی وفات کے فرض ہے۔(۷۷)

دیکھو اس امام اجل نے ہمارے دعوے کی تصریح فرمادی اور نصوص کو جو دربارۂ تعظیم نبوی وارد ہیں ،اپنے اطلاق پر باقی رکھا اور قول امیر المومنین عمر کا جو بخاری سے منقول ہوا، اس مدعا میں صریح ہے۔قاضی عیاض شفا شریف میں اس کی تنصیص کرتے ہیں:

حرمة النبی ﷺ بعد موته و توقیره و تعظیمه لازم کما کان حال حیوته(۷۸)

۷۶۔ کتاب الشفا: ج۲/ص۸۸-۸۹۔

۷۷۔ کتاب الشفا: ج۲/ص۴۱۔

۷۸۔ کتاب الشفا: ج۲/ص۴۳۔

[ترجمہ:حضورﷺ کی حرمت،آپ کا محترم ہونا اور آپ کی تعظیم وتوقیر آپ کے پردہ فرمانے کے بعد اسی طرح لازم وضروری ہے جیسا کہ آپ کی حیات ظاہری میں تھی۔]

مواہب لدنیہ میں ہے:

وینبغی ان یقف عند محاذاۃ اربع اذرع ویلازم الادب والخشوع والتواضع غاض البصر فی مقام الھیبۃ کما کان یفعل بین یدیہ فی حیوتہ(۷۹)

[ترجمہ:(مسجد نبوی میں) آپ کے مواجہہ اقدس میں تقریباً چار گز کی دوری پر کھڑا ہو،ادب،خشوع اور تواضع ملحوظ رکھے،اس جلیل القدر مقام پر اپنی نگاہیں نیچی رکھے۔جس طرح آپ کی ظاہری زندگی میں آپ کے حضور کیا جاتا تھا۔]

فصل الخطاب میں ہے:

حضور کی تعظیم وتوقیر جس طرح آپ کی حیات میں واجب تھی اسی طرح بعد وفات کے بھی واجب ہے۔

زیارت کے وقت وقوف وقیام دست بستہ بہ تصریح علمائے حنفیہ سے ثابت ہے،جیسا کہ کتب ائمہ میں تصریحاً مذکور ہے۔جس کو اس مدعا میں تفصیل وتصریح زاید درکار ہو وہ اُن کے رسائل کا مطالعہ کرے۔

مواہب میں ہے:

ویستحضرعلمہ بوقوفہ بین یدیہ وسماعہ بسلامہ کما ھو الحال فی حال حیاتہ اذ لافرق بین حیوتہ وموتہ فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذلك عندہ جلی لاخفاء بہ۔(۸۰)

۷۹۔المواھب اللدنیۃ:ج۴/ص۵۸۰۔

۸۰۔المواھب اللدنیۃ:ج۴/ص۵۸۰۔

[ترجمہ: (روضہ رسول کی زیارت کرنے والا) اپنے دل میں اس بات کو متحضر رکھے کہ آپ ﷺ کو اس کے کھڑے ہونے کا علم ہے، وہ اس کے سلام کو سماعت فرما رہے ہیں، جیسا کہ اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں آپ کی حالت تھی کیوں کہ امت کے مشاہدے اور اس کے احوال ونیت نیز عزائم وارادوں کو پہچاننے میں آپ ﷺ کی حیات و وفات میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ تمام امور آپ پر مکمل واضح ہیں۔]

بہ تصریح محققین ثابت کہ جس طور سے بعد وفات کے آپ کی تعظیم وتوقیر ہے یوں ہی اب آپ کے نام نامی و ذکر گرامی کی تعظیم وتوقیر ہے، چناں چہ سلف صالحین ہمیشہ بعد وفات کے تعظیم ذکر رسول اللہ ﷺ بہ اہتمام تمام مثل حیات بجالاتے رہے۔ حضرت ابوابراہیم تجیبی فرماتے ہیں:

ہر مسلمان پر واجب ہے جب حضور کا ذکر سنے، خشوع وخضوع کے ساتھ ہیبت و اجلال سانس روک کر دم بہ خود ہو جائے، جیسا کہ حالت حیات اصحاب کرام کا دستور تھا اور جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے ہمیں ادب وآداب تعلیم فرمایا ہے۔

ابوالفضل قاضی عیاض شفا شریف میں اس قول کو نقل کر کر لکھتے ہیں:

هذه كانت سيرة سلفنا الصالح وائمتنا الماضين رضي الله عنهم (۸۱)

[ترجمہ: یہ ہے ہمارے سلف صالح اور گذشتہ ائمہ کی سیرت وطریقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم]

ہمارے اسلاف وائمہ کی بھی عادت تھی بجا آوری تعظیم ذکر رسول اللہ میں اہتمام کیا کرتے۔ فصل الخطاب میں ہے:

جب حضور کا ذکر کریں یا حدیث پڑھیں یا آپ کا اسم شریف سنیں، آپ کی تعظیم خشوع وخضوع وہیبت وفروتنی سے بجالائیں، نام پاک سننے کے وقت بعض علما نے ہر مرتبہ درود پڑھنا اور بعض نے ایک مجلس میں تین بار درود پڑھنا اور اکثر علما نے ہر بار مستحب فرمایا ہے۔

۸۱۔ کتاب الشفا: ج ۲/ص ۴۰۔

قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں:

عبدالرحمٰن بن قاسم کا ذکر شریف کے وقت ہیبت وعظمت نبوی سے یہ حال ہوجاتا گویا بدن کا خون نچوڑ لیا ہے اور زبان منھ میں خشک ہوجاتی۔ عامر بن عبداللہ بن زبیر اس قدر روتے کہ آنکھوں میں آنسو باقی نہ رہتے۔ زہری ایسے ہوجاتے کہ گویا تو اُنہیں نہیں جانتا اور وہ تجھے نہیں پہچانتے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی بیان حدیث کے وقت حاضرین کو سکوت کا حکم فرماتے اور مضمون آیت کریمہ لا ترفعوا اصواتکم آپ کی آواز پر آواز بلند کرتے اور ذکر شریف کے وقت آواز بلند کرتے دونوں کو عام وشامل رکھتے۔ امام مالک جب ذکر شریف سنتے رنگ بدل جاتا، غایت خشوع وخضوع سے جھک جاتے، اُن کے مصاحبوں پر حال شاق گزرتا تو فرماتے ''جو مَیں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہرگز ردو انکار سے پیش نہ آتے''۔ بے وضو کبھی حدیث بیان نہ کرتے بلکہ اکثر اوقات بیانِ حدیث کے لیے غسل فرماتے، لباس فاخرہ پہنتے، عمامہ باندھتے، عطر لگاتے، عود سلگاتے، نہایت ادب کے ساتھ خشوع وخضوع کرتے۔ ایک روز اثنائے بیان میں عبا میں بچھو گھس گیا، سولہ بار ڈنک مارا، مگر حدیث قطع نہ کی اُسی طور سے بیان کرتے رہے، فرمایا انما صبرت اجلالاً لحدیث رسول اللہ ﷺ مَیں نے تعظیم حدیث شریف کے لیے صبر کیا۔ ابن مسیّب لیٹے تھے کسی نے حدیث پوچھی آپ بیان کے لیے اُٹھ بیٹھے، لیٹے لیٹے حدیث بیان کرنا پسند نہ کیا۔ ابن المہدی نے حضرت امام مالک سے راستہ چلتے حدیث پوچھی آپ نے جھڑک دیا (۸۲)۔

جناب باری عزاسمہ نے تعظیم وتوقیر اپنے نبی کی بلا کسی تعین وتخصیص اور ہیئت ووضع ووقت کے فرض فرمائی اور کسی خاص صورت وطریق وطرز میں منحصر نہ ٹھہرائی تو جس طرز وطریق وہیئت ووضع کے ساتھ جس وقت وجس حال میں جس قول وفعل کے ساتھ تعظیم رسول اللہ ﷺ بجالائی جائے گی اُسی مطلق تعظیم مامور بہ کے افراد سے ہوگی۔ لہٰذا حضور والا میں اصحاب کرام جس طور

۸۲۔ کتاب الشفا: ج ۲/ از ص ۴۲ تا ۴۶۔

سے چاہتے قولاً وفعلاً تعظیم آپ کی بجالاتے اور خود حضور ﷺ اُس طریق تعظیم کو منع نہ فرماتے، بلکہ پسند کرتے۔ صحاح ستہ وغیرہا کتب حدیث ایسے وقایع واحول سے مالا مال ہیں۔

بعد اصحاب کرام کے تابعین و تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین کا بھی یہی حال تھا کہ اُن کے زمانوں میں جس نے جو طریق تعظیم جس نوع پر زائد اہم دیکھا، وہی عمل میں لایا، کبھی کسی نے یہ نہ کہا کہ تجھ سے پہلے یہ تعظیم کون بجالایا؟ یہ طریقہ تعظیم کس آیت وحدیث سے ثابت ہے؟ قرون ثلثہ میں یہ رواج نہ تھا، بدعت سیئہ ہے، اصحاب کرام واہل بیت عظام ادائے حق محبت و بجا آوری طریق تعظیم میں تمام عالم سے زاید اہتمام فرمانے والے تھے، اگر یہ صورت جائز ہوتی تو وہ کیوں نہ بجالاتے؟ یہ امر فرق اسلام میں مانا ہوا ہے کہ حضور کے لیے ہر تعظیم وتوقیر جس کا شرع سے جواز ثابت ہوتا ہو، اُس کی ممانعت میں نص وارد نہ ہو جائز ہے، ہر وقت و ہر قرن میں جو جس طور پر تعظیم رسول اللہ ﷺ بجالاتا تمام علمائے محققین اُس طریقہ تعظیم کو پسند فرماتے، خود عمل کرتے، فاعل کو مثاب بتاتے۔ کتب دینیہ میں صدہا روایات وعبارات مثبت ومؤید اس مدعا کی مذکور ومسطور ہیں جو اہل علم پر مخفی ومستور نہیں۔ اسی بنا پر علمائے محققین متاخرین نے نص فرمادی ہے کہ جو فعل تعظیم واجلال حضور ﷺ میں زیادہ دخل رکھے وہی بہتر واولیٰ ہے۔ کما فی العلمکیریة معزیا الی فتح القدیر [جیسا کہ فتح القدیر کے حوالے سے عالمگیری میں ہے۔]

شیخ امام رحمت اللہ سندھی بھی ''منسک متوسط'' میں ایسا ہی لکھتے ہیں:

و کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسناً۔

[ترجمہ: ہر وہ چیز جو ادب و تعظیم میں داخل ہو وہ بہتر ہے۔]

اور علامہ امام ابن حجر ''جوہر منظّم'' میں لکھتے ہیں:

تعظیم النبی ﷺ بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیها مشارکة اللّٰه تعالٰی فی الألوهیة امر مستحسن عند من نور اللّٰه ابصارهم (۸۳)

۸۳۔ الجوہر المنظم کے پیش نظر نسخے میں راقم یہ عبارت تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوا، البتہ اسی معنی کی یہ عبارت اس میں موجود ہے: من بالغ في تعظیمه ﷺ بانواع التعظیم ولم یبلغ به ما یختص بالباري سبحانه و تعالیٰ فقد اصاب الحق و حافظ علی جانب الربوبیة والرسالة جمیعاً و ذلك الذی لا افراط فیه ولا تفریط ۔ ترجمہ: جس نے حضور ﷺ کی تعظیم میں مبالغہ کیا تمام انواع تعظیم کے ذریعے اور وہ اس حد تک نہ پہنچا جو اللہ سبحانہ کے ساتھ خاص ہیں تو اس نے حق پالیا اور ربوبیت ورسالت دونوں پہلوؤں کی حفاظت کی، یہ وہ طریقہ ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ الجوہر المنظم: ص ۲۷۔

[ترجمہ: حضور ﷺ کی تعظیم ان تمام طریقوں سے کہ جس میں اللہ کی شانِ الوہیت میں شرکت نہ ہو رہی ہو ایک مستحسن چیز ہے ہر اس شخص کے نزدیک جس کو اللہ تعالیٰ نے بینائی عطا فرمائی ہو۔]

کس تصریح کے ساتھ یہ علمائے اجل بہ طور قاعدۂ کلی کے فرماتے ہیں کہ ہر وہ تعظیم رسول اللہ ﷺ کے لیے جائز ہے کہ جس میں پروردگار کے ساتھ مشارکت نہ ہوتی ہو۔ ہاں اس زمانے میں کہ ہر چہار طرف فتنوں کی گرم بازاری ہے، ہر شخص حلیۂ علم و عمل سے عاری ہے، مرض جہالت کی ترقی ہے، مدعیان خام کار کو دعویٰ انانیت و مستی ہے، جدھر دیکھو طوفان بے تمیزی، ہر ایک کو ادعائے تحقیقات دینی:

نہ شرمِ نبی ہے نہ خوفِ خدا ہے غم نفس ہے، اتباعِ ہوا ہے

طریق تعظیم حضور ﷺ کو عیاذاً باللہ بدعت ضلالت کہنا اور اُس کو خلافِ قیاس سمجھ کر موارد شرع پر منحصر کرنا طرح طرح کے خیالات فاسدہ واوہام باطلہ کو اُس کے ترک کا حیلہ بنانا، خلق خدا کو تعظیم رسول اللہ ﷺ سے روکنے کا اُن کا وسیلہ ٹھہرانا نہایت آسان ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ:

فرشتے اپنے بازو طالب علم کے لیے بچھاتے ہیں۔ (۸۴)

افسوس ہے اُن مدعیان اسلام پر جو تعظیم رسول اللہ ﷺ بجالانے میں حیلے بہانے بتاتے ہیں۔ درِمختار میں تعظیماً روٹی کا چومنا باوجودے کہ نہ قرآن وحدیث میں اس کی تصریح، نہ قرون ثلثہ سے اس کا وجود ثابت، بہ حوالۂ بعض مستحسن ٹھہرایا۔ پھر منکرین کو رزاق مطلق کے رسول برحق کی تعظیم میں اس درجے انکار کا موقع کہاں سے ہاتھ آیا؟

تعظیم کے لیے قیام کرنا احادیث سے ثابت ہے، اصحاب کرام حضور ﷺ کی تعظیم کے لیے قیام کرتے۔ علامہ خفاجی شرح شفا میں لکھتے ہیں:

كان النبى ﷺ اذا جاء قام له الصحابة۔

[ترجمہ: حضور ﷺ جب تشریف لاتے تو صحابہ آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے۔]

۸۴۔ سنن ابی داؤد: کتاب العلم، باب فى فضل العلم۔ حدیث نمبر ۳۶۴۱۔

[مخالفین قیامِ تعظیمی کی پہلی دلیل:]

کسی آیت یا کسی حدیث میں اس طریقۂ تعظیم کی نہی وارد نہیں ہوئی۔ حدیث انس میں جو قیام سے کراہت ہے(۸۵) وہ مطلق نہیں جو مفیدِ نہی ہو، اُس میں خود قید موجود ہے۔ اولاً حدیث میں نفی مطلقاً قیام کی یا قیام وقتِ دخولِ خادم کی مصرح ومنصوص نہیں۔ ثانیاً جملہ مذکورہ مہملہ ہے جو قوتِ جزئیہ میں ہے۔ چناں چہ امام حجۃ الاسلام [غزالی] فرماتے ہیں:

> بعض اوقات اصحاب کرام قیام نہ کرتے، جیسا کہ حدیث انس میں مذکور ہے۔ حضور نے جو کراہت ظاہر فرمائی وہ بہ وجہ عام نہ تھی بلکہ جہت اتحاد سے تھی۔(۸٦)

لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

> ماجاء فی حدیث انس من کراھته ﷺ قیام الصحابة له فانما ھی من جھة الاتحاد الموجب لرفع التکلف والحشمة لا للنھی۔
>
> [ترجمہ: جو حضرت انس کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے لیے قیامِ صحابہ کو ناپسند فرمایا وہ محض اتحاد کی بنا پر تھا، جو تکلف وحشمت کو دور کرنے کا موجب ہے، نہ کہ (یہ ناپسندیدگی) نہی کے لیے تھی۔]

یہ کراہت موجب نہی نہیں ہوسکتی، بلکہ مراد نفی التزام ہے جو موجب تکلف ہے اور حق بھی یہی ہے کہ اصحاب کرام تعظیم رسول اللہ ﷺ کے لیے قیام کرتے مگر یہ اُن کی عادتِ مستمرہ نہ تھی۔ شیخ [عبدالحق محدث دہلوی] ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

> والحق ان القیام عند الدخول کان واقعا فی زمنه والکراھة انما کانت للتکلف ولم یکن معتادا۔
>
> [ترجمہ: سچ یہ ہے کہ دخول کے وقت قیام (یعنی حضور ﷺ کے تشریف لانے

۸۵۔ حضرت انس کی جس حدیث کی جانب مصنف نے اشارہ کیا ہے اس کو امام ترمذی نے جامع ترمذی میں روایت کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا پھر بھی جب صحابہ کرام آپ کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ حضور ﷺ اسے پسند نہیں کرتے۔ جامع ترمذی، ابواب الادب، باب ماجاء فی کراھیة قیام الرجل للرجل۔ حدیث نمبر ۲۷۵۴۔

۸٦۔ احیاء علوم الدین: ج ۲/ص ۲۲۴۔

کے وقت صحابہ کا قیام کرنا) یہ آپ ﷺ کے زمانے میں بھی ہوا کرتا تھا اور حضور کا ناپسند کرنا محض تکلف کی بنا پر تھا، لیکن یہ روزانہ کی عادت نہیں تھی۔]

قاضی عیاض بھی شفا میں اس مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہیں (۸۷) اور یہ بھی تحقیق فرمایا ہے کہ اصحاب پر کمال شفقت و محبت کی وجہ سے تواضعاً قیام کو ناپسند فرمایا۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں:

یہ کراہت بہ سبب کمال محبت و رسوخ مؤدت اور صفائی باطن اور تالیف قلوب کی تھی کہ دلیل اتحاد و یگانگت کی ہے، جیسے حدیث قیل انت سید قریش کے جواب میں آپ نے فرمایا السیّد ھو اللّٰہ اس کہنے سے آپ سے مطلقاً سیادت کی نفی نہ ہوگی، خود ارشاد فرماتے ہیں انا سید ولد آدم و لافخر تواضعاً اپنے لیے ایسے لفظ کو استعمال کرنا پسند نہ فرمایا حالاں کہ سرداری دنیا و آخرت کی آپ ﷺ کو ہی مسلم ہے۔

مجمع البحار میں زیر حدیث مذکور ہے:

کانہ کرہ ان یحمد فی وجھہ واحب التواضع۔

[گویا کہ آپ ﷺ نے یہ ناپسند کیا کہ آپ کے سامنے آپ کی تعریف کی جائے اور آپ ﷺ نے تواضع کو پسند فرمایا۔]

اگر تواضعاً بہ وجہ اتحاد و محبت کسی وقت اصحاب کرام سے قیام پر اظہار کراہت فرمایا تو اس سے ممنوعیت قیام تعظیمی کی ثابت نہیں ہوئی کیوں کہ خود حضور ﷺ نے قیام فرمایا اور دوسروں کو حکم قیام دیا۔

[مخالفین قیام تعظیمی کی دوسری دلیل:]

دوسری حدیث مانعین وہ پیش کرتے ہیں جو مشکوٰۃ میں بہ سند ابوداؤد وابوامامہ سے مروی ہے کہ "نہ کھڑے ہو جیسے کہ کھڑے ہوتے ہیں اعاجم" (۸۸)

۸۷۔ کتاب الشفا: ج ۱/ص ۱۳۱۔

۸۸۔ امام ابوداؤد اپنی سنن میں حضرت ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ عصا کا سہارا لیتے ہوئے ہمارے درمیان تشریف لائے، تو ہم ان کے لیے کھڑے ہو گئے، آپ نے فرمایا لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضھا بعضا۔ [ترجمہ: ایسے نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ کھڑے ہوتے ہیں ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہوئے] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمہ بذلك۔ حدیث نمبر ۵۲۳۰۔

اس میں تشبیہ اصل اُٹھنے میں ہے یا اوپر کیفیت مخصوصہ کے کھڑے ہونے میں ہے کہ واسطے تعظیم کے پیر پر کھڑے رہتے تھے۔اس سے بھی اصل قیام ممنوع نہ ہوا بلکہ وہ قیام منع ہوا جو بہ طریق غرور وتکبر کے ہو۔

قیام منہی عنہ وہ ہے کہ آقا شان تکبر سے بیٹھا رہے اور خدمت گار کمر بستہ کھڑا رہے، ورنہ قیامِ تعظیم داخل اوراحترام خادم کا جمہور علمائے اعلام نے بعد تحقیق وتطبیق احادیث جائز بلکہ مستحب و مستحسن رکھا ہے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں بہ ذیل حدیث قوموا الی سید کم (۸۹) فرماتے ہیں:

فیہ اکرام اھل الفضل و تلقیھم بالقیام اذا اقبلوا ھکذا احتج بہ جماھیر العلماء لاستحباب القیام قال القاضی لیس ھذا من القیام المنھی عنہ انما ذلک فیمن یقومون علیہ وھو جالس ویمثلون قیاماً طول جلوسہ قلت القیام للقادم من اھل الفضل مستحب وقد جاء فیہ الاحادیث ولم یصح فی النھی عنہ شئ صریح وقد جمعت کل ذلک مع کلام العلماء علیہ فی جزء واجبت فیہ عما توھم النھی (۹۰)

[ترجمہ: اس حدیث میں اصحاب فضل کی تعظیم اور جب وہ آئیں تو ان کے لیے قیام کرنے کا ثبوت ہے۔اسی طرح جمہور علمائے کرام نے اس حدیث کی روشنی میں قیام کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔قاضی نے فرمایا ''یہ وہ قیام نہیں

۸۹۔مصنف نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اس کو امام بخاری ومسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب بنوقریظہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر اترے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف پیغام بھیجا، وہ گدھے پر سوار ہوکر آئے جب نزدیک پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے سردار کے لیے کھڑے ہوجاؤ، وہ آئے اور بیٹھ گئے حضور ﷺ نے فرمایا یہ لوگ تمہارے فیصلے پر اترے ہیں، حضرت سعد نے عرض کیا کہ میں فیصلہ کرتا ہوں لڑنے والوں کو قتل کردیا جائے اور لڑکے اور عورتوں کو قیدی بنالیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ان کے بارے میں بادشاہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

دیکھیے: (الف) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب اذا نزل العدوُّ علی حکم رجلٍ۔حدیث نمبر ۳۰۴۳۔

(ب) صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب جواز قتال من نقض العھد الخ حدیث نمبر ۴۵۹۶۔

۹۰۔ شرح صحیح مسلم: ج ۲/ص ۹۵۔

جس سے منع کیا گیا ہے، قیام منہی عنہ وہ ہے کہ وہ شخص بیٹھا ہو اور لوگ اس کے لیے کھڑے ہوں اور جب تک وہ بیٹھا رہے یہ اس کے لیے کھڑے رہیں"۔ مَیں (امام نووی) کہتا ہوں کہ اہل فضل میں سے کوئی آئے تو اس کے لیے کھڑا ہونا مستحب ہے اور یہ بہت سی احادیث میں وارد ہے۔ اس قیام سے ممانعت میں کوئی صحیح وصریح روایت مروی نہیں، مَیں نے وہ تمام احادیث علما کے کلام کے ساتھ ایک جز میں جمع کی ہیں اور ان تمام روایات کا جواب دیا ہے جن سے اس قیام کی ممانعت کا وہم ہوتا ہے۔]

اور اگر اس نہی کو مطلق رکھیں تب بھی یہ منسوخ ہے فعل قیام نبی کریم ﷺ اور اصحاب نبی رؤف و رحیم ﷺ سے جیسا کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو مَیں موافق اپنی عادت کے جیسے کہ تھی حضور کی تشریف آوری کے وقت کھڑی ہو جاتی تو آپ ارشاد فرماتے اسکنی مکانك ام المومنین (اے ام المومنین صدیقہ کبریٰ اپنی جگہ پر بیٹھی رہو۔)

صحیح ترمذی میں ہے، حضرت [خاتون جنت] سیدہ [فاطمہ] فرماتی ہیں:

جب مَیں حضور میں حاضر ہوتی تو آپ قیام محبت فرماتے اور پیار کرتے، اپنی جگہ پر بٹھلاتے اور جب حضور میرے یہاں تشریف لاتے تو مَیں کھڑی ہو جاتی اور قیام تعظیم بجالاتی اور اپنی جگہ پر بٹھلاتی۔(۹۱)

جس کو توضیح وتفصیل دیکھنا ہو 'تصحیح المسائل' (۹۲) وغیرہ رسائل علم کلام مطالعہ کرے۔

الفاظ حدیث اذا دخلت علیه اور اذا دخل علیها دوام فعل پر دلالت کرتے ہیں یعنی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضور سیدہ کا ہمیشہ یہ دستور تھا کہ تعظیم حضور قیام سے بجالاتیں۔ تو یقینی کہ یہ فعل بعد

۹۱۔ جامع الترمذی: کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل فاطمة بنت محمد ﷺ رضی الله عنها۔ حدیث نمبر ۳۸۷۲۔

۹۲۔ تصحیح المسائل حضور سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی کی تحقیقی اور معرکہ آرا تصنیف ہے، جس میں آپ نے نہایت شرح وبسط سے اکثر اختلافی مسائل پر داد تحقیق دی ہے۔ یہ کتاب شاہ محمد اسحاق دہلوی (نواسہ وتلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) سے منسوب کتاب "مأة مسائل" کے رد میں ۱۲۶۶ھ میں تالیف کی گئی تھی۔ کتاب فارسی زبان میں ۳۲۰ر صفحات پر مشتمل ہے۔

نہی کے ہوگا اور اگر منسوخ بھی نہ کہیں تو حدیث ام المومنین مثبت قیام ہے اور یہ حدیث منفی قیام اور موافق قواعدِ اصول کے مثبت منفی سے مقدم ہے۔ اسی وجہ سے کل محدثین وفقہا قائل ہیں کہ قیام تعظیمی اہل فضل کے لیے درست ہے۔ علامہ خفاجی شرح شفا میں فرماتے ہیں:

کان ﷺ یکرم من یدخل علیہ بالقیام۔

ترجمہ: جو حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا آپ اُس کے اکرام کے لیے قیام فرماتے۔

قاضی عیاض شفا میں نقل کرتے ہیں:

عن عمرو بن السائب ان رسول اللّٰہ کان جالسا یوماً فاقبل ابوہ من الرضاعۃ فوضع لہ بعض ثوبہ فقعد علیہ ثم اقبلت امہ فوضع لھا شقَّ ثوبہ من جانبہ الاخر فجلست علیہ ثم اقبل اخوہ من الرضاعۃ فقام رسول اللّٰہ ﷺ فاجلسہ بین یدیہ (۹۳)

[ترجمہ: عمرو بن سائب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کونین ﷺ تشریف فرما تھے آپ کے رضاعی والد آ گئے، آپ نے ان کے لیے کپڑا اچھا دیا جس پر وہ بیٹھ گئے، اس کے بعد رضاعی والدہ آ گئیں تو ان کے لیے کپڑے کا دوسرا حصہ بچھا دیا جس پر وہ بیٹھ گئیں، اس کے بعد آپ کا رضاعی بھائی آ گیا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔]

علامہ خفاجی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

فیہ دلیل علی انہ یجوز القیام تعظیما لمن یستحق التعظیم (۹۴)

[ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کے لیے قیام تعظیمی

۹۳۔ کتاب الشفا: ج ۱/ص ۱۲۸-۱۲۹۔

حضور اکرم ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ ہیں، حضرت حلیمہ کے شوہر اور حضور ﷺ کے رضاعی والد کا نام حارث بن عبد العزیٰ ہے، اور آپ کے رضاعی بھائی کا نام عبد اللہ بن الحارث ہے۔

۹۴۔ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض: ج ۲/ص ۳۵۵۔

جائز ہے جو تعظیم کا مستحق ہو۔]

تفسیر عزیزی میں سورۂ واللیل میں مرقوم ہے:

> حضرت ابوبکر تشریف لائے، حضور نے قیام فرمایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔(۹۵)

شفا میں ہے:

> حضرت کابس بن ربیعہ جب حضرت معاویہ کی ملاقات کو تشریف لائے تو حضرت معاویہ نے دروازے سے دیکھتے ہی قیام فرمایا کیوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہ تھے۔(۹۶)

حضرت سفیان سے بھی جو راوی اس حدیث کے ہیں، اکرامِ کرام کے لیے قیام ثابت ہے۔ حضرت سفیان ثوری کے بھائی نے انتقال کیا، بہ رسم تعزیت حضرت امام ابوحنیفہ تشریف لائے، حضرت سفیان ثوری نے قیام تعظیم کیا، اُن کے اصحاب نے تعجباً دریافت کیا، فرمایا کہ یہ بہ وجہ اپنے علم کے بلند مرتبے پر ہیں، اگر تعظیم علم نہ کرتا تو بزرگ سن ہیں، اگر اس پر بھی اُن کی تعظیم و اجلال بجا نہ لاتا تو وہ فقیہ ہیں، اگر اس پر بھی نہ اُٹھتا تو وہ اعلیٰ درجے کے متورع ہیں۔

حاشیہ صحیح بخاری (مطبوع مطبع مولوی احمد علی) میں ہے:

> اس حدیث سے استحباب قیام کا سادات کے لیے ثابت ہوتا ہے، ایسا ہی کرمانی میں لکھا ہے، مجمع میں ہے اس حدیث سے جمہور نے اکرام اہل فضل ساتھ قیام کے ثابت کیا ہے۔(۹۷)

امام حجۃ الاسلام [غزالی] فرماتے ہیں:

> كان الصحابة لايقومون لرسول الله ﷺ فی بعض الاحوال كما

۹۵۔تفسیر عزیزی کی اصل عبارت یہ ہے: حضرت ابوبکر تشریف آوردند پس آنحضرت ﷺ برخاستند و بر پیشانی ایں شاں بوسہ دادند۔ تفسیر فتح العزیز: پارۂ عم، سورۂ واللیل، ص۲۱۳-۲۱۴۔

۹۶۔کتاب الشفا: ج۲/ص۵۱۔

۹۷۔اصل عبارت مندرجہ ذیل ہے: وفيه استحباب القيام للسادات كذا فی الكرمانی ، قال فی المجمع واحتج به الجماهير لاكرام اهل الفضل بالقيام۔حاشیہ صحیح بخاری مولانا احمد علی سہارنپوری۔کتاب مناقب الانصار، باب مناقب سعد بن معاذ۔ج۱/ص۵۳۷۔

رواہ انس ولکن اذا لم یثبت فیہ النھی فلا نری بہ باساً فی البلاد التی
جرت بہ العادۃ فیھا باکرام الداخل بالقیام(۹۸)
[ترجمہ: بعض اوقات صحابۂ کرام حضور کی تشریف آوری کے وقت قیام نہیں
فرماتے تھے جیسا کہ حضرت انس سے مروی ہے۔لیکن جب اس سلسلے میں نہی
ثابت نہیں ہے تو ہم ان جگہوں میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے جہاں آنے
والے کی تعظیم کھڑے ہوکر کرنا عرف عام میں رواج پا گیا ہوں۔]
امام نووی تصریح فرماتے ہیں:
یہ قیام جو سادات واہلِ فضل کے لیے کیا جاتا ہے، مستحب ہے منھی عنہ نہیں،
جیسا کہ وہم کیا جاتا ہے۔(۹۹)
مطالب المومنین میں ہے:
قیام جالس للقادم تعظیما
[کسی بیٹھے ہوئے کا آنے والے کے لیے تعظیماً کھڑا ہونا] مکروہ نہیں۔
مکروہ اُس صورت میں ہے کہ جس کے لیے قیام کیا گیا ہے وہ اُس کو پسند کرے اور لوگوں سے اپنے لیے قیام طلب کرے۔ اگر ایسا نہیں ہے اور لوگ اُس کے لیے کھڑے ہو جائیں تو مکروہ نہیں۔ چناں چہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:
یہ نہی اُس کے لیے ہے کہ قیام کو طلب کرے اگر طلب نہ کرے اور توقع قیام کی
نہ رکھے، مرضاۃ اللہ تعالیٰ کوئی شخص کھڑا ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔
شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں نہی قیام کی بحث لکھ کر فرماتے ہیں:
اما اذا کان اھتزازا او اکراماً او تطیباً لقلبہ فلا باس بہ (۱۰۰)
[ترجمہ: جو کھڑا ہونا مومن کی خوشنودی کے لیے اور اس کے اکرام اور اس کا دل
خوش کرنے کے لیے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔]

۹۸۔ احیاء علوم الدین: ج ۲/ص ۲۵۶۔
۹۹۔ شرح صحیح مسلم: ج ۲/ص ۹۵۔
۱۰۰۔ حجۃ اللہ البالغۃ: فصل آداب الصحبۃ، ص ۳۸۰۔ ہمارے پیش نظر نسخے میں عبارت یوں ہے: واما اذا کان تبشیشا لہ واھتزازا الیہ واکراما وتطیبا لقلبہ من غیر ان یتمثل بین یدیہ فلا بأس۔

علامہ خفاجی بعد ذکر اختلاف قاضی زکریا کا قول ''شرح الروض'' سے نقل فرماتے ہیں:

انه مستحب لاهـل العلم والصلاح والحكام العدول بل قد يجب اذا خشـي مـن تركه ضرراً ويستحب لمن قدم من سفر ولذوى الارحام تـكـريـما وبرًا لهم ويدل على ذلك قولهﷺ للانصار لما قدم عليهم سعد رضى الله عنه قوموا لسيدكم والمنهى عنه انما هو ماكان على سبيل الرياء والتكبر (۱۰۱)

[ترجمہ: قیام مستحب ہے اہل علم وتقوی اور عادل حکام کے لیے بلکہ کبھی واجب ہے جب کہ اس کے ترک سے کسی نقصان کا اندیشہ ہو اور مستحب ہے قیام تعظیمی اس شخص کے لیے جو سفر سے آئے اور رشتہ داروں کے لیے، ان کی تعظیم اور اس سے نیکی کی خاطر۔ اس پر دلیل ہے حضورﷺ کا وہ قول جو آپ نے انصاری صحابہ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے آنے پر فرمایا تھا کہ ''تم اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ'' اور وہ قیام جس سے کہ منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ قیام ہے جو ریا اور تکبر کے طور پر ہو۔]

امام نووی رسالہ قیام میں حدیث من سره (۱۰۲) کی شرح میں لکھتے ہیں:

ليـس فيه تعرض للقيام بمنهي ولا غيره وهذا متفق عليه فالمنهى عنه هو محبة القيام فاذا كان معنى الحديث ماذكرناه فمدارالتحريم على المحبة فلا يصح الاحتجاج به۔

[ترجمہ: اس حدیث میں قیام منہی عنہ اور قیام مامور بہ سے تعرض نہیں کیا گیا ہے

۱۰۱۔ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض: ج۲/ص۳۶۲۔

۱۰۲۔ مکمل حدیث درج ذیل ہے جس کو امام ترمذی نے جامع میں اور امام احمد بن حنبل نے مسند میں روایت کیا ہے۔ امام ترمذی حضرت صفوان سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں حضور اکرمﷺ کو فرماتے سنا کہ مـن سره ان يتمثل له الرجال قياماً فليتبوأ مقعده من النار [ترجمہ: جس نے یہ پسند کیا کہ لوگ اس کے لیے کھڑے رہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے] جامع ترمذی، ابواب الادب، بـاب مـاجاء فى كراهية قيام الرجل للرجل ۔ حدیث نمبر ۲۷۵۵۔ مسند احمد بن حنبل: ج۴/ص۱۰۰۔

اور یہ متفق علیہ معنی ہیں۔حدیث میں اس چیز سے منع کیا گیا ہے کہ آدمی اس بات
کو پسند کرے کہ لوگ اس کے لیے قیام کریں۔ جب کہ حدیث کے معنی وہ ہوں
جو ہم نے بیان کیے تو قیام کی حرمت کا مدار اس کو پسند کرنے پر ہے۔ چنانچہ اس
حدیث سے (قیام تعظیمی کی حرمت پر) استدلال کرنا صحیح نہیں ہے]

[مستحق تعظیم کے لیے قیام تعظیمی کا جواز:]

غرض کہ جن احادیث سے کراہت قیام مستفاد ہوتی ہے اُن کی تطبیق دوسری حدیثوں کے ساتھ کہ جن سے سادات کے لیے قیام اکرام و تعظیم ثابت ہوتا ہے، محدثین عظام و علمائے فخام نے فرما کر مذہب اہل سنت کو منقح فرما دیا ہے اور استحبابِ قیام کو اس طور سے ثابت کیا ہے کہ اب گنجائشِ قیل وقال نہیں رہی۔

احیاء العلوم کی جلد دوم میں ہے:

سلطانِ ظالم جب تیرے پاس آئے تو اگر خلوت میں ہو تو کھڑا نہ ہو، اس لیے
کہ علم و دین کے سبب سے آدمی مستحق اکرام کا ہوتا ہے اور ظلم سے مستحق ابعاد کا
ہوتا ہے اور اگر مجمع میں ہو تو مراعات اُس کی حشمت کی کرنا چاہیے۔ اس نیت
سے کھڑا ہونا درست ہے۔(۱۰۳)

اور ایسے ہی تقبیل ید اور انحنا [تعظیم کے لیے جھکنا] بھی عالم کے واسطے لکھا ہے، [احیاء العلوم میں مزید فرماتے ہیں کہ]

حضرت علی ملک شام میں جب حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو ملے تو آپ نے
دست شریف کو بوسہ دیا۔(۱۰۴)

عالمگیری جلد خامس علاء الامۃ الحصامی سے ہے:

ہمارے مشائخ فرماتے ہیں باپ ماں پر احترام میں ترجیح رکھتا ہے اور ماں
خدمت کی زائد مستحق ہے، اگر دونوں آئیں تو اولاد کو چاہیے کہ باپ کے لیے

۱۰۳۔ احیاء علوم الدین: ج ۲/ص ۸۸۔
۱۰۴۔ مرجع سابق، ص ۸۷۔

قیام احترام بجالائے۔(۱۰۵)

اُسی کے باب ۲۸ میں ہے:

سجدہ غیر کو حرام ہے، لیکن قیام، تقبیل ید اور انحنا سے تعظیم واحترام دوسروں کا بجا لایا جاسکتا ہے۔ ایسا ہی فتاوی غرائب میں مرقوم ہے۔(۱۰۶)

عالمگیری جلد خامس [میں ہے]:

قاری قرآن کے پاس اگر اجلہ اشراف سے یا اُستاذ باپ وغیرہ آئیں تو اُن کا احترام کرے یعنی قیامِ تعظیمی کرے اور کوئی اور ہو تو وقت قرأت قیام نہ کرے۔ ایسا ہی فتاوی قاضی خاں میں ہے۔(۱۰۷)

غنیۃ المستملی میں ہے:

جب آنے والا مستحق تعظیم ہو تو قاری قرآن کا قیام احترام کی غرض سے درست ہے۔

درمختار میں ہے:

وہبانیہ میں ہے، آنے والے کی تعظیم واحترام کے لیے قیام جائز ہے بلکہ مندوب ہے، جیسا کہ قاری قرآن کو قیام جائز ہے اگر آنے والا عالم ہو۔(۱۰۸)

حاشیہ درمختار میں ہے:

اگر آنے والا مستحق تعظیم ہو، قنیہ میں ہے، مسجد میں لوگ بیٹھے ہوں اور کوئی مستحق تعظیم آئے تو قیام مکروہ نہیں۔ مشکل الآثار میں ہے، قیام تعظیم مطلقاً مکروہ نہیں

۱۰۵۔ فتاویٰ عالمگیری۔

۱۰۶۔ **اصل عبارت درج ذیل ہے:** تجوز الخدمة لغير الله تعالىٰ بالقيام وأخذ اليدين والانحنا ولا يجوز السجود لغير الله۔ **فتاویٰ عالمگیری، ج۵/ص۱۳۸، باب ۲۸۔**

۱۰۷۔ **اصل عبارت درج ذیل ہے:** قوم يقرؤن القرآن من المصاحف أو يقرأ رجل واحد فدخل عليه واحد من الاجلة أو الاشراف فقام القارى لاجله قالوا ان دخل عالم أو استاذه الذى علمه العلم جاز له ان يقوم لاجله وما سوىٰ ذلك لا يجوز۔ كذا في فتاوىٰ قاضى خان۔ **فتاویٰ عالمگیری، ج۵/ص۱۲۰، باب ۴۔**

۱۰۸۔ **درمختار:** كتاب الحضر والاباحة، باب فى الاستبراء

ہے، مستحق کو درست ہے۔ مکروہ وہ ہے کہ قیام کو اپنے واسطے دوسروں سے طلب کرے اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اُس کے واسطے کھڑے ہوا کریں، یوں اُس کا احترام کیا کریں۔(۱۰۹)

مظاہر حق میں ہے:

وقت قرأت قرآن کے تعظیم کسی کی نہ کرے، مگر عالم اور اُستاذ اور والدین کے لیے قیام جائز ہے۔(۱۱۰)

بخاری و مسلم اور تمام اصحاب صحاح، ائمہ محققین وفقہا قیام تعظیم واحترام کو درست و مستحسن فرماتے ہیں اور نیت حسن پر فاعل کو مثاب بتاتے ہیں۔

[ذکر ولادت کے وقت قیام تعظیمی:]

یہ ہے مذہب صحیح ومسلک نجیح ائمہ اُہل سنت کا قادم کے لیے قیام احترامی بجالانے میں شک و شبہ کا دخل نہیں تو پھر ذکرِ حضور ﷺ کے لیے اگر کوئی طریقہ تعظیم کا خواص وعوام میں مروج ہو جائے اور اُس میں اظہار عظمت وشان آقائے دو عالم کا ہوتا ہو تو مَیں نہیں خیال کر سکتا کہ کوئی مسلمان اُس طریقے کے جواز وناجواز ثابت کرنے کی طرف اپنی توجہ کو منعطف کرے۔ وقتِ ذکرِ ولادت اس طور سے تعظیم ذکر رسول اللہ ﷺ کے لیے کھڑا ہونا صدہا سال سے علما وصلحا میں مروج ہے۔

علامہ برزنجی رسالہ مولد میں فرماتے ہیں:

وقد استحسن القیام عند ذکر مولده الشریف ائمة ذوو روایة ورؤیة فطوبی لمن کان تعظیمه غایة مرامه (۱۱۱)

[ترجمہ۔ولادت شریف کے ذکر کے وقت ائمہ محدثین وفقہا نے قیام کو امر مستحسن قرار دیا ہے تو خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس نے آپ ﷺ کی

۱۰۹۔ ردالمحتار علی الدرالمختار ج ۵/ص ۲۴۶۔ کتاب الحظر والاباحة، باب فی الاستبراء

۱۱۰۔ مظاہر حق کے پیش نظر نسخے میں عبارت ذرا مختلف ہے اگرچہ مفہوم ایک ہی ہے، فرماتے ہیں: وقت تلاوت کے تعظیم کسی کی نہ کرے، مگر عالم باعمل اور استاذ اور والدین کے لیے جائز ہے قیام و تعظیم۔ دیکھیے: مظاہر الحق: کتاب فضائل القرآن، ج ۲/ص ۲۰۴۔

۱۱۱۔ مولد النبی ﷺ: ص ۶۔

تعظیم کو اپنا مطمح نظر بنالیا ہے۔]

امام نووی ''اذکار'' میں بعد اثبات استحباب قیام عند ذکر الولادت [ذکر ولادت کے وقت قیام کو مستحب ثابت کرنے کے بعد] لکھتے ہیں:

جو ہمارے اسلاف و اخلاف کا طریق ہے اُسی پر ہم قائم ہیں۔اس بارے میں مَیں نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں احادیث و آثار و اقوال سلف صالحین و ائمۂ مجتہدین سے اس بیان کو واضح کیا ہے، پروردگار سے امید رکھتا ہوں کہ جو بہ نظر انصاف اس رسالے کو مطالعہ کرے گا، کوئی خدشہ اُس کے دل میں باقی نہ رہے گا۔(۱۱۲)

شفا میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیام جو تعظیم نام رسول اللہ ﷺ کے لیے کیا جاتا ہے جائز اور باعث برکت و ثواب کا ہے۔

[حرمین شریفین کا تعامل:]

تمام مقدس مقامات کے علما و فضلا برابر اس کے استحسان و جواز اور مشعر تعظیم و محبت ہونے پر فتوے دیتے چلے آتے ہیں اور اُس کو موافق قواعدِ شریعت کے بتاتے ہیں۔دیکھو فتاوی العلماء الکرام فی استحباب عمل المولد والقیام۔ مہری علمائے مدینہ مطیبہ و مکہ معظّمہ و حدیدہ و جدہ وغیرہ مطبوع مطبع رزاقی کان پور جو چورانوے مواہیر مفاتی بلاد مقدسہ سے مزین ہے۔اُس بلاد مقدس کے علما کس زور کے ساتھ استحباب عمل مولد و قیام اور زیب و زینت کو مستحسن ٹھہراتے ہیں۔بحمد اللہ جب ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ و ایمان ہے کہ وہ بقاع مبارک ایمان کا گھر ہیں، اُس ساحت مقدس پر کفر و شرک کا اثر نہ ہوگا، ایمان وہیں سے شروع ہوا اور آخر کو سمٹ کر پھر وہیں پہنچ جائے گا۔صحاح میں ہے:

ان الایمان لیارز الی المدینة کما تارزالحیة الی جحرها(۱۱۳)

[ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

۱۱۲۔ کتاب الاذکار:ص۲۵۵۔

۱۱۳۔ (الف) صحیح البخاری: کتاب فضائل المدینة، باب الایمان یا رزالی المدینة۔حدیث نمبر۱۸۷۶۔

(ب) صحیح مسلم: کتاب الایمان، باب ان الاسلام بدأ غریباً و سیعود غریباً۔حدیث نمبر۳۷۴۔

کہ بے شک ایمان (قربِ قیامت میں) مدینے کی سمت لوٹ جائے گا جیسا
کہ سانپ اپنے بل میں لوٹ جاتا ہے۔]

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ اُن کا مذہب ہر زمانے و ہر وقت میں بدعات سے
پاک وصاف رہے گا اور ہر وقت میں اُن کا عمل قابلِ احتجاج سمجھا جائے گا۔

حرمین شریفین کی عزت وعظمت اسی سے ظاہر ہے کہ عرب کا فعل شریعت مطہرہ نے حجت گردانا، بلکہ اُن کا عمل درآمد وتعامل کے کام پر ہمارے واسطے سنت ٹھہرایا۔ زید بن ثابت سے مروی [ہے]:

اذا رایت اهل المدینة اجتمعوا علی شئ فاعلم انه سنته (۱۱۴)

[ترجمہ: جب تم اہلِ مدینہ کو کسی چیز پر متفق پاؤ تو سمجھ لو کہ یہ آپ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔]

امام نووی فرماتے ہیں:

ویراجع فی کل زمان الی العرب الموجودین۔

ہر زمانے میں جو علما وصلحا دین دار وہاں موجود ہوں اُن کے اقوال کا اتباع کیا
جائے گا اور اُن کی اقتدا لازمی ہوگی۔

تاریخ سمہودی میں ہے کہ وہاں کے عوام جو تارکِ سنت ومرتکبِ بدعت ہوں وہ بھی واجب التعظیم ہیں، اس لیے کہ شرف سکونت مدینہ وہمسائیگی حضرت اُن کو ثابت ہے:

فیا ساکنی اکناف طیبة کلکم   الی القلب من اجل الحبیب حبیب (۱۱۵)

۱۱۴۔الف: اس اثر کو امام فسوی نے اپنی سند سے ''کتاب المعرفة والتاریخ'' میں روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں: حدثنا ابراهیم بن منذرقال حدثنی ابن نافع حدثنی نکتل بن ابی سهل عن ابی بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام عن زید بن ثابت قال الخ۔ دیکھیے: کتاب المعرفة والتاریخ۔

ب: امام بیہقی نے اس اثر کو معرفة السنن والآثار میں روایت کیا ہے۔ دیکھیے: معرفة السنن و الآثار: ج۱/ص۱۵۲۔

۱۱۵۔اصل عبارت یہ ہے: وکل ما احتج به محتج من رمی عوامهم بالابتداع و ترك الاتباع فانه اذا ثبت في شخص مثلاً لا یترك اکرامه فانه لا یخرج اکرامه عن حکم الجار ولو جار ولا یزول عنه شرف مساکنته فی الدار کیف دار۔ دیکھیے: وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ: ج/ص:۱۴۱۴۔

[ترجمہ: اے مدینہ طیبہ کے رہنے والو! تم صرف میرے حبیب ﷺ کی وجہ سے میرے دل میں عزیز ہوں۔]

محبتِ عرب کی تاکید احادیث شہیرہ میں وارد، حضور ﷺ نے عرب کی محبت، اُن کی خدمت کا حکم فرمایا:

حب العرب ایمان و بغضهم نفاق۔(۱۱۶)

[ترجمہ: اہلِ عرب سے محبت ایمان ہے اور ان سے بغض نفاق کی علامت ہے۔]

ابو ہریرہ سے مروی کہ عرب کو اور اُن کے بقا کو دوست رکھو۔ عرب کی بقا نور ہے اسلام میں اور اُن کی فنا ظلمت ہے۔ کذا فی الطحاوی۔ حضرت فاروق اعظم اُن بچوں سے جو مدینے کی گلیوں میں کھیلتے پھرتے تھے دعا کراتے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

انما طیبة تنفی الذنوب کما تنفی الکیر خبث الفضة(۱۱۷)

[ترجمہ: مدینہ طیبہ گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسا کہ بھٹی چاندی کی گندگی اور میل کو دور کر دیتی ہے۔]

وفی روایة اخری[دوسری روایت میں یوں ہے۔]

تنفی خبث الرجال کما تنفی الکیر خبث الحدید(۱۱۸)

[ترجمہ: مدینہ منورہ لوگوں کی خباثت اس طرح پاک وصاف کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ وغیرہ کو صاف کر دیتی ہے۔]

۱۱۶۔ مستدرک حاکم: کتاب معرفة الصحابة، فصل کافة العرب، حدیث نمبر ۶۹۹۸۔ امام حاکم نے یہ روایت نقل کر کے فرمایا ہے هٰذا الحدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔

۱۱۷۔ امام بخاری نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ دیکھیے: صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب غزوة احد: حدیث نمبر ۴۰۵۰۔
امام بخاری کی ایک دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں: انها طیبة تنفي الخبث کما تنفي النار خبث الفضة۔ صحیح بخاری: کتاب التفسیر، باب قول الله تعالیٰ فمالکم فی المنافقین فئتین الخ، حدیث نمبر ۴۵۸۹۔

۱۱۸۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ وهی المدینة تنفی الناس کما تنفی الکیر خبث الحدید۔ دیکھیے: صحیح بخاری: کتاب فضائل المدینة: باب فضائل المدینة وانها تنفي الناس۔ حدیث نمبر ۱۸۷۱۔

جذب القلوب الی دیار المحبوب میں شیخ [عبدالحق محدث دہلوی] فرماتے ہیں:

مراد نفی وابعاد الحاد اہل شر وفساد است از ساحت عزت ایں بلدہ طیبہ وبقول اکثر علمائے دین خاصیت مذکورہ درجمیع ازمان ودہور پیدا است۔(۱۱۹)

[ترجمہ: (مذکورہ حدیث پاک میں) اہل شر وفساد کے الحاد کو اس مبارک شہر کی فضا سے دور کرنا مراد ہے۔ اکثر علمائے کرام کے بہ قول مدینہ منورہ کی مذکورہ خاصیت تمام عہد وزمانے میں ہوتی ہے]

تحقیق شرح ....میں ہے کہ جب اُس ساحت مبارک کی یہ برکت وعظمت ہے کہ خبث ذنوب وخبث رجال سب کو دور فرما دیتی ہے، پس کیوں کر ممکن ہے کہ وہاں خبث عقائد باقی رہے، جب خبیثوں سے وہ بقعۂ مبارک پاک ٹھہرا تو پاکوں کا اتباع واجب ہوا۔ و اذا انتقی عنھم الخبث وجب متابعتھم ضرورۃ تو اُس مذہب کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو وہاں کے مکان کا ہے، وہ مسلک ہونا چاہیے جو وہاں کے مقامی علما کا ہے۔

[ایک لطیفہ:]

اس جگہ ایک لطیفہ مجھے یاد آیا اگر چہ وہ مطلب سے گونہ بے گانہ ہو، لیکن مسلمانوں کے لیے مفید ہے، اس لیے ضرور ہوا کہ اُس کو نقل کروں۔ دو عالموں میں باہم گفتگو ہوئی ایک وہابی محفل میلاد وغیرہ کے منکر تھے، ایک سنّی ان باتوں کے استحباب کے قائل تھے۔ منکر نے کہا قصبہ دیوبند (۱۲۰) کو استفتا بھیجئے، وہاں کے علما دیکھیے اس کو جائز بتلاتے ہیں یا حرام وبدعت۔ سنی نے کہا علمائے حرمین شریفین سے فتوے طلب کیجیے، وہ مقامات دارالاسلام ہیں احادیث میں اُن کے فضائل وارد ہیں، اُن لوگوں کی محبت ومتابعت کی آقائے دو عالم سرور عالم ﷺ نے تاکید فرمائی ہے۔ اس پر وہابی صاحب نے عرب کے بدوؤں کی کچھ برائیاں بیان فرمائیں کہ وہ ظالم وفاسق ہیں، وہاں کا قول قابل حجت نہیں۔ اس پر سنّی نے عرض کیا کہ وہ بقعۂ مبارک بہ فرمان صادق و

۱۱۹۔ جذب القلوب الی دیار المحبوب: ص۳۳۔

۱۲۰۔ دیوبند کے علما بھی ان مسائل میں اسماعیل دہلوی وغیرہ متبعین ابن عبدالوہاب کے ہم قدم ہیں، اگر چہ خود کو حنفی کہتے ہیں مگر حال قال وہی غیر مقلدین سے ملتا جلتا ہے، ختم نبوت کا انکار، امکان کذب باری وہاں کے علما کے مسلمہ مسائل ہیں۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی۔

مصدوق کفر وشرک سے منزہ ہے، دیوبند کی تعریف میں اگر کوئی حدیث وآثار ہو وہاں کے لوگوں (۱۲۱) کے فتوے ماننے کے بارے میں اگر کچھ خبر ہوتو پھر خبر دیجیے، اگر دیوبند شریف کو بھی یوں ہی کفر وشرک سے پاک فرمایا گیا ہوتو پھر وہاں کے فتوے کے تسلیم پر راضی ہیں۔ وہابی نے کہا کہ عوام کے قول کو ہم حجت نہیں مانتے، وہاں کے علما وفضلا کے فتوے واجب التعمیل وقابلِ تسلیم تسلیم کرتے ہیں۔ سنی نے کہا ہم بھی حرمین طیبین کے علما وفضلا کے اقوال کو قابلِ قبول بتاتے ہیں، پھر یہ بے کار حیلے حوالے آپ کیوں پیش کر کر تقریر کو طول دیتے اور وقت ضائع کرتے ہیں۔ اس پر وہابی صاحب نے جب مطلب نکلتے نہ دیکھا صاف فرما دیا کہ ہم حرمین شریفین کو نہیں مانتے، دیوبند کے علما کا قول مانتے ہیں۔ سنّی نے کہا بس آپ کو دیوبند مبارک رہے، ہمیں حرمین شریفین مبارک ہوں، پروردگار وہاں کے علما کے اتباع کی توفیق دے۔

مسلمانوں غور کرو اور انصاف سے سچ سچ کہو کہ تعصب ونفسانیت کی ہمارے بھائیوں نے کہاں تک انتہا پہنچادی کہ اپنی بات کے آگے علمائے حرمین شریفین کے اقوال وفرمان سے بھی صاف منکر ہوجاتے ہیں۔ اُن کے لیے یہ فتویٰ کیا مفید ہوگا۔ لیکن تم بحمد اللہ تبارک وتعالیٰ شانہ اُس ارض مقدس کو دوست رکھتے ہو، عرب کی متابعت کو واجب جانتے ہو، دیکھو اور اپنے ایمان کو تازہ کرو۔

[علمائے عرب کے فتوے:]

سوال: اے علمائے کرام تم پر پروردگار رحم فرمائے کیا حکم شرع شریف کا ہے اس بارے میں کہ ذکر مولد شریف کرنا اور وقتِ بیان واقعۂ ولادت قیام کرنا اور مکان کی تزئین دن کی تعیین، استعمال خوشبو کا اور مسلمانوں کو دعوت طعام وشیرینی کی دینا اور قرأت سورہ مخصوصہ کی کرنا یہ سب باتیں عنداللہ موجب اجر وثواب ہیں یا نہیں؟

[فتویٰ علمائے مدینہ منورہ:]

شکر ہے اُس پروردگار کا جس نے آسمانوں کا خیمہ بلا چوب وستون کے برپا فرمایا۔ اُسی سے مَیں مدد مانگتا ہوں اور توفیق طلب کرتا ہوں۔ جانو اور آگاہ ہو اس بات سے کہ ذکر مولد نبی ﷺ اور اُن

۱۲۱۔ اب تو رسالت کے خواب دیکھے جاتے ہیں، مثلیت سرکار دو عالم، معمولی بشریت حضور کا وسوسہ رنگ لانے کو ہے العیاذ باللہ۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی۔

کے مناقب کا اور اُس کے سننے کو مسلمانوں کا جمع ہونا سب سنت ہے۔ اس واسطے کہ حدیث میں مروی ہے ''حضرت حسان خدمت اقدس میں حاضر ہو کر فضائل رسول اللہ ﷺ بیان کرتے اور اصحاب کرام سننے کی غرض سے جمع ہوتے، بلکہ سرکار دو عالم ﷺ اس فعل کی خوبی کا اظہار اس طور فرماتے [کہ] حضرت حسان کے حق میں دعا دیتے، منبر شریف مسجد اقدس میں بچھواتے، اُس پر کھڑے ہو کر حضرت حسان مداح رسول اللہ ﷺ قصائد نعتیہ سناتے، کفار کی ہجو و مذمت کا ذکر کرتے۔ مگر اس ہیئتِ مخصوصہ کے ساتھ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے بدعت حسنہ مستحبہ ہے بہ قصد نیت حسن، فاعل عنداللہ مستحق اجر بے حساب وثواب بے شمار کا ہے۔ خاص کر جب کہ تعظیم و تجلیل اُس یوم مبارک کی مقصود ہو جس میں کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور اُس پر فرحت و سرور کا اظہار کرے۔ امید ہے خداوند کریم سے بہ برکت اس کے اپنے فضل عمیم سے اُس کے فاعل کو جنت نعیم میں داخل فرمائے۔

اہل اسلام کا ہمیشہ سے یہ طریق ہے کہ اس محفل پاک کا اہتمام کرتے ہیں، بیان فضائل کے لیے محفلیں منعقد کرتے ہیں، جن کو ذکر منیف سننے کی دعوت دی جاتی ہے اُن کی دعوت کرتے ہیں، عمدہ کھانے پکاتے ہیں، مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں، صدقات وخیرات سے اظہار خوشی کا کرتے ہیں اور ذکر شریف پڑھ کر اور سن کر بزرگی حاصل کرتے ہیں، رحم فرمائے پروردگار اُس پر جس نے لیالی ونہار ایام مبارک کو خوشی ولادت میں عید بنایا ہو اور دشمنان رسول اللہ ﷺ کو زینت واہتمام شان دکھلا کر جلایا ہو۔ جیسا کہ مواہب میں مرقوم ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خوشی میلاد میں جو دعوتیں کی جاتی ہیں اور مجامع اہل اسلام میں ذکر شریف پڑھا جاتا ہے اور وقت ذکر ولادت قیام ہوتا ہے، محفل میں بخور سلگایا جاتا ہے، گلاب چھڑکا جاتا ہے، مکان فرش وفروش سے آراستہ و پیراستہ کیا جاتا ہے، بعد ختم قرأت قرآن کی جاتی ہے اور حضور ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے اور اظہار فرحت وسرور کا ہوتا ہے، بلاشک یہ فضیلت مستحسنہ اور بدعت مستحبہ ہے، اس واسطے کہ ہر بدعت حرام نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعتیں واجب ہوتی ہیں جیسے ردّ فرق ضالہ کے لیے دلائل کا قائم کرنا اور نحو وصرف ودیگر علوم معینہ کا حاصل کرنا واجب ہے تا کہ فہم کتاب وسنت بہ خوبی میسر آئے۔ بعض بدعتیں مندوب ہیں جیسے پُل، سرائے، مدارس کی تعمیر۔

بعض مباح ہیں جیسے ماکل ومشارب ولذایذ میں توسیع ۔ یہ سب شرح مناوی علی الجامع الصغیر میں تہذیب نووی سے منقول ہے۔ جواس کا منکر ہے وہ مبتدع ،اُس کا قول قابل توجہ والتفات نہیں، حاکم اسلام پرواجب ہے کہ ایسے شخص کوتعزیر دے۔واللہ اعلم و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ و سلم۔

مواهیر علمائے مدینه طیبه (۱) محمد امین مفتی حنفی (۲) جعفر حسین البرزنجی مفتی شافعی (۳) عبدالجبار مفتی حنبلی (۴) جمال الدین سید (۵) ابراہیم بن خیار(۶) سید یوسف(۷) السید محمد علی (۸) السید عبداللہ بن سید احمد (۹) محمد بن احمد رفاعی (۱۰) عمر بن علی (۱۱) علی حریری (۱۲) سید مصطفیٰ (۱۳) سراج احمد (۱۴) حسن ادیب (۱۵) ابوالبرکات (۱۶) عبدالقادر مشاط (۱۷) سید سالم (۱۸) احمد الحبشی (۱۹) محمد نور سلیمانی (۲۰) عبدالرحیم البرعی (۲۱) محمد عثمان کردی (۲۲) قاسم (۲۳) عبدالعزیز ہاشمی (۲۴) یوسف رومی (۲۵) محسن (۲۶) مبارک بن سعید (۲۷) حامد (۲۸) محمد ہاشم بن حسن (۲۹) عبداللہ بن علی (۳۰) عبدالرحمٰن الصفوی۔

[فتویٰ علمائے مکہ مکرمہ:]

شکر ہے اُس پروردگار کا جو بندوں کوصواب کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ پروردگار میرے علم میں زیادتی کر اور تحریر جواب کی ہدایت بخش۔ جانو عمل مولد شریف اس کیفیت مذکورہ فی السوال پر مستحسن ومستحب ہے، کیوں کہ علمائے متقدمین نے اس فعل کا استحسان کیا ہے۔ امام ابوشامہ شیخ النووی کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث میں [اور] امام ابن حجر کتاب فتح المبین میں اس کا استحسان ثابت فرماتے ہیں:

''کیا اچھی بات ہے جو مولد شریف میں کی جاتی ہے، تقسیم لذایذ فقرا وامرا کو، اظہار زینت وسرور کا، اس خوشی پر یہ کل امور مشعر ہیں محبت نبی ﷺ سے اور دلالت کرتے ہیں قلب فاعل میں اُن کی تعظیم واجلال کے ہونے پر اور اس میں اظہار شکر بھی ہے پروردگار کی اُس نعمت پر کہ اُس نے رحمۃ اللعالمین ﷺ کو ہم میں بھیج کر من واحسان فرمایا۔ یہ ذکر پاک امان ہے اس عالم کے لیے اور مبارک باد فوری ہے حصول مرام کے لیے''۔

علامہ برزنجی عقد الجواهر میں استحسان ذکر شریف کا یوں فرماتے ہیں: قد استحسن القیام

عند ذكر ولادة الشريف ائمة ذو رواية ورؤية فطوبى لمن كان تعظيمه ﷺ غاية مرامه و مرماه [ترجمہ:مولودشریف کے ذکر کے وقت محدثین وفقہانے قیام کوامر مستحسن قرار دیا ہےتو خوش خبری ہےاس شخص کے لیےجس نے آپ ﷺ کی تعظیم کواپنا مطمح نظر بنالیا ہے۔]
منکراس کا اللہ ومسلمانوں کے نزدیک عامل بدعت شنیعہ کا ہے، کیوں کہ شئ حسن پر انکار کرتا ہے۔
آقائے دوعالم ﷺ ارشادفرماتے ہیں:عن ابن مسعود ماراه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن [ترجمہ:حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ جس کومسلمان بہترسمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی بہتر ہے۔] یہاں مسلمانوں سے مرادعلمائے عاملین عرب ومصروروم وشام و اندلس ہیں۔سب نے اس کا استحسان کا فتویٰ دیااورسلف سے خلف تک سب نے اس کوحسن جانا، گویااجماع امت اس پر پالیا گیااور جوامراجماع سے ثابت ہوجائے وہ حق ہے،گمراہی نہیں ہو سکتا، بہ موجب ارشادسرورعالم ﷺ لا تجتمع امتی علی ضلالة [ترجمہ:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت گمراہی پرجمع نہیں ہوسکتی۔]حاکم شریعت پرواجب کہ منکرکوتعزیردے۔وما توفیقی الاباللہ۔

(۱) عبدالرحمٰن سراج سنی حنفی (۲)احمد دحلان مفتی شافعی (۳)حسن مفتی حنبلی (۴)محمد شرفی مفتی مالکی (۵)عبدالرحمٰن جمال حنفی (۶)حسن طیب حنفی (۷)سلیمان عیسی حنفی (۸)عبدالقادرخوگیرحنفی (۹)ابراہیم القیس حنفی (۱۰)محمد جار اللہ حنفی (۱۱)احمد اللہ عثمانی حنفی (۱۲)عبدالقادرشمس حنفی (۱۳)عبدالرحمٰن آفندی حنفی (۱۴)احمد ابوالخیر حنفی (۱۵)عبدالقادر مکی حنفی (۱۶)محمد سعید حنفی (۱۷)عبدالمطلب حنفی (۱۸)کمال احمد حنفی (۱۹)الادیب محمد سعید حنفی (۲۰)علی جودہ حنفی (۲۱)سیدعبداللہ کوشک حنفی (۲۲)حسین عرب حنفی (۲۳)ابراہیم نوموسی حنفی (۲۴)احمد امین حنفی (۲۵)شیخ فردوس حنفی (۲۶)عبدالرحمٰن عجمی حنفی (۲۷)عبداللہ قماشی حنفی (۲۸)محمد بااجل حنفی (۲۹)عبداللہ مشاط حنفی (۳۰)محمد سیوطی حنفی (۳۱)علی رہتی شافعی (۳۲)محمد صالح زواری شافعی (۳۳)محمد حبیب اللہ شافعی (۳۴)احمد النحراوی شافعی (۳۵)عبداللہ زواری شافعی (۳۶)سلیمان عقبی شافعی (۳۷)سیدعمر شبطی شافعی (۳۸)عبدالحمید عثمانی شافعی (۳۹)مصطفیٰ عقیقی شافعی (۴۰)منصورشافعی (۴۱)منشاوی شافعی (۴۲)محمد راضی شافعی۔

[فتویٰ علمائے جدہ:]

اے اللہ مجھے توفیق سچے جواب کی عطا فرما۔ جانو ذکر نبی کا اور آپ کے معجزات و مفاخر و مناقب کا اور احوال آپ کی سیرت وغیرہ کا اور محفل میں اُس کے سننے کو حاضر ہونا سنت ہے۔ حضرت حسان مسجد اقدس میں منبر پر کھڑے ہو کر فضائل رسول اللہ ﷺ سناتے، اصحاب کرام سنتے، حضور خوش ہوتے، حضرت حسان کے لیے دعا فرماتے، لیکن یہ صورت مجموعیہ بدعت حسن ہے، شرعاً اس کا انکار درست نہیں۔ نہ انکار کرے گا مگر وہ جس کے قلب میں کوئی شعبہ شعبوں نفاق سے ہوگا اور عداوت ہوگی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیوں کر انکار کی گنجائش ہو سکتی ہے جب کہ پروردگار فرماوے: ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب [ترجمہ: جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو بے شک یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔]

علی بن احمد یاصرین

جواب شیخ العلامہ کا صواب ہے۔ نہ مخالفت کرے گا اس کی مگر اہل نفاق، جو جو باتیں سوال میں مرقوم ہیں وہ سب حسن ہیں اور کیوں حسن نہ ہوں جب کہ اُن میں تعظیم رسول اللہ ﷺ مقصود و مطلوب ہو، نہ محروم کرے پروردگار ہم کو زیارت رسول اللہ ﷺ سے دنیا میں اور شفاعت سے آخرت میں جو تعظیم رسول اللہ ﷺ کا منکر ہے وہ ان دونوں سے محروم ہے۔

عباس بن جعفر بن صدیق قابلی حنفی

جانو ذکر ولادت و معجزات نبی ﷺ کا اور اُن کے سننے کو اجتماع ناس بلاشک وشبہ سنت ہے، لیکن اس صورت مخصوصہ سے جو مذکور ہیں اور جیسا کہ حرمین شریفین اور جمیع دیار عرب میں معمول ہے، بدعت حسنہ مستحبہ ہے۔، فاعل ثواب دیا جائے گا اور منکر و مانع عقاب وعتاب کیا جائے گا۔

احمد فتاح

ہاں اصل ذکر مولد شریف کی اور اُس کی سماعت سنت ہے اور اس کیفیت مجموعیہ کے ساتھ بدعت حسنہ مستحبہ اور فضیلت عظیمہ مقبولہ عند اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اثر میں وارد ہوا ہے: عن عبد اللّٰہ بن مسعود ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عنداللّٰہ حسن [ترجمہ: حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ جس کو مسلمان بہتر سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔] اور زمانۂ سلف

سے اس وقت تک کے مسلمانوں نے اہل علم وعرفان سے بالاتفاق سب نے حسن کہا بلانقصان۔ نہ انکار کرے گا اس کا مگر مانع خیر واحسان اور یہ کام ہے شیطان کا۔

محمد سلیمان

شکر خدا کا اور وہ کافی ہے اور درود مصطفیٰ ﷺ پر۔ ہاں ذکر ولادتِ نبی ﷺ اور معجزات اور حلیے کا اور محفل میں بہ غرض استماع حاضر ہونا اور تزئین مکان اور چھڑکنا گلاب کا اور سلگانا بخور کا اور تعیین یوم کی اور قیام ذکر ولادت اور تقسیم طعام یا ثمر اور قرأت قرآن یہ تمام باتیں مستحب ہیں بلا شک وریب۔ واللہ اعلم بالغیب۔

احمد جلیس

عمل مولد ان اشیائے مذکورہ کے ساتھ مستحب وحق ہے، بدعت ضلالت نہیں۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں لا تجتمع امتی علی ضلالة [ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔] امت نبی عرب ومصر وشام وروم واندلس اور جمیع بلاد اسلام کی مجتمع اور متفق ہے اوپر استحباب واستحسان ان امور کے۔

محمد صالح

ذکر ولادت نبی کو پڑھنا اور سننا سنت ہے اور ان اشیائے مذکورہ کا انضمام مستحب ہے اس ہیئت مجموعہ کے ساتھ۔ ذکر نبی ﷺ بلا مریہ مستحب ہے جیسا کہ جاری ہے دیار عربیہ میں۔

احمد بن عجلان احمد بن عثمان

عمل مولد شریف ان امور مذکورہ کے ساتھ بدعت حسنہ ہے۔ فاعل کو ثواب ہوگا اور مانع ومنکر گناہ گار ہے جو کچھ علمائے اعلام نے فرمایا وہ سب صحیح ودرست ہے۔

عبدالرحیم بن محمد زبیدی محمد صدفہ

[فتویٰ علمائے حدیدہ:]

الحمدللہ ہاں قرأت مولد شریف کی ان اشیائے مذکورہ کے ساتھ جائز بلکہ مستحب ہے، فاعل کو ثواب ہوگا۔ اس بارے میں علمائے اعلام نے تالیفیں فرمائی ہیں اور اس فعل پر مسلمانوں کو برانگیختہ کیا ہے اور فرمایا ہے نہ انکار کرے گا اس کا مگر مبتدع، حاکم شریعت پر تعزیر دینا ایسے شخص کا

واجب ہے۔

الفقیر الی اللہ یحییٰ بن مکرم

الحمد للہ جواب صحیح وثابت ہے۔محتاج ذکر عبارات ودلائل کانہیں اس کا انکار وہی کرے گا کہ جس کے قلب پر اللہ تعالیٰ نے مہر ماردی ہے۔علمائے اہل سنت نے نص فرما دی ہے کہ یہ فعل مستحسن ہے،فاعل کو امید ثواب کی ہے اور نہایت زور کے ساتھ منکرین کا رد فرمایا ہے،اگر تنگی وقت نہ ہوتی تو مَیں اُن کے نصوص،اُن کی تالیفات سے اس قدر ذکر کرتا کہ قلب علیل کو شفا دیتے اور سینوں کو کھول دیتے۔

علی شامی

الحمد للہ علامہ نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ سب صحیح ہے۔اللہ تعالیٰ اُن کو اُن کی کوشش کا بدلا عطا فرمائے۔ایسی کھلی ہوئی بات میں شک نہ کرے گا مگر وہ کہ مذہب سنت سے خارج ہے،ایسے مبتدع کو تعزیر دیناواجب ہے۔

علی بن عبداللہ

علامہ فہامہ نے جو کچھ فرمایاوہ صحیح ہے۔ذکر پاک معہ جملہ لوازمات کے شعائر الٰہی سے ہے اور جو شعائر الٰہی کی تعظیم بجالائے وہ متقی ہے۔

محمد بن سالم عایش

سید علامہ عباد نے جو کچھ تحقیق فرمایا وہ لائق اعتماد کے ہے۔اللہ تعالیٰ اُن کو بدلا اچھا دے اور برائیوں کو اُن سے دفع کردے۔

محمد بن ابراہیم حشیری

قرأت مولد شریف کی اور قیام کرنا اس میں مستحب ہے۔منکر مرتبۂ رسول اللہ ﷺ سے واقف نہیں۔

علی طحان

الحمد للہ قرأت مولد شریف اور قیام وقت ذکر ولادت اور جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں،اچھی ہیں،تعظیم مصطفیٰ ﷺ سے خبر دیتی ہیں اور کون زیادہ مستحق تعظیم کا ہے رسول اللہ ﷺ سے۔

محمد بن عبداللہ

الحمدللہ جو باتیں سوال میں ذکر کی گئی ہیں مستحب ہیں، فاعل مثاب ہے، منکر مبتدع ہے۔

محمد بن داؤد بن عبدالرحمٰن　　　علی بن ابراہیم الزبیدی

الحمد للہ جواب صحیح و درست ہے۔ اللہ تعالیٰ مجیب کو جزائے خیر دے، عمل مولد شریف اس صورت مجموعیہ کے ساتھ میں بلا شک مقبول ہے اکثر علما و صلحا نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اس عمل خیر پر خوشی و سرور فرماتے جیسا کہ کتابوں میں مذکور ہے۔

علی بن محمد حباب

شکر ہے اُس خدا کا جو تمام مصیبتوں میں کفایت کرتا ہے جو کچھ علمائے اعلام نے اس بارے میں تحقیق فرمایا ہے وہ صواب ہے، تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے لائق ہے، حاکم شریعت مطہرہ منکر کو زجر کرے اور تعزیر دے۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ و صحبہ و سلم۔

احمد بن محمد بن الخلیل

شکر ہے خدا کا جو جواب باصواب کی توفیق دینے والا ہے۔ قرأت مولد شریف کی عبارت ہے اعظم قربات سے اور دلالت کرتا ہے اللہ و رسول ﷺ کی محبت پر، فاعل کو بہت ثواب ہوگا حسن نیت پر جب کہ تعظیم رسول اللہ ﷺ مقصود ہو۔ علمائے اعلام نے اس بارے میں رسائل نظم و نثر تالیف فرمائے ہیں اور وقت ذکر ولادت قیام تعظیمی کو مستحسن فرمایا ہے، جو شعائر تعظیم ہو اُس کا اتباع اور بجا آوری ہم پر واجب ہے۔ ان باتوں سے نہ انکار کرے گا مگر مبتدع مخالف اہل سنت و جماعت جس کا کلام ہرگز قابل التفات نہیں۔ حاکم اسلام پر تعزیر دینا اُس کی واجب ہے اللّٰھم ارناالحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔

عبدالرحمٰن بن علی حضرمی

☆☆☆

[فتاویٰ علمائے ہند:]

اب ہندوستان کے چند علمائے مستندین کے فتاویٰ جو اپنے وقت میں فرد کامل تھے اور جن کا کمال علم و فضل و تقویٰ ہندوستان سے باہر بھی مقبول و مسلم ہے نقل کرتا ہوں، تاکہ ظاہر ہو جائے کہ اہل سنت والجماعت کا کیا مذہب ہے۔

ازاں جملہ علمائے فرنگی محل کا فتویٰ ہے جو ۱۲۷۹ ہجری میں مطبع مصطفائی میں مطبوع ہو چکا ہے۔اُس میں فرماتے ہیں:

مولد شریف کی تعیین خاص ماہ کے ساتھ فرض و واجب تو نہیں ہاں البتہ بہت علما و محدثین نے مستحب و مستحسن فرمایا ہے اور یہ بات کہ جو چیز قرون ثلثہ میں نہ ہو وہ بدعت سیئہ ہے صحیح نہیں اور جب کہ آیتِ کریمہ وتعزروہ و توقروہ [ترجمہ: اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور توقیر کرو۔] سے تعظیم آں حضرت ﷺ کی ثابت ہے تو کھڑا ہونا محفل میلاد میں وقت ذکر ولادت شریف جو منجملہ افراد تعظیم کے ہے اچھی طرح ثابت ہو گیا۔ فقط

(۱) ابوالبرکات رکن الدین محمد المدعو بتراب علی (۲) محمد سعداللہ عفی عنہ (۳) محمد لطف اللہ عفی عنہ وحماہ (۴) ابوالاحیا محمد المدعو بنعیم (۵) ابوالحسن محمد صالح (۶) محمد عبدالوحید (۷) ابو البقا محمد عبدالحکیم (۸) حفیظ اللہ (۹) نعیم اللہ (۱۰) علی محمد (۱۱) محمد عبدالحکیم۔

یہ فرنگی محل کے وہ علما ہیں جو علم کے چراغ اور عالم کے پیشوا گنے جاتے تھے۔ اس وقت بھی جو علمائے فرنگی محل ہیں وہ بھی محفل میلاد شریف اور دیگر لوازم و قیام وقت ذکر ولادت کو مستحسن فرماتے ہیں۔ ہاں مولوی عبدالحیٔ صاحب کو البتہ سنا جاتا ہے کہ قیام کے بارے میں کچھ کلام تھا، لیکن مولود شریف عزیز مطبوع نول کشور ۱۸۷۹ء کے اول میں مولوی صاحب تقریظ میں فرماتے ہیں کہ:

> اس رسالۂ میلاد شریف میں جو کچھ لکھا ہے عوام و خواص کو لازم ہے کہ اُس سب کی پابندی و تعلیم کریں اور اس کو شائع کریں۔

اس رسالے کے صفحہ ۶۹ پر یہ عبارت ہے:

> ہمارے پیشوا جو حدیث کے روایت کرنے والے اور سمجھنے والے ہیں اُنہوں نے بہتر سمجھا ہے کہ جب آپ کے پیدا ہونے کا ذکر آئے اُس وقت سب اُٹھ کھڑے ہوں اور کیا اچھے نصیب اُس کے جس کا دلی مقصد آپ کی تعظیم ہو۔

کتاب غایۃ المرام مطبوعہ مطبع علوی میں علما و فضلائے دہلی و رام پور و بریلی اور دیگر مقامات کے علمائے کاملین و محققین کے فتوے جمع کر کر چھاپے گئے تھے، اُن میں سے چند مواہیر نقل کر کر یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ اول سے لے کر آخر تک، ابتدا سے لے کر انتہا تک تمام ائمہ کاملین، علمائے

محققین متقدمین ومتاخرین حتی کہ آخری دور کے اسلامی بادشاہ رئیس المسلمین زین الدنیاوالدین ابوظفر سراج محمد بہادرشاہ غازی بھی محفل میلادشریف وقیام کے استحباب کے قائل ہیں۔ مہر ابوظفر سراج الدین محمد بہادرشاہ بادشاہ غازی

(۱)عبدہ احسن اللہ (۲)مفتی صدرالدین (۳)سید محمد حافظ (۴)محمد امام الدین (۵) قاضی احمد الدین (۶)دردل ودرجاں بداں حب محمد علی (۷)فقیر احمد سعید احمدی (۸)محمد عمر احمدی (۹)محمد مظہر (۱۰)کریم اللہ صاحب (۱۱)درفرید آمدہ دین محمدی (۱۲)مولوی حیدر علی صاحب (۱۳)مولوی دلدار بخش (۱۴)محمد حسن الزماں عفی عنہ (۱۵)محمد عزیز الدین (۱۶)سید تفضّل حسین (۱۷)سید یعقوب علی رضوی (۱۸)محمد رضا علی خاں (۱۹)محمد ہیں مخصوص اللہ کے (۲۰)احمد حسین (۲۱)میر محمود علی (۲۲)غلام حسین (۲۳)محمد عبدالواحد (۲۴)محمد لطف علی خاں (۲۵)درشہر علم محمد علی (۲۶)جلال الدین محمد کمال (۲۷)طالب المولیٰ مذکر (۲۸)عمدۃ العلما شرع متین مفتی شرف الدین (۲۹)محمد یعقوب علی عفی عنہ (۳۰)کرم نبی (۳۱)عبیداللہ ولد محمد رفیع اللہ (۳۲)عبدالکریم (۳۳)محمد عبدالعلی (۳۴)فخر العلما محمد عبدالجامع (۳۵)علی حسین (۳۶)محمد لطف اللہ (۳۷)ان اللہ جمیل ویحب الجمال (۳۸)نورالنبی (۳۹)محمد عبداللہ (۴۰)مقصودعلی (۴۱)علی الدین (۴۲)آل نبی (۴۳)حافظ شریف حسین (۴۴)نظام الدین احمد (۴۵)سبط محمد گل باغ جاوید (۴۶)شد از ظہور علم وعدل راشہرت (۴۷)محمد علی خادم العلما (۴۸)وزیر علی (۴۹)آمدہ تاج سر عالم علی (۵۰)شاہ علی خلف مولانا محبوب علی (۵۱)محمد سلامت اللہ (۵۲)فضل رسول بدایونی (۵۳)سید بشیر علی امروہوی (۵۴)محمد فضل حق (۵۵)رفیع اللہ (۵۶)محمد جلال الدین (۵۷)وحید الدین (۵۸)محمد فضل اللہ (۵۹)فضل حسن (۶۰)محمد عبدالحق (۶۱)محمد حیات (۶۲)محمد خلیل الرحمٰن (۶۳)محمد حیات ولد سید احمد۔

اگر علمائے اعلام کے فتاوائے قدیم ہی جمع کرنے کا قصد کیا جائے تو ایک دفتر بنتا ہے۔

گرآں جملہ را سعدی املا کند مگر دفترے دیگر انشا کند

اور اگر فتاوائے جدید نقل کروں تو ایک مجلد ضخیم ہوجائے اور وہ انتہا کو نہ پہنچیں مجھے چوں کہ تفہیم عوام منظور ہے اس لیے اسی قدر پر اکتفا کیا گیا ورنہ

در بندآں مباش کہ مضمون نماندہ است　　　　صد سال میتواں سخن از زلف یارگفت

جب قیام وقت ولادت منجملہ طرق تعظیم کے ہے اور اُس کی ممانعت پر شرع میں اصلاً کوئی دلیل نہیں محبت رسول اللہ ﷺ پر دلالت کرتا ہے، مقبول و مسلم جمہور اہل اسلام ہے، پھر کس مسلمان کو ایسے امر میں گنجائش کلام ہو سکتی ہے۔[حضرت تاج الفحول کی کتاب] سیف الاسلام المسلول میں ہے:

چوں قیام مجوث عنہ فردے است از افراد اجلال و تکریم حضرت نبی کریم ورسول رحیم ﷺ کہ عموماً و مطلقاً مطلوب شرع شریف است و ہیچ گونہ مزاحم کدامی امر محدود شارع نیست و در امور منقولہ محدودۂ شرعیہ خللے ازاں لازم نیست وعلمائے دین استحسان فرمودہ اند(۱۲۲)

[ترجمہ: جب زیر بحث قیام حضرت نبی کریم رسول رحیم ﷺ کی تعظیم و تکریم کا ایک فرد ہے جو کہ (یعنی آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم) عموماً اور مطلقاً مطلوب شرع ہے، اور شارع کے مقرر کردہ کسی امر شرعی سے مزاحم بھی نہیں ہے، اور اس کی وجہ سے شریعت کے امور منقولہ مقررہ میں خلل بھی نہیں ہے اور علمائے دین نے اس کو پسند کیا ہے۔]

[قیام وقت ولادت کی ایک وجہ:]

علاوہ اس قیام احترام و تعظیمی کے علمائے اعلام نے اور وجوہ سے بھی قیام وقت ولادت کو ثابت فرمایا ہے۔ پروردگار ارشاد فرماتا ہے: فبذلك فليفرحوا (۱۲۳) اس نعمت پر کہ ہم نے تمہارے درمیان میں اپنے نبی الرحمۃ ﷺ کو بھیج دیا اظہار فرحت و سرور کرو اور وقت خوشی و سرور کے قیام مندوب و مسنون ہے۔ خاص کر یہ تذکرۂ ولادت اس خوشی و سرور کے لیے مخصوص۔ بخاری میں ہے:

ابصر النبی ﷺ صبیانا و نساء ا مقبلین من عرس فقام فرحاً (۱۲۴)

۱۲۲۔ سیف الاسلام المسلول: ص ۳۷۔

۱۲۳۔ یونس: آیت ۵۸۔

۱۲۴۔ صحیح البخاری: کتاب النکاح، باب ذهاب النساء والصبیان الی العروس۔ حدیث نمبر ۵۱۸۰۔

کچھ بچوں اور عورتوں کو حضور ﷺ نے کسی شادی میں سے آتے دیکھا اُن کی خوشی کے سبب سے رسول اللہ ﷺ نے قیام تفضّل ورحمت فرمایا۔

توشیح میں ہے:

قام الیہم فرحا متفضلا علیہم۔

[ترجمہ: خوشی اور ان پر فضل وکرم فرماتے ہوئے آپ ﷺ ان بچوں کے لیے کھڑے ہو گئے۔]

اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے تذکرہ ولادت رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی دولت و نعمت، کوئی خوشی وفرحت ہو سکتی ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے ہماری نعمتوں کا شکریہ ادا کیا کرو۔ شکریۂ نعمت کے لیے قیام کرنا حدیث میں وارد۔ بخاری میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ کی برأت میں آیات کلام پاک تلاوت فرمائیں، اُن کی پاکی بیان کی تو حضرت عائشہ کی والدہ نے فرمایا: قومی الیہ (۱۲۵) یعنی رسول اللہ ﷺ کے شکریے کے لیے کھڑی ہو جاؤ۔

[اس حدیث کی شرح میں] علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

ای لاجل مابشرك بہ (۱۲۶)

چوں کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو بشارت پاکی کی سنائی ہے [اس لیے کھڑی ہو جاؤ۔]

حالات رسول اللہ ﷺ بیان کرنے والا جس وقت ولادت رسول اللہ ﷺ کا مژدہ پہنچائے اور اُس پر طلب اظہار فرحت وسرور کی کرے تو مسلمانوں کو اس واقعے سے بڑھ کر کون موقع ادائے شکریہ واظہار سرور کا ہو سکتا ہے۔ ذکر ولادت کا اہتمام شان فرمانے کے واسطے پروردگار اہل اسلام پر بعثت رسول اللہ ﷺ کا احسان جتلاتا ہے:

۱۲۵۔ الف: صحیح البخاری: کتاب التفسیر، باب لولآ اذ سمعتم ظن المؤمنون والمومنٰتُ بانفسھم خیراً۔ حدیث نمبر ۴۷۵۰۔

ب: صحیح مسلم: کتاب التوبۃ، باب فی حدیث الافك وقبول توبۃ القاذف۔ حدیث نمبر ۷۰۲۰۔

۱۲۶۔ ارشاد الساری: کتاب التفسیر، ج ۶/ص ۲۱۰۔

لقد من اللّٰہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا (۱۲۷)

[ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا ہی احسان کیا جب ان میں ایک رسول بھیجا۔]

[قیام وقت ولادت کی دوسری وجہ:]

امرِ مہتم بالشان کے لیے قیام کرنا حدیث سے ثابت ہے کما جاء فی المشکوٰۃ (۱۲۸) استفسار علاج وسوسے کے لیے حضرت عثمان حضرت ابوبکر کے سامنے کھڑے ہوئے اس مسئلے کو اہتمام شان ظاہر کرنے کے لیے کھڑے ہوکر دریافت فرمایا۔ امت رسول اللہ ﷺ کو ولادت رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کون امرِ مہتم بالشان ہوسکتا ہے۔

[قیام وقت ولادت کی تیسری وجہ:]

وقت ظہور آثار فتح کے اشعار مدحیہ حالت قیام میں پڑھنا ثابت۔ جب حضور عمرۃ القضا جس کو ''عمرۃ الفتح'' بھی کہتے ہیں ادا کرنے کو مکہ تشریف لے چلے ہیں تو حضرت ابن رواحہ حالت ذوق وشوق وسرور میں حضور ﷺ کے سامنے اشعار نعتیہ پڑھتے ہوئے چلتے تھے۔ حضرت عمر نے کہا ''اے ابن رواحہ! حرم محترم میں رسول اللہ ﷺ کے آگے اشعار پڑھتے ہو۔'' آپ نے ارشاد فرمایا ''اے عمر! الگ ہو جاؤ اس سے ہر آئینہ یہ اشعار تیز تر ہیں کفار کے حق میں چبھتے ہوئے تیر سے۔'' ذکر الٰہی سے شیطانوں کے کلیجے جل کر خاک ہو جاتے ہیں۔ اہل ایمان کے قلوب نور ایمان سے معمور ہو جاتے ہیں جیسا کہ ابن جوزی نے روایت کیا ہے اور بخاری میں ابن عباس سے مروی ہے کہ انسانوں کے دلوں میں شیطان گھسا ہوا ہے جب وہ ذکر الٰہی کرتا ہے، شیطان بھاگ جاتا ہے اور شرمندہ ہوتا ہے۔

اللہ کی یاد حضور سرور عالم ﷺ کی یاد میں منحصر ہے۔ جیسا کہ امام ابن عساکر اور قیاضی عیاض

۱۲۷۔ آل عمران: آیت ۱۶۴۔

۱۲۸۔ یہ حضرت ابوسعید خدری کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کو حضرت سعد بن معاذ کے لیے تعظیماً کھڑے ہونے کا حکم فرمایا تھا۔ دیکھیے مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الآداب، باب القیام، الفصل الاول۔ رواہ البخاری: کتاب الجہاد، باب اذانزل العدو علی حکم رجل۔ حدیث نمبر ۳۰۴۳۔

وغیرہما ائمہ کرام نے تفسیر و رفعنا لك ذکرك میں ذکر کیا ہے(۱۲۹)۔

ذاکر کو وقت بیان واقعہ ولادت یقینی شیطان پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور اُس وقت ایک مناسبت عمرۃ القضا کے ساتھ پائی جاتی ہے پس اُس وقت حالت شوق میں کھڑے ہو کر کلمات توصیفیہ بیان کرتے ہیں۔کوئی مسلمان لا الہ الا اللّٰہ کہنے والا تعظیم نام رسول اللہ ﷺ کے لیے اگر وقت بیان ولادت قیام تعظیمی واحترامی بجالائے یا خوشی ولادت میں کھڑا ہو جائے یا اس نعمت کے شکریے کے لیے قیام عمل میں لائے یا اُس کو امر مہتم بالشان سمجھ کر ذکر ولادت پر قیام کرے یا شیطانوں پر غلبۂ تام پانے کے وقت کھڑے ہو کر اشعار مدحیہ پڑھے تو فاعل بے چارہ ہدف سہام ملام،اس کا عامل عامل شرک وحرام اور دنیوی حکام کے لیے چاپلوسی سے سوسو مرتبہ قیام تعظیمی بجالایا جائے،عطاوانعام پر اظہار فرحت وسرور کی غرض سے سروقد کھڑے ہو کر مجرا ادا کیا جائے، تواضع واحترام ناجائز وحرام اُن کے ساتھ برتا جائے،وہ کچھ قابل اعتراض نہ ہو؟ہاں اعتراض اور محل ایراد وخدشات تو جب ہے کہ تعظیم رسول اللہ ﷺ برتی جائے نعوذ باللّٰہ من وساوس الشیاطین اللئام۔

[قیام وقت ولادت کی چوتھی وجہ:]

ان سب دلائل و براہین کو جانے دیں تو یہاں بیان ذکر شریف کے وقت خود رسول اللہ ﷺ سے قیام ثابت ہے۔ترمذی کے باب فضائل میں ہے:

فقام النبی ﷺ علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللّٰہ ﷺ علیك السلام قال انا محمد بن عبداللّٰہ بن عبدالمطلب ان اللّٰہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرهم ثم جعلهم فرقتین فجعلنی فی خیرهم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خیرهم قبیلة ثم جعلهم بیوتا فجعلنی

۱۲۹۔ قاضی عیاض نے آیت کریمہ و رفعنا لك ذکرك کے تحت حضرت ابوسعید خدری کی حدیث نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور کہا کہ میرا اور آپ کا رب ارشاد فرماتا ہے کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ مَیں نے کیسے آپ کا ذکر بلند کیا ہے؟حضور نے فرمایا کہ اللہ بہتر جانتا ہے،حضرت جبریل نے کہا کہ اللہ فرماتا ہے کہ آپ کا ذکر بلند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا۔دیکھیے:کتاب الشفا:ج۱/ص۱۹۔

فی خیرھم بیتاً و خیرھم نفساً(۱۳۰)

[ترجمہ: اللہ کے رسول ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے فرمایا میں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض خلقت میں پیدا کیا، پھر ان کے دوگروہ بنادیے مجھ کو ان کے بہترین گروہ میں پیدا کیا، پھر ان کو قبائل میں تقسیم کر دیا تو مجھ کو بہترین قبیلے میں کر دیا، پھر ان کے گھر بنائے تو مجھ کو بہترین گھرانے میں پیدا کیا، اور ذات کے اعتبار سے مجھے ان سب میں بہتر بنایا۔]

حضور ﷺ نے اپنے ان فضائل جلائل کو کھڑے ہو کر بیان فرمایا۔ جب وقت ذکر مطلق قیام رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوا تو خصوصیت وقت دون وقت اُس کو افراد مطلق سے خارج نہ کر دے گی، اس لیے کہ مطلق کا تحقق بہ ضمن افراد ہی ہوا کرتا ہے، اثنائے ذکر میں جس وقت بھی قیام کیا جائے گا تحت مطلق داخل ہوگا، جو حکم اُس خاص صورت کا تھا وہی اس کو عارض ہوگا نہ یہ کہ مطلق قیام کو تو جائز کہا جائے اور مقید کو بدعت وحرام۔ دیکھو امام نووی شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں کہ ''مصافحہ اول لقا کے وقت مطلقاً مسنون ہے''(۱۳۱)

اب جو فجر وعصر کے بعد رائج ہے یہ بہ وجہ اُس تقیید کے افراد مطلق سے جو مسنون ہے علیحدہ نہ ہوگا بلکہ اُسی اصل کی فرع ٹھہرے گا۔ یہ خصوصیت رافع سنیت نہیں ہوسکتی، بلکہ اُس کی مؤکد ومویّد ہو گی۔ تخصیص فعل مخصص ہے، اُس کے اختیار میں ہے وہ باعث منع نہیں ہوسکتی۔ مولوی رفیع الدین رسالہ نذور میں فرماتے ہیں:

فاتحہ طعام کہ بے شبہ از مستحسنات است و تخصیص کہ فعل مخصص است باختیار اوست کہ باعث منع نمی تواند شد ایں تخصیصات از قسم عرف و عادت اند کہ بہ مصالح خاصہ و مناسبتے خفیہ ابتداءً بہ ظہور آمدہ رفتہ رفتہ شیوع یافتہ درحق کھچڑہ صاحب درمختار و صاحب قنیہ و دیگر فقہا تصریح نمودہ اند و تخصیص

۱۳۰۔ جامع الترمذی: کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ۔ حدیث نمبر ۳۶۰۸۔

۱۳۱۔ کتاب الاذکار: ص ۲۳۶۔

آں حضرت ﷺ ذبح جانور و تقسیم گوشت آں را بہ صدایق خدیجہ کہ بہ طریق صحیح ثابت است۔

[ترجمہ: کھانے پر فاتحہ پڑھنا بلا شک وشبہ مستحسن ہے اور کسی کھانے کو خاص کرنا یہ مخصص کا فعل ہے اور یہ اس کے اختیار سے ہے جسے منع نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ یہ تخصیصات عرف و عادت کی قبیل سے ہیں، جو ابتداءً خاص مصلحتوں اور مناسبتوں کی بنا پر ظاہر ہوئیں پھر رفتہ رفتہ رواج پا گئیں، جیسا کہ کھچڑے کے حق میں صاحب در مختار اور صاحب قنیہ نیز دیگر فقہائے کرام نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا جانور کے ذبح کو خاص کرنا اور اس گوشت کو حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو تقسیم کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے۔]

یہ تخصیص قیام وقت ذکر ولادت اُسی مطلق قیام کی فرد ہے جو حضور سے ثابت ہے، حضور سے قیام کو ثابت مان کر پھر اس خصوصیت کی وجہ سے کہ وقت ذکر ولادت ہی کیوں مخصوص طریقہ سے قیام کیا جاتا ہے اس کو ناجائز بتانا اصول شریعت و اقوال علما سے ناواقفی کے باعث ہے، جب حضور ﷺ سے کھڑے ہو کر اپنے فضائل بیان فرمانا ثابت ہے تو کل ذکر کھڑے ہو کر کریں یا خاص طور پر کسی مناسبت خفیہ سے وقت ذکر ولادت قیام کریں سب درست اور مسنون ہے۔ جیسے وقت قیام حضور اصحاب کرام کا ادباً کھڑا ہو جانا ثابت ہے:

عن ابی هريرة قال كان رسول الله يجلس معنا فى المسجد يحدثنا اذا قام قمنا قياما حتى نراه قد دخل بعض بيوت ازواجه(۱۳۲)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمارے درمیان جلوہ افروز ہوتے، ہم سے گفتگو فرماتے جب حضور دولت سرا کو تشریف لے جانے کو اُٹھتے تو ہم حضور کے قیام کی وجہ سے کھڑے ہو جاتے اور جب تک کہ حضور ﷺ حجرات میں سے کسی حجرہ میں داخل نہ ہو جاتے، ادباً کھڑے رہتے۔

۱۳۲۔ مشکوۃ المصابیح: کتاب الادب، باب القیام، الفصل الثالث، رواہ البیہقی

قیام تعظیمی اُس وقت میں اگر چہ معتاد نہ تھا مگر حضور کے قیام فرمانے کی صورت میں اصحاب کرام کا جلوس اُن کے شانِ ایمان وادب کے ضرور خلاف تھا، یوں ہی اگر وقت قیام ذاکر اتباعا للقاری وادباً للذکر والذاکر [ذکر کرنے والے کی اتباع اور ذکر وذاکر کے ادب میں] اہل مجلس بھی قیام کریں تو یہ صورت ممنوع نہیں ہوسکتی۔ اس کو منع کرنا شانِ ایمان وادب سے بعید ہے۔ امام تقی الدین سبکی حضرت امام ابوزکریا یحییٰ صرصری (۱۳۳) کا یہ شعر

وان ینهض الاشراف عند سماعه

قیاما صفوفاً او جثیاً علی الرکب

سن کر کھڑے ہوگئے اور اعیان علما نے کہ اُس مجلس میں حاضر تھے اُن کے ساتھ قیام میں موافقت کی، تعظیم نعت شریف اور تعمیل ارشاد امام صرصری کے لیے کہ حاضرین حضور ﷺ کا اسم گرامی وذکر سامی سن کر کھڑے ہوجائیں، ادب وتعظیم بجالاویں سب کے سب کھڑے ہوگئے۔ پس اگر بیان واقعۂ ولادت کے لیے ذاکر کھڑا ہوجائے اور کہے:

اُٹھو وقت تعظیم احمد ہے یہ　　　بیانِ ظہور محمد ہے یہ

تو قوم کو اُس کی موافقت کرنا لازمی ہے۔ عین العلم میں ہے:

اہل زمانہ کے وہ عادات جو شرعاً منہی عنہا نہ ہوں اُن میں قوم کی موافقت ہی

۱۳۳۔ ابوزکریا یحییٰ بن یوسف صرصری انصاری حنبلی آپ اپنے زمانے میں حسان العصر کہلاتے تھے، آپ کے نعتیہ کلام کے بارے میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ وہ ۲۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ۶۵۶ھ میں تاتاری فتنے کے دوران بغداد میں شہید کیے گئے۔ (دیکھیے البدایۃ والنہایۃ: ج ۱۷/ص ۳۷۷)

یہ ایک قطعہ بند شعر ہے، فرماتے ہیں:

قلیل لمدح المصطفیٰ الخط بالذهب	علی فضة من خط احسن من کتب
وان ینهض الاشراف عند سماعه	قیاما صفوفاً او جثیاً علی الرکب
اما اللہ تعظیماً لہ کتب اسمه	علی عرشه یا رتبة سمت الرتب

ترجمہ: بہترین خط میں لکھنے والا اگر چاندی کے اوپر سونے کے خط سے لکھے تو بھی یہ حضور ﷺ کی مدحت میں کم ہے۔ اگر ان کا مبارک ذکر سن کر اشراف صف در صف یا اپنی سواریوں پر گھٹنوں کے بل کھڑے ہوجائیں تو بھی کم ہے۔ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی عزت وعظمت کی خاطر آپ کا نام نامی اپنے عرش پر نہیں لکھا ہے۔ واہ یہ کیا مرتبہ ہے جو تمام مرتبوں سے بلند ہوگیا۔

کرنا چاہیے۔

احکام عرف و عادات ہی پر مبنی ہوا کرتے ہیں، در بارۂ تعظیم اگر عرف و رواج کا خلاف کیا جائے گا تو عرفاً و رواجاً و شرعاً مذموم ٹھہرے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

والاحکام تتبنی علی العرف فیعتبر فی کل اقلیم وفی کل عصر عرف اھله(۱۳۴)

[ترجمہ: احکام عرف پر مبنی ہوتے ہیں، لہٰذا ہر خطے اور ہر زمانے میں اس خطے اور اس زمانے کے عرف کا اعتبار کیا جائے گا۔]

عرب میں اگر چہ قیام تعظیمی کا زاید دستور نہ تھا، مگر ہمارے یہاں معظمین کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا علامت تکریم ہے۔ پس اگر کوئی کسی اہلِ فضل کے لیے قیام نہ کرے گا تو ہر طرح قابل اعتراض ٹھہرے گا۔ یوں ہی یہ قیام وقت ولادت شعائر تعظیم رسول اللہ ﷺ سے ٹھہر گیا ہے اس کی بجا آوری محبت و تکریم رسول اللہ ﷺ کی نشانی ہے، ایسے فعل کو جس میں حضور ﷺ کی تعظیم نکلتی ہو اور شریعت سے اُس کا جواز بھی ثابت ہوتا ہو، قواعد شرعیہ اُس کی مخالفت نہ کرتے ہوں، کوئی نص اُس کی ممانعت میں وارد نہ ہو، عرصۂ دراز سے علما و صلحا میں رائج ہو اب اُس کو بدعت کہہ کر لوگوں کو ترک کی طرف رغبت دلانا خلاف طریقۂ سلف، دین میں نئی راہ نکالنا دلالت کرتا ہے کہ ضرور اس ٹٹی کی آڑ میں کوئی شکار کھیلنا ہے۔ ذکر شریف و قیام و لوازمات مخصوصہ پر اعتراضات واہیہ کرنا ظاہر کرتا ہے کہ یقینی کچھ دال میں کالا ہے، ورنہ محبوب کا ذکر کسی تعیین و تخصیص کے ساتھ کیوں نہ ہو محبّ کو حلاوت ہی بخشے گا، ذکر الحبیب طیب القلوب عشق و محبت کا کوچہ ہی اور ہے، یہاں کا کچھ نرالا طور ہے، مجنون تیر عشق کھائے ہوئے محبت لیلیٰ کے لطف اُٹھائے ہوا تھا، جبھی تو کتے سے نجس جانور کو چومتا، لیلیٰ کی گلیوں میں گھومتا، اُس کے شہر کے در و دیوار کو بوسہ دیتا، بے تابانہ ذوق و شوق میں ایسا کہتا:

امر علی الدیار دیار لیلیٰ | اُقبّل ذا الجدار و ذا الجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی | ولکن حب من سکن الدیار

۱۳۴۔ ردالمحتار: ج۵/ص۱۸۹۔

[ترجمہ: مَیں جب لیلیٰ کی گلیوں سے گذرتا ہوں تو کبھی اِس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں کبھی
اُس دیوار کو چومتا ہوں۔ یہ محبت ان گلیوں کی نہیں ہے جو میرے دل میں گھر کر گئی ہے
بلکہ یہ محبت فقط اس کی ہے جو اس دیار میں رہتا ہے۔]

حضرت محبوب الٰہی کو وعظ فرماتے سے کتے کے سامنے کس کے ادب نے کھڑا کر دیا؟ اُن کے شیشۂ دل میں کون سبز پری تھی؟ یہ اُنہیں حضرتِ عشق کی جلوہ گری تھی۔ اب ذرا ایمان کو نگاہ رکھ کر انصاف و غور کرنا چاہیے کہ جس کے دل میں حضور ﷺ کی محبت و تعظیم ہوگی، جو ادب و توقیر محمد رسول اللہ ﷺ پر مائل ہوگا اُس سے اُن باتوں پر جو مشعر عزت و عظمت رسول اللہ ﷺ خیال کی جاتی ہوں کیوں کر اعتراض کیا جائے گا؟ مخالفین کے یہ جھوٹے حیلے حوالے ضرور عشق رسول اللہ ﷺ کا پتہ دیتے ہیں؟ مومنِ منصف کے لیے تو یہ چند وجوہ ہی جن سے آفتاب تاباں کی طرح حق واضح ہوگیا اثبات قیام کے لیے کافی اور منکر کے واسطے میدان انکار قبیح و نزاع شنیع ایسا وسیع کہ اگر دفتر ہوں جب بھی غیر وافی کہ اہل حق منکرین کے دین و دیانت کا یہیں سے اندازہ کر لیں گے کہ قرآن و حدیث سے کسی چیز کا حرام و ممنوع نہ ہونا ہی دلیل اُس کے جواز و اباحت کی ہے، مگر باوجود اس کے ہم نے واسطے نزہت خاطر اہل ایمان و تبکیت مخالفان قیام وقت ذکر ولادت کو پھر بھی یہ چند وجوہ ثابت کر دکھایا۔ نصوص آیات باہرات و احادیث زاکیات و اقوال علمائے معتمدین و سلف صالحین سے مثل فلق الصبح روشن کر دیا کہ قیام وقت ذکر ولادت مندوب ہے۔ اہل حق کا عرصۂ دراز سے یہی اسلوب ہے، چوں کہ اب شعار تعظیم میں داخل ہے، اس لیے اُس کا ترک دلیل بد مذہبی ہے۔

اب مخالفین بھی تو دکھائیں کہ اُن کے پاس کیا ہے جس پر یہ شور و غوغا ہے؟ جمع خرچ زبانی اُس پر اس قدر لسانی اسی برتے پر پتا پانی، شعار اہل اسلام میں اُن کا خلاف ناجائز، مخالفین کے حق میں وعید و من یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی (۱۳۵) [ترجمہ: وہ جو مسلمانوں کے طریقے کے خلاف چلتا ہے تو ہم بھی اس کو اسی راستہ پر چلاتے جائیں گے جس کی طرف وہ پھر گیا] وارد۔ صالحین کے طریقوں کی پابندی مرغوب، اُنہیں کی روش اختیار کرنا محبوب۔

۱۳۵۔ النساء: ۱۱۵۔

رہا یہ امر کہ آنِ واحد میں متعدد مقامات پر کیوں کر آپ ﷺ کی رونق افروزی ممکن ہے؟ آپ ﷺ ہر جگہ محافل ذکر میں کس طور تشریف لے جاتے ہوں گے جو یہ قیام تعظیم تشریف آوری کیا جاتا ہے؟ اس کا جواب بھی سنیے اور اس عقیدۂ خبیثہ سے توبہ کیجیے۔

قبل اس سے کہ اس اعتراض کے متعلق کچھ گزارش کیا جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک تمہید عرض کروں تا کہ فہم مطلب میں اُس سے مدد ملے۔

[انبیا اور اولیا کی حیات بعد الممات:]

روح دو طرح کی ہے ایک حیوانی و نفسانی کہ جس کی مفارقت پر جسم مردہ بے جان ہو جاتا ہے۔ دوسری روح انسانی کہ وہ بعد موت بھی قائم و باقی رہتی ہے۔ روح حیوانی تو عام بہائم میں بھی ہوتی ہے اُس کا ہونا انسان کے لیے کچھ وجہ شرافت و کرامت نہ تھا۔ روح انسانی کوئی اور چیز اس سے علاوہ ہے اُسی کے بارے میں فرمایا گیا:

قل الروح من امر ربی (۱۳۶) [ترجمہ: آپ فرما دیجیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔]

روح انسانی عالم امر سے ہے اور تمام اشیائے ممکنات عالم خلق سے:

الا لہ الخلق والامر (۱۳۷) [ترجمہ: دیکھو اس کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔]

اسی وجہ سے اس کی حقیقت بیان نہیں ہو سکتی۔ شعر ؎

گر بگویم خلق یا بد پیچ و تاب　　　نظم و نسق ایں جہاں گردد خراب

[ترجمہ: اگر میں کہہ دوں تو مخلوق پیچ و تاب میں پڑ جائے اور دنیا کا نظم و نسق تہہ و بالا ہو جائے۔]

وہ نہ قسمت پذیر ہے نہ جوہر نہ عرض نہ قدیم۔ یہی معنے اُس کے عالم امر سے ہونے کے ہیں، اگر صرف روح حیوانی پر ہی دار و مدار ہوتا تو جسم کے مردہ ہو جانے کے بعد پھر عذاب و ثواب کس پر

۱۳۶۔ بنی اسرائیل: ۸۵۔

۱۳۷۔ الاعراف: ۵۴۔

ہوتا؟ تو معلوم ہوا کہ روح حیوانی کے فنا ہو جانے کے بعد بھی روح انسانی باقی رہتی ہے جیسے آئینے کے مکدر ہو جانے کے بعد پھر اُس میں کوئی شئے نظر نہیں آتی، لیکن وہ اشیا بہ ذات خود اُس کے تکدر کے باعث فنا نہیں ہو جاتیں:

گر مثالے خواہی از روح بشر	در فتیلہ شعلۂ و آتش نگر
پس فتیلہ قلب انسانی بداں	شعلہ اش را روح حیوانی بخواں
روح حیوانی بود روح منیر	لیک فرقے ہست ایں جادل پذیر
نور اصل و آتش شمع است فرع	از سماوی نور روشن گوئے شمع

جسم میں ہر وقت تغیر و تبدل رہتا ہے اول انسان ایک قطرہ منی ہوتا ہے، پھر خون بستہ، پھر مضغہ، پھر جاندار، پھر طفل و جوان و بوڑھا پھر مردہ۔ مولانا [روم] فرمایید [فرماتے ہیں]

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام	ہفت صد ہفتا د قالب دیدہ ام

مگر روح انسانی ہر وقت بہ حال خود قائم رہتی ہے، ہر ایک شئ کو دیکھتی ہے، ہر ایک بات کو سنتی ہے۔ انسان کی جملہ قوتوں اور تمام افعال وارادات کا دارومدار پانچ حواس ظاہری باصرہ، سامعہ، شامہ، لامسہ، ذائقہ اور پانچ حواس باطنی وہم وخیال وقوت حافظہ ومنصرفہ وحس مشترک پر ہے۔ خواب میں جب ان حواس ظاہری کو تعطل ہو جاتا ہے تو عالم ملکوت سے اُس کے دل کی طرف ایک دروازہ کھل جاتا ہے جس سے امور غیبی کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے اور جب تک کہ ان محسوسات ظاہری میں پھنسا رہتا ہے عالم ملکوت سے مناسبت حاصل نہیں ہوتی۔ خواب میں چوں کہ دل محسوسات ظاہری میں مشغول نہیں ہوتا تو اُس کا جوہر ذاتی ظاہر ہو جاتا ہے اور قوت متخیلہ چوں کہ حالت خواب میں بھی باقی رہتی ہے اس لیے جو کچھ نظر آتا ہے وہ صاف وصریح نہیں ہوتا۔ مرنے کے بعد پھر نہ حواس ظاہری رہتے ہیں نہ وہم وخیال تو اُس وقت ہر امر بے پردۂ و بے نقاب آشکار ہو جاتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

فكشفنا عنك غطاء ك فبصرك اليوم حديد(۱۳۸)

[ترجمہ: تو ہم نے تجھ سے پردہ اٹھالیا تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔]

۱۳۸۔ قٓ: ۲۲۔

پس ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کی ارواح جب ابدان سے مفارق ہو جاتی ہیں تو پروردگار اُن کو آزادی عطا فرما دیتا ہے، جنت میں رہتی ہیں، سیر کرتی ہیں، جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ روایت کیا اس کو عبداللہ بن مبارک نے جو اساتذۂ بخاری و شاگردانِ امام اعظم سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے موقوفاً اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں، طبرانی نے معجم کبیر میں، حاکم نے اپنی کتاب صحیح مستدرک میں، ابونعیم نے حلیہ میں بہ سند صحیح مرفوعاً اور ابوبکر بن شیبہ نے اپنی مصنف میں بہ الفاظ دیگر۔

خصوصاً ارواح شریفہ کہ وہ تو مدبرات سے ہو جاتی ہیں، یہاں تک کہ اہل اللہ عالم بے داری میں اپنے مخلصین سے ملتے ہیں، اُن کو فیض بخشتے ہیں، ناتواں بیماروں کو پانی پلاتے ہیں، کپڑے اُڑھاتے ہیں، جہادوں میں شریک ہوتے ہیں، دوستوں کی مدد فرماتے ہیں، دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں، جہازوں کو تباہی سے نکالتے ہیں، ڈوبتوں کو اچھالتے ہیں، مقامات سلوک کی تکمیل اور انذار و ابشار کی تعمیل کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب انفاس العارفین میں اپنے نانا سے ناقل ہیں:

یک بار حضور غوث اعظم را در یقظہ دیدم اسرار عظیم دراں محل تعلیم فرمودند (۱۳۹)

[ترجمہ: ایک مرتبہ حالت بیداری میں حضور غوث اعظم کی زیارت سے مشرف ہوا، اس مقام پر آپ نے عظیم الشان اسرار و معارف تعلیم فرمائے۔]

اسی میں لکھتے ہیں:

عجوزۂ را از مخلصان بعد وفات ایشاں تپ و لرزہ گرفت بغایت نزار گشت شبے بنوشیدن آب و پوشیدن لحاف محتاج شد و طاقت آں نداشت و کسے حاضر نبود متمثل شدہ آب دادند و لحاف پوشانیدند آں گاہ غائب شدند (۱۴۰)

[ترجمہ: حضرت شیخ محمد پھلتی (شاہ ولی اللہ کے نانا) کے وصال کے بعد ان کے مریدین میں سے ایک بوڑھی عورت کو جاڑہ بخار آ گیا، وہ انتہائی کمزور ہوگئی، ایک رات اسے پانی پینے اور لحاف اوڑھنے کی ضرورت ہوئی، لحاف اوڑھنے اور پانی پینے کی اس میں طاقت نہیں تھی اور اس کے پاس کوئی موجود بھی نہیں تھا کہ

آپ ظاہر ہوئے اسے پانی دیا اور لحاف اوڑھایا پھر اس جگہ سے غائب ہو گئے۔]

قاضی ثناءاللہ پانی پتی تذکرۃ الموتی میں فرماتے ہیں:

ارواح ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند و دوستان و معتقداں را دنیاو آخرت مددگاری می فرمایند و دشمنان را ہلاک نیاز ند و از ارواح بہ طریق اویسی فیض باطنی می رسد (۱۴۱)

[ترجمہ: ان لوگوں کی ارواح زمین، آسمان اور جنت میں سے جس جگہ بھی چاہتی ہیں جاتی ہیں، اپنے احباب اور مریدین کی دنیاو آخرت میں دست گیری کرتی ہیں، دشمنوں کو موت کا مزہ چکھاتی ہیں اور ان کی ارواح سے بہ طریق اویسی فیض باطنی پہنچتا ہے۔]

حجۃ اللہ البالغہ میں ہے:

اذا مات انقطعت العلاقات تلحق بالملئكة وصارمنهم وألهم كالهامهم وسعى فيما يسعون فيه وربما اشتغل هؤلاء باعلاء كلمة اللّٰه ونصر حزب اللّٰه وربما كان لهم لمّة خبر بابن آدم (۱۴۲)

یعنی جب اہل اللہ مرتے ہیں علائق بدنیہ سے منقطع ہو کر فرشتوں سے مل جاتے ہیں، اُنہیں میں سے ہو جاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القا کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی اُن کاموں میں کوشش کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اُس کے لشکر کو مدد دینے میں مشغول ہوتی ہیں، یعنی تعلیم و تلقین، ارشادِ جذب وسلوک اور جہاد اور قتل کفار اور امداد مسلمین ان سے ظہور میں آتا ہے اور کبھی بنی آدم سے اس لیے نزدیک ہوتی ہیں کہ اُن پر افاضۂ خیر فرمائیں

۱۴۱۔ تذکرۃ الموتی والقبور:۔

۱۴۲۔ حجۃ اللہ البالغۃ: باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ، ص:۳۴۔

اور جوامور کہ زندگانی میں کرتے تھے وہ سب بہ احسن وجوہ عمل میں لاتے ہیں،
قریب وبعید سے اُن کی نسبت برابر ہوتی ہے۔[مفہوم عبارت]

تفسیر مظہری میں ہے:

قد تواتر عن كثير من الاولياء انهم ينصرون اوليائهم و يدمرون
اعدائهم و يهدون الى الله تعالى من يشاء الله تعالى وقد ذكر
المجدد رحمه الله ان ارباب كمالات النبوة بالوراثة هم الصديقون
المقربون فى لسان الشرع فيعطى لهم الله موجوداً موهوباً۔

[ترجمہ: بہت سے اولیائے کرام سے تواتر کے ساتھ یہ مروی ہے کہ وہ اپنے
دوستوں کی مدد فرماتے ہیں، ان کے دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں، اللہ کی منشا کے
مطابق جس کو چاہتے ہیں راہ حق کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔ حضرت مجدد
رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ کمالات نبوت کے وارثین شرع مطہر کی زبان میں
یہی صدیقین ومقربان بارگاہ الٰہی ہیں، اللہ ان کو وہبی طاقت عطا فرماتا ہے۔]

وارثان مسند رسول اللہ ﷺ کے لیے موت وحیات یکساں ہے۔ اس موت کے بعد اُن کو پھر
دوسری حیات عطا ہوتی ہے جو اس حیات دنیوی سے اتم واکمل ہے۔ روح البیان میں ہے:

قال الجنيد قدس سره من كانت حياته بنفسه يكون مماته بذهاب
روحه ومن كانت حياته بربه فانه ينتقل من حياة الطبع الى حياة
الاصل وهى الحياة الحقيقية واذا كان القتيل بسيف الشريعة حيا
مرزوقا فكيف من قتل بسيف الصدق والحقيقة

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

قال القاشانى المقتول فى سبيل الله صنفان مقتول بالجهاد الاصغر
و بذل النفس طلبا رضى الله تعالى كما هوا لظاهر و مقتول
بالجهادالاكبر و كسر النفس وقتلها بشفرة الحب وقمع الهوى
كماروى من رسول الله انه قال عند رجوعه من بعض الغزو رجعنا

من الجهاد الا صغر الى الجهاد الا كبر و كلا الصنفين ليسوا باموات بل احياء عند ربهم بالحياة الحقيقية مجردين من د نس الطبائع مقربين فى حضرة القدس يرزقون وتفاوت درجاتهم بحسب تفاوت الاعمال والتدرج فى مراتب عالم الملك من السمٰوات العلى والجنات المحتوية على جميع المنىٰ(۱۴۳)

[ترجمہ: سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں جس شخص کی زندگی نفس کے ذریعے ہوتی ہے وہ روح نکلنے کے بعد مرجاتا ہے اور وہ شخص جس کی زندگی اس کے رب کے ذریعے ہوتی ہے تو وہ شخص حیات طبعی سے حیات اصلیہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہی حیات حقیقی ہے۔ جب انسان شریعت کی تلوار سے قتل ہوتا ہے تو وہ اس شان سے زندہ ہوتا ہے کہ اس کو رزق دیا جاتا ہے تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو صدق اور حقیقت کی تلوار سے شہید ہو۔ (یعنی وہ بدرجہ اولیٰ زندہ ہوگا)

ترجمۂ شعر: وہ شخص جس کا دل عشق الٰہی سے زندہ ہوتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا بلکہ اس کا نام عالم دنیا پر دائمی طور پر نقش ہو جاتا ہے۔

علامہ قاشانی فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں شہید ہونے والے لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو جہاد اصغر میں شہید ہوا اور اپنی جان کو اپنے رب کی رضا کے لیے داؤ پر لگا دے۔ دوسرے وہ جو جہاد اکبر میں شہید ہوا اور نفس کو محبت کی چھری سے قتل کرے اور خواہشات کو مٹا دے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ نے کسی غزوے سے واپسی کے وقت ارشاد فرمایا کہ یہ ہماری جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپسی ہے۔ ان دونوں قسموں کے شہید مرتے نہیں ہیں بلکہ وہ اپنے رب کے پاس حیات حقیقیہ کے ساتھ اس شان سے زندہ ہیں کہ حیات طبعی کے میل کچیل سے پاک ہیں اور بارگاہ مولیٰ میں

۱۴۳۔ روح البیان: ج ۲/ص ۱۲۵-۱۲۶۔

مقرب ہیں ان کو وہاں رزق دیا جاتا ہے۔ان کے مراتب و درجات میں تفاوت ان کے اعمال میں تفاوت کے اعتبار سے ہے۔]

اولیاء اللہ کے قرب منزلت کے متعلق حضرت شیخ [عبدالحق محدث دہلوی] شرح فتوح الغیب شریف میں لکھتے ہیں:

شیخ عبدالقادر جیلانی راموت نیست حیات وممات برابراست۔

ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہ ملفوظات میں فرماتے ہیں:

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی راموت نیست حیات وممات برابراست۔

پس وہ زندہ ہیں عالم میں باذن اللہ ہر قسم کا تصرف کرتے ہیں۔

حضرت امام شعرانی ''میزان'' میں فرماتے ہیں:

جمیع الائمة المجتهدین یشفعون فی اتباعهم ویلاحظون فی شدائدهم فی الدنیا والبرزخ و یوم القیامة حتی یجاوزوا الصراط (۱۴۴)

ترجمہ: تمام ائمہ مجتہدین اپنے اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں، دنیا و برزخ میں ہر جگہ کی سختیوں میں اُن پر نگاہ رکھتے ہیں، یہاں تک کہ پل صراط سے پار ہو جائیں۔

[امام عبدالوہاب شعرانی کی] کتاب الاجوبة عن ائمة الفقهاء والصوفية میں ہے:

ان ائمة الفقهاء والصوفية کلهم یشفعون فی مقلدیهم ویلاحظون احدهم عند طلوع روحه وعند سوال منکر و نکیر له وعندالنشر والحشروالحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنهم فی موقف من المواقف ولما مات شیخنا شیخ الاسلام ناصر الدین اللقانی رآه بعض الصالحین فی المنام فقال له: ما فعل الله بك فقال: لما اجلسنی الملکان فی القبر لیسئلانی اتاهم الامام مالك فقال مثل هذا یحتاج

۱۴۴۔ المیزان الکبری: ج/۱ص۱۳۔

الی سوال فی ایمانه بالله ورسوله؟ تنحیا عنه فتنحیا عنی انتهی ۔ واذا کان مشائخ الصوفیة یلاحظون اتباعهم ومریدیهم فی جمیع الاهوال والشدائد فی الدنیا والآخرة فکیف بائمة المذاهب الذین هم أوتاد الارض وارکان الدین وامناء الشارع ﷺ علی امته(۱۴۵)

ترجمہ: تمام ائمہ فقہا وصوفیہ اپنے اپنے مقلدوں اور تابع داروں کی شفاعت کریں گے اور جب اُن کے مقلدوں کی روح نکلتی ہے، جب منکر نکیر ان سے سوال کو آتے ہیں، جب اُن کا حشر ونشر ہوگا، جب نامۂ اعمال کھلیں گے، جب حساب لیا جائے گا، عمل تولے جائیں گے، جب صراط پر چلیں گے، غرض ہر حال میں اُن کی نگہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ اُن سے غافل نہیں ہوتے۔ ہمارے اُستاذ شیخ الاسلام امام ناصرالدین لقانی مالکی کا جب انتقال ہوا بعض صالحین نے اُنہیں خواب میں دیکھا، پوچھا ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟'' فرمایا ''جب منکر نکیر نے مجھے سوال کے لیے بٹھایا، امام مالک قدس سرہ تشریف لائے اور اُن سے فرمایا کہ ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اُس سے خدا اور رسول ﷺ پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے؟ الگ ہو اس کے پاس سے ہٹ جاؤ، یہ فرماتے ہی منکر نکیر مجھ سے علیحدہ ہو گئے''۔ جب مشائخ کرام ہر ہول وسختیوں کے وقت دنیا وآخرت میں اپنے مریدوں، مخلصوں پر نگاہِ کرم رکھتے ہیں، نگہبانی کرتے ہیں، مصیبت و بلا میں اُن کا لحاظ رکھتے ہیں، مدد کرتے ہیں تو اُن پیشوایانِ مذہب کا کیا کہنا جو زمین کی میخیں ہیں اور دین کے ستون اور شارع کی امت پر اُن کے امین۔

[انبیا اور اولیا کی ایک وقت میں متعدد مقامات پر جلوہ گری:]

مشائخین، صوفیہ، مجتہدینِ امت اپنے اپنے مریدین و متبعین کے جب ہر وقت خبر گیراں ونگراں

۱۴۵۔ امام عبدالوہاب الشعرانی کی کتاب ''کتاب الاجوبة عن ائمة الفقها والصوفیة'' دستیاب نہیں ہوئی، البتہ امام شعرانی نے اپنی دوسری کتاب میزان شریعة الکبریٰ میں یہ عبارت نقل فرمائی ہے۔ دیکھیے: المیزان الکبری ج ۱/ص ۶۵۔

ہیں تو مثلاً ایک مخلص یا مقلد مشرق میں ہوا ایک مغرب میں اسی طرح سو مرید و مخلص سو جگہ پر ہوں اور ہر ایک کسی مصیبت و بلا میں گرفتار ہو تو اُن کے پیر و دست گیر اُن کی مدد کے واسطے وہاں موجود ہوں گے۔ جب یہ بات حد تواتر کو پہنچ لی اور مسلم و مقبول جمہور علمائے محققین ہو لی کہ زمین پر اللہ کے ایسے نیک بندے ہر وقت موجود ہیں کہ جو بے کس و تنہا گرفتار مصیبت و بلا صدق و دل سے اُن کو پکارے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، منادی خواہ مشرق میں ہو خواہ مغرب میں وہ فوراً مدد کو پہنچتے ہیں اور اُس کی دست گیری فرماتے ہیں۔ اہل ایمان کو اس میں تردد نہیں ہوسکتا کہ کمل اولیاء اللہ قرب و بعد مکان و جسمی سے پاک ہیں۔ تمام روئے زمین اُن کی نظر میں مثل دسترخوان، مثل ناخن، مثل کف دست و دانہ رائی کے ہے، اُن کے سامنے سے تمام حجابات مرتفع ہیں، جہانِ علوی و سفلی میں پھرتے ہیں، ہر عاجز کی دست گیری، ہر مستغیث کی فریاد رسی اُن کا کام ہے تو اُن کے مراتب قرب و شان قدرت کے آگے کیا بعید ہے کہ وہ ایک آن میں چند جا تشریف فرما ہوں یا ایک صورت کی چند صورتیں کر لیں یا اپنی شکل اصلی کو چھوڑ کر دوسری شکل اختیار کر لیں، جو صدق دل سے اُن کو یاد کرے، اپنی شان عزت سے اُس کے اوپر کرم فرمادیں، اُن کی شان عالم ظاہر کے شیونات سے برتر ہے، اُن کے مراتب ہمارے ادراک و بیان سے باہر ہیں۔ شعر ۔

ساکنانِ محفل صدق خدا	برتر اند از عرش و کرسی و سما

جنہوں نے اولیا کے مراتب کو نہ سمجھا، اپنی بے بصری و نافہمی سے اُن کو مثل اپنے جانا وہ گمراہ ہو گئے۔

انبیا کے مرتبوں کا ذکر کیا	اولیا کا مرتبہ بھی ہے بڑا
اولیا سے بھی خیالِ ہم سری	ہے کمالِ گمرہی و کافری
من چہ گویم حال ایں اہلِ ضلال	پیش ازیں فرمود مولانا جلال
جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد	کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد
اشقیا را دیدۂ بینا نبود	نیک و بد در دید شاں یکساں نمود
ہم سری باانبیا برداشتند	اولیا را ہم چو خود پنداشتند
گفت اینک ما بشر ایشاں بشر	ما و ایشاں بستہ خوابیم و خور

ایں نہ دانستند ایشاں از عمی　　　ہست فرقے درمیاں بے منتہی

[ترجمہ: مَیں ان گمراہوں کا حال کیا بتاؤں، مجھ سے پیشتر مولانا جلال الدین رومی فرما چکے ہیں کہ ایک عالم اس سبب سے گمراہ ہوگیا کم ہی لوگ ابدال حق سے آگاہ ہوئے۔ بدبختوں کے پاس دیدۂ بینا نہیں ہوتا نیک و بد ان کی نظر میں برابر ہوتا ہے۔ وہ بد بخت انبیا علیہم السلام سے ہمسری اور برابری کا دعویٰ کر رہے ہیں، اولیاء اللہ کو اپنے جیسا گمان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم بھی بشر ہیں یہ (انبیا و اولیا) بھی بشر ہیں، ہم بھی سوتے اور کھاتے پیتے ہیں یہ بھی سوتے اور کھاتے پیتے ہیں۔ اپنی کور نگاہی کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے اور انبیا و اولیا کے درمیان بے انتہا فرق ہے۔]

روح کا اور حال ہے جسم کا اور حال، جنہوں نے ایسا نہ سمجھا، ایک کو دوسرے پر قیاس کر لیا وہ غلطی میں پڑ گئے۔

امام جلال الدین سیوطی شرح سنن نسائی میں فرماتے ہیں:

ان للروح شانا آخر فتكون فی الرفيق الاعلی وهی متصلة بالبدن بحيث اذا سلّم المسلم علی صاحبها رد عليه السلام وهی فی مكانها هناك (۱۴۶)

انما ياتی الغلط ههنا من قياس الغائب علی الشاهد فيعتقد أن الروح من جنس مايعهد من الاجسام التی اذا شغلت مكانا لم يكن ان تكون فی غيره وهذا غلط محض (۱۴۷)

[اس عبارت کا] حاصل یہ ہے کہ روح کو بدن کے ساتھ ایسا اتصال ہے کہ باوجود مفارقت کے مردہ سنتا ہے، ادراک کرتا ہے، سلام کا جواب دیتا ہے تو روح رفیق اعلیٰ میں بھی ہے اور بدن کے ساتھ بھی متصل ہے، جب سلام کرنے والا اُس پر سلام کرتا ہے تو وہ اُس کو جواب دیتا ہے حالاں کہ روح اُس کی رفیق اعلیٰ میں ہے۔ جو لوگ اس بات کو نہیں سمجھے وہ غلطی میں پڑ گئے منشا

۱۴۶۔ زهر الربیٰ علی المجتبیٰ شرح سنن نسائی: ج۴/ص۱۰۹۔

۱۴۷۔ مرجع سابق: ج۴/ص۱۱۰۔

اُن کی غلطی کا یہ ہوا کہ اُنہوں نے بے دیکھی ہوئی چیز کو دیکھی ہوئی چیز پر قیاس کیا۔ یوں سمجھ لیا کہ روح کا حال بھی جسم کا سا ہے کہ جب ایک مکان میں ہو تو اُسی وقت دوسرے مکان میں اُس کا ہونا ممکن نہیں۔

قاضی ثناء اللہ تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:

اولیا گفتہ اند ارواحنا اجسادنا و اجسادنا ارواحنا یعنی ارواح ایشاں کار اجساد می کند و گاہے اجساد از غایت لطافت بہ رنگ ارواح می برآید می گویند رسول خدا ﷺ را سایہ نبود ارواح ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند و بہ سبب ہمیں حیات اجساد آنہا را در قبر خاک نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت نمود ارواح مومنین ہر جا کہ خواہد سیر کند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالیٰ اجساد ایشاں را قوت ارواح می دہد کہ در قبور نماز می خوانند و ذکر می کنند و قرآن می خوانند (۱۴۸)۔

[ترجمہ: اولیائے کرام نے فرمایا کہ ہماری روحیں ہمارے جسم (کی طرح) ہیں اور ہمارے جسم ہماری روح (کی طرح) ہیں۔ یعنی ان اولیائے کرام کی روحیں جسم کی مانند کام کرتی ہیں اور کبھی جسم انتہائی لطافت کی بنا پر روح کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رسول انور ﷺ کے جسم کا سایہ نہیں تھا۔ ان اولیائے کرام کی روحیں آسمان و زمیں اور جنت وغیرہ جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں، اسی حیات اجساد کی وجہ سے ان کے جسم قبر میں مٹی نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کا کفن بھی باقی رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا نے مالک سے روایت کیا ہے کہ مومنین کی روحیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں اور مومنین سے مراد مومنین کاملین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی طاقت دیتا ہے کہ قبروں میں یہ نماز پڑھتے ہیں، ذکر الٰہی کرتے ہیں اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔]

پس عقل و نقل دونوں کے نزدیک مسلم و مقبول ہے کہ اولیاء اللہ آنِ واحد میں متعدد مقام پر تشریف

۱۴۸۔ تذکرۃ الموتیٰ والقبور:۔

لاتے ہیں، اپنے مخلصین کے حال پر توجہات مخصوصہ مبذول فرماتے ہیں۔

بھجة الاسرار میں ہے کہ حضرت سیدنا غوث الاعظم کی وقت واحد میں متعدد اشخاص نے دعوت کی، آپ اپنے دولت خانے ہی پر رونق افروز رہے اور ہر شخص یہ کہتا تھا کہ ہمارے یہاں تشریف لائے، شریک دعوت ہوئے۔

علامہ سیوطی نے اس بارے میں رسالہ لکھا ہے(۱۴۹) اُس میں فرماتے ہیں:

کہ آن واحد میں وجود شخص واحد امکنۂ متعددہ میں مطابق قواعد شریعت کے ہے اور عقل بھی اُس کو مستحیل نہیں سمجھتی۔ بڑے بڑے ائمۂ اعلام کے کلام سے اس کا ثبوت فرمایا ہے مثل علامہ علاء الدین قونوی شارح حاوی، شیخ تاج الدین سبکی، شیخ کریم الدین آملی شیخ الخانقاہ الصلاحیہ، شیخ صفی الدین ابن ابی منصور، عبدالغفار بن نوع القوصی صاحب الوحید، شیخ عفیف یافعی، شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ، سراج بن الملقن، برہان الابناسی، شیخ عبداللہ المنوفی، اُن کے تلمیذ شیخ خلیل مالکی صاحبِ مختصر، محمد بن ابراہیم تلمسانی مالکی اور دیگر ائمہ کثیر اس کو ممکن ہی نہیں بلکہ واقع بتا رہے ہیں۔

اس حضور کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ تشکل میں صور متعدد ہوں، دوسرے طی ارض یعنی زمین ایسی لپیٹ دی جائے جس سے مکان واحد سمجھا جائے، تیسرے جثۂ ولی ایسا عظیم ہو جائے کہ دنیا کو گھیر لے اور ہر چیز کو اُس کے مکان میں پائے جیسے ملک الموت اور منکر نکیر کا حال ہے۔[ترجمہ ملخصاً](۱۵۰)

یہ مضمون مذکور ہے المنجلی فی تطور الولی میں۔

۱۴۹۔امام سیوطی کے اس رسالے کا نام ''المنجلی في تطور الولی ''ہے، امام سیوطی نے شیخ عبدالقار طشطوطی کے بارے میں ایک فتوٰی دیا تھا (جس کا ذکر اسی کتاب میں آگے آرہا ہے) اس پر ان کے بعض معاصرین نے اعتراض کیا کہ ایک شخص کا ایک ہی وقت میں متعدد جگہ میں ہونا محال ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں امام سیوطی نے مذکورہ رسالہ تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ امام سیوطی کے مجموعہ فتاوٰی ''الحاوی للفتاوٰی ''میں موجود ہے۔ دیکھیے: الحاوی للفتاوٰی : باب الطلاق، ج۱/ ازص ۲۱۷/تا ۲۲۲۔

۱۵۰۔المنجلی في تطور الولی: مشمولہ الحاوی للفتاوٰی: ج۱/ص ۲۱۷۔

غلامانِ امتِ محمد رسول اللہ ﷺ کو جب یہ کمالات حاصل ہوں تو پھر اُس آقائے دو عالم ﷺ کی شان عزت کب ادراک میں آسکتی ہے کہ جن کے اتباع کی برکت سے غلاموں کو یہ مراتب ارفع و اعلیٰ عطا فرمائے جائیں۔ یہ بات نہایت ظاہر سے ظاہر ہے کہ امت کا کمال درحقیقت آپ ﷺ کا ہی کمال ہے۔عقائد کا مسئلہ ہے، ولی کی کرامت پیغمبر کا معجزہ ہے۔ پروردگار نے آپ کی شان عزت دکھلانے کو آپ کے اولیائے امت کو اُن کمالات سے ممتاز فرمادیا کہ جو خود حضور ﷺ کو عطا کیے گئے تھے۔قال الامام العارف الربانی الشیخ الشعرانی فی المیزان [عارف ربانی امام شعرانی نے اپنی کتاب میزان میں فرمایا ہے کہ:]

کل مقام کان لرسول اللّٰه یجوز ان یکون لخواص امته مالم یرد نص بخلافه۔

[ترجمہ: ہر وہ مقام بلند جو حضور ﷺ کو حاصل تھا جائز ہے کہ وہ آپ کی امت کے مخصوصین کے لیے بھی ہو جب تک کہ اس کے خلاف کوئی نص وارد نہ ہو جائے۔]

متبعانِ شریعتِ محمدی و جاں نثاران وغلامانِ بارگاہِ نبوی جو منصبِ ولایت پر فائز ہوتے ہیں تو یہ مرتبہ اُن کو بہ طفیل اتباعِ حضور ﷺ ہی حاصل ہوتا ہے۔سیرت محمدیہ میں ہے:

ما جاز الانبیاء معجزة جاز للاولیاء کرامة۔

[ترجمہ: جو چیز انبیا کے لیے بہ طور معجزہ ممکن ہے، وہ چیز اولیا کے لیے بہ طور کرامت ممکن ہے]

ولی متبع شریعت کو ہی کہتے ہیں۔ وصول الی اللہ کا راستہ بھی شریعت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ قرآن شریف کھل کر بتا رہا ہے کہ خدا تک پہنچنے کے تمام راستے بند کردیے گئے، سوائے راستہ محمد رسول اللہ ﷺ کے، یہ وہ راہ ہے کہ پانچ وقت نماز میں اُس کا مانگنا اُس پر استقامت کی دعا کرنی ہر مسلمان پر واجب ہے۔اھدنا الصراط المستقیم (۱۵۱)[ترجمہ: اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔]

۱۵۱۔الفاتحہ:۵۔

حضرت عبداللہ بن عباس وامام ابوالعالیہ وامام حسن بصری فرماتے ہیں کہ ’’صراط مستقیم رسول اللہ ﷺ وصاحبین ہیں‘‘۔ دوسری جگہ یہی مضمون یوں ارشاد ہوتا ہے کہ ’’اسی سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔‘‘ ان ربی علی صراط مستقیم (۱۵۲)[ترجمہ: بے شک میرا رب حق وانصاف کی سیدھی راہ چلاتا ہے۔] اور فرمایا جاتا ہے یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے کہ پرہیز گاری کرو، اسی کی پیروی کرو اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کردیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تاکید فرماتا ہے:

ان ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذلکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون (۱۵۳)

[ترجمہ: بے شک یہی میرا مقرر کیا ہوا سیدھا راستہ ہے تو اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ تمہیں بھٹکا کر تتر بتر کردیں گی، یہ بات ہے جس کا خدائے تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گار ہوجاؤ۔]

اسی اتباع کی برکت سے متبعین سے وہ وہ باتیں ظہور میں آتی ہیں کہ جو عقول کو عاجز کرنے والی ہیں، پانی پر چلتے ہیں، ہوا پر اُڑتے ہیں، پتھروں سے کلام کرتے ہیں، مصیبت زدوں کے کام آتے ہیں، عالم میں ہر قسم کے تصرف کی قدرت رکھتے ہیں۔

کرامات الاولیاء حق فتظہر الکرامۃ علی طریق نقض العادۃ للولی من قطع المسافۃ البعیدۃ فی المدۃ القلیلۃ وظہور الطعام والشراب عند الحاجۃ وللمشی علی الماء والطیران فی الھواء وکلام الجماد والعجماء واندفاع المتوجہ من البلاء وکفایۃ المھم من الاعداء وغیرذلک من الاشیاء ویکون ذلک معجزۃ للرسول الذی ظہرت ھذہ الکرامۃ لواحد من امتہ کما فی عقائد النسفیۃ وغیرھا۔ وقال الامام المستغفری فی کتاب دلائل النبوۃ کرامات الاولیاء حق بکتاب اللّٰہ

۱۵۲۔ ھود:۵۶۔

۱۵۳۔ الانعام:۱۵۳۔

والاثار الصحيحة المروية واجماع اهل السنة انتهى (۱۵۴)
[ترجمہ:اولیائے کرام کی کرامتیں برحق ہیں، ولی کی کرامت خارق عادت کے طور پر ظاہر ہوتی ہے، جیسے تھوڑی مدت میں طویل مسافت طے کرنا، ضرورت کے وقت کھانے اور پانی کا ظاہر ہونا، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، پتھر اور بے زبانوں سے کلام کرنا، بلا ومصیبت کو دور کرنا، دشمن کے شر کو دفع کرنا وغیرہ یہ تمام چیزیں رسول کا معجزہ ہوتی ہیں جو ان کی امت کے کسی فرد سے کرامت کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسا عقائد نسفی وغیرہ میں ہے۔ امام مستغفری اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں فرماتے ہیں: اولیاء اللہ کی کرامت کتاب اللہ، احادیث صحیحہ اور اجماع اہل سنت وجماعت سے ثابت ہے]

کرامات اولیائے امت معجزۂ رسول اللہ ہے، جس کو پروردگار صدق نبوت کے لیے اُن کے ہاتھوں پر ظاہر فرماتا ہے، اُنہیں کے وجود کی برکت سے عالم سے بلائیں دفع ہوتی ہیں، نعمائے الٰہی مستحقین کو حسب استعداد پہنچتے ہیں، پروردگار اُن کو عالم کا والی بنا دیتا ہے۔
نفحات [الانس] میں کشف المحجوب سے منقول ہے:

خداوند سبحانہ برہان نبوی را باقی گردانیدہ است و اولیا را سبب اظہار آں کردہ تا پیوستہ آیات حق و حجت صدق محمد ظاہر شدہ می باشد و مر ایشاں را والیان عالم گردانیدہ از آسمان باراں بہ برکت قدم ایشاں بارد و از زمین نبات بہ صفائے احوال ایشاں روید [و با کافران مسلمان نصرت بہ ہمت ایشاں یابند] و ایں شاں چہار ہزار اند کہ مکتومان اند۔

اخبار بدین وارداست و سخن اولیا بدین ناطق و مرا خود اندرین معنی بحمد اللہ خبر عیاں گشت اما آں کہ اہل حل وعقد اند و سرہنگان درگاہ حق اندسی صد اند کہ مر ایشاں را اخیار خوانند و چہل دیگر کہ ایشاں را ابدال خوانند و ہفت دیگر ایشاں را

۱۵۴۔ مصنف نے یہ عبارت کس کتاب سے نقل کی ہے معلوم نہیں ہوسکا۔ البتہ عبارت کا ابتدائی حصہ عقائد نسفیہ کا ہے۔ دیکھیے: شرح عقائد نسفی: ص۹۱/تا۹۳۔

ابرار خوانند و چہار دیگر اند کہ ایشاں را اوتاد خوانند و سہ دیگر اند کہ ایشاں را نقبا خوانند و یکے دیگر کہ وے را قطب وغوث خوانند۔

صاحب فتوحات مکیہ رجال ہفت گانہ را ابدال گفتہ است و درانجا ذکر کردہ است کہ حق سبحانہ تعالیٰ زمین را ہفت اقلیم گردانیدہ است و ہفت تن از بندگان خود برگزیدہ و ایشاں را ابدال نام نہادہ و وجود ہر اقلیمے را بوجودے کے از اں ہفت تن نگاہ میدارد و گفتہ است کہ من در حرم مکہ با ایشاں جمع شدم و بر ایشاں سلام کردم و ایشاں برمن سلام گفتہ اند و با ایشاں سخن گفتہ ام فمارأیت فیما رأیت احسن سمتا منهم و لا اکثر شغلا منهم بالله تعالیٰ (۱۵۵)۔

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے براہین نبوت کو آج تک باقی رکھا ہے اور اولیا کو اس کے اظہار کا سبب بنایا ہے تا کہ آیات حق اور حضور ﷺ کی صداقت کے دلائل ہمیشہ ظاہر ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو جہان کا والی بنایا ہے، آسمان سے رحمتوں کی بارش انہیں کے قدموں کی برکت سے ہوتی ہے اور زمین میں جو کچھ اگتا ہے وہ انہیں کی برکت اور ان کے احوال کی صفائی کی بدولت پیدا ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ میں سے چار ہزار تو وہ ہیں جو پوشیدہ رہتے ہیں، ان کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں اور اولیائے کرام کے اقوال اس پر شاہد و ناطق ہیں۔ مجھ پر خود بحمد اللہ اس کے معانی ظاہر ہو چکے ہیں۔ جو اولیا حق تعالیٰ کی بارگاہ کے لشکری اور مشکلات کو حل کرنے والے اور حل شدہ کو بند کرنے والے ہیں ان کی تعداد تین سو ہے، ان کو اخیار کہا جاتا ہے اور چالیس وہ ہیں جن کو ابدال کہا جاتا ہے اور سات وہ ہیں جن کو ابرار اور چار وہ ہیں جن کو اوتاد اور تین وہ ہیں جن کو نقبا اور ایک وہ ہے جسے قطب اور غوث کہا جاتا ہے۔

صاحب فتوحات مکیہ [شیخ اکبر محی الدین عربی] نے سات رجال کو ابدال کہا ہے، فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو سات اقلیم میں بنایا ہے اور اپنے

۱۵۵۔ نفحات الانس: ص ۱۴۔

بندوں میں سات بندوں کو چن لیا ہے اور ان کا نام ابدال رکھا ہے۔ان اقالیم میں ہر اقلیم کا وجود انہیں ساتھ ابدال کے وجود سے قائم ہے۔[شیخ اکبر] فرماتے ہیں کہ مَیں نے حرم مکہ میں ان ساتوں سے ملاقات کی ہے، مَیں نے انہیں سلام کیا انہوں نے مجھے سلام کیا، مَیں نے ان سے گفتگو کی، مَیں نے ان سے زیادہ حسین اور ان سے زیادہ اللہ کی یاد میں مشغول رہنے والا نہیں دیکھا۔]

یہ ابدال و اوتاد وغیرہ وہ مقبولان بارگاہ حق ہیں کہ جن کی شان ارفع و اعلیٰ میں آقائے دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں وبھم ترزقون وبھم تمطرون (۱۵۶)[انہیں کے صدقے تمہیں رزق دیا جاتا ہے، انہیں کے صدقے تم پر بارش کی جاتی ہے۔] جن کے طفیل میں بلائیں دفع ہوتی ہوں، بقائے وجود عالم جن کا صدقہ ہو تو اُن کی شان کے آگے کیا کچھ مقام تعجب ہے، اگر اُن کے کمالات بے حد اور تصرفات بعید سے ایک ادنیٰ سی بات یہ ہو کہ ایک قدم میں مشرق سے مغرب تک پہنچیں، آن واحد میں ہزار جگہ موجود ہوں۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ اُن کے پاس ایک سوال آیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی اگر رات شیخ عبدالقادر طشطوطی میرے یہاں تشریف نہ لائے ہوں مَیں جھوٹ کہتا ہوں تو میری زوجہ کو طلاق ہے۔ دوسرے شخص نے بھی اسی طور کہا اس صورت میں طلاق کس کی زوجہ پر واقع ہوگی؟ امام سیوطی فرماتے ہیں حضرت شیخ کے گھر قاصد بھیج کر مَیں نے دریافت کیا کہ آپ شب کس کے یہاں تشریف لے گئے تھے؟ جواب میں کہلا بھیجا اگر چالیس آدمی اسی طور کہیں تو وہ سب

۱۵۶۔مکمل حدیث اس طرح ہے:لا یزال فی امتی سبعة لا یدعون الله فی شئی الا استجاب لهم بهم تنصرون وبهم تمطرون [ترجمہ: میری امت میں سات لوگ ایسے ہمیشہ رہیں گے کہ جب بھی وہ دعا کریں گے اللہ ان کی دعا قبول فرمائے گا، ان کے صدقے تمہاری مدد کی جائے گی اور ان کے صدقے تم پر بارش کی جائے گی] اس حدیث کو امام معمر بن راشد نے اپنی جامع میں اور امام ابن مبارک نے کتاب الجہاد میں مرسلاً روایت کیا ہے۔امام عبدالرزاق الصنعانی نے بھی اپنی کتاب مصنف میں اس کو روایت کیا ہے، الفاظ میں قدرے اختلاف ہے، فرماتے ہیں:لا یزال فیکم سبعة بهم تنصرون وبهم تمطرون وبهم ترزقون حتی یأ تي امر الله [ترجمہ:تم میں سات لوگ ایسے رہیں گے جن کی وجہ سے تمہاری مدد کی جائے گی، ان کی وجہ سے تم پر بارش کی جائے گی اور ان کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جائے گا یہاں تک کے اللہ کا وعدہ (یعنی قیامت) آجائے گی۔

سچے ہیں، پس مَیں نے جواب میں سوال کے یہ فتویٰ دیا کہ کوئی حانث نہیں ہوا طلاق کسی پر واقع نہ ہوئی کیوں کہ ایک صورت کا چند جا ہونا اور ایک شخص کا ایک وقت میں چند جا ہونا واقع ہے جیسا کہ جنات کے لیے ہے۔(۱۵۷)

مجدد الف ثانی [مکتوبات] مجلد ثانی میں فرماتے ہیں:

ہر گاہ کہ جنیان را بتقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ مشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بہ وقوع آرند ارواح کمل را اگر ایں قدرت عطا فرمایند چہ محل تعجب است و چہ احتیاج بہ بدن دیگر ازیں قبیل است آنچہ بعضے اولیاء اللہ نقل می کنند کہ در یک آن درامکنۂ متعددہ حاضر می گردند و افعال متبائنہ بہ وقوع می آرند و ہم چنیں عزیزے کہ در ہندوستان توطن دارد و از اں دیار نہ برآمدہ است جمیع از حضرت مکہ معظّمہ می آیند می گویند کہ آں عزیز را در حرم کعبہ دیدہ ایم و چنیں درمیان ما و عزیز گزشتہ است و جمع دیگر نقل می کنند کہ ما اورا در روم دیدہ ایم و جمع دیگر از بغداد دیدہ اند ایں ہمہ شکل لطایف آں عزیز است بہ اشکال مختلفہ (۱۵۸) و ہم چنیں ارباب حاجات از اعزہ احیا و اموات دراں مخاوف و مہا لک مدد ہا طلب می نمایند و می بینند کہ آں صور اعزہ حاضر شدہ دفع بلیہ از ینہاں نمودہ است از ما و شما بہانہ برساختہ اند و ایں شکل گاہ در عالم شہادت بود و گاہ در عالم مثال چناں چہ در یک شب ہزار کس آں سرور را علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام بہ صور مختلفہ در خواب می بینند و استفادہا می نمایند ایں ہمہ تشکل صفات و لطایف اوست بہ صورتہاے مثالی و ہم چنیں مریداں از صورت مثالی پیراں استفادہا می نمایند و حل مشکلات می فرمایند۔

۱۵۷۔المنجلی في تطور الولي: مشمولہ الحاوی للفتاویٰ: باب الطلاق، ج۱/ص ۲۱۷۔

۱۵۸۔ جدی سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ فضل رسول القادری العثمانی البدایونی بار ہا یوم جمعہ بعد طلوع بدایوں سے روانہ ہوئے اور گاہ نماز جمعہ میں دہلی دیکھے گئے، گاہ حرم کعبہ میں، گاہ سرکار اجمیر میں۔اس حال کے دیکھنے والے اب تک موجود تھے۔عبدالحامد مقتدری بدایونی۔

[ترجمہ: جب کہ جنات کو تقدیر الٰہی سے یہ قدرت ہوتی ہے کہ مختلف شکلیں اختیار کر لیں، ان سے محیر العقول عجیب وغریب اعمال وقوع پذیر ہوں تو اگر کامل روحوں کو اللہ یہ قدرت عطا فرمادے تو کیا تعجب ہے اور انہیں دوسرے جسم کی بھی حاجت نہیں۔ اسی قبیل سے ہے وہ جو بعض اولیائے کرام سے منقول ہے کہ ایک وقت میں متعدد جگہ حاضر ہو گئے اور مختلف افعال واعمال ایک وقت میں کیے۔ اسی طرح کا واقعہ ہے کہ ایک عزیز جو ہندوستان میں رہتا ہے اور کبھی اس ملک سے باہر نہیں گیا تمام وہ لوگ جو مکہ معظّمہ سے واپس آتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم نے اس عزیز کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے، ہمارے اور اس کے درمیان ایسا ایسا ہوا۔ دوسرے بہت سے لوگوں نے بیان کیا کہ ہم نے اسے روم میں دیکھا ہے۔ اسی طرح دوسرے لوگوں نے کہا ہم نے اسے بغداد میں دیکھا ہے۔ اشکال مختلفہ کے ساتھ یہ تمام اس عزیز کی لطیف شکلیں ہیں۔ اسی طرح ارباب حاجات خوف و ہلاکت کی جگہوں میں اپنے زندہ و مردہ اعزہ سے مدد طلب کرتے ہیں اور وہ دیکھتے ہی کہ اعزہ کی صورت حاضر ہوئی اور ان سے بلا کو دور کر دیا۔ یہ شکل کبھی عالم شہادت میں ہوتی ہے اور کبھی عالم مثال میں، چنانچہ ایک رات میں ہزار لوگ حضور ﷺ کو دیکھتے ہیں اور ان سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب بہ صورت مثالی آپ کی صفات و لطائف کا تشکل ہے۔ اسی طرح مرید پیر کی صورت مثالی سے استفادہ کرتے ہیں اور مشکلات حل کرتے ہیں۔]

شاہ ابوالذکا مولانا مولوی سراج الدین محمد سلامت اللہ صاحب رسالہ ''تبشیر الوریٰ'' میں نقل کرتے ہیں:

حضرت شاہ بولن صاحب دادا میاں خواجہ احمد رام پوری کی حکایت مشہور و معروف ہے کہ وہ ایک وقت میں ہندوستان میں بھی موجود تھے اور اُسی وقت کعبے کا طواف بھی فرمایا۔ اس روایت کے وہ ناقلین ثقات وعدول کہ جنہوں

نے بہ چشم خود شاہ صاحب کو دیکھا ہے۔ ایک دو واسطے سے اب بھی رام پور میں موجود ہیں۔ اُن میں سے بعض نے فقیر سے بیان کیا کہ تھوڑی دیر میں ہندوستان سے مکہ معظّمہ کو پہنچ کر وہاں سے مدینہ منورہ اور وہاں سے کابل ہوتے ہوئے پھر ہندوستان آ گئے۔(۱۵۹)

ازخود فانی باحق باقی شراب حقیقت کے ساقی حضرت شاہ بلاقی جن کا مزار مقدس مرادآباد میں ہے ایک روز میں سات مقام پر نماز عید ادا فرمائی۔ جیسا کہ سید شاہ حفیظ اللہ عباسی ہاشمی قادری خلیفہ حضرت شاہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کتاب ''بیت المعرفت'' میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت اقدس قدس سرہ الباقی نماز عید دوگانہ عید در مرادآباد و نہٹور و سیوہارہ و شیر کوٹ و نگینہ و جلال آباد و کرتپور با صدہا مردم گزاردہ اند و مصافحہ و معانقہ کردہ شہر بہ شہر گفتگو رو داد آخر الامر ہمہ حیران ماندند۔

[ترجمہ: حضرت نے عید کی دوگانہ نماز مرادآباد، نہٹور، سیوہارہ، شیرکوٹ، نگینہ، جلال آباد، کرتپور میں سیکڑوں لوگوں کے ساتھ ادا کی نیز مصافحہ و معانقہ بھی کیا۔ یہ بات مختلف شہروں میں پھیل گئی، آخر کار سب لوگ حیران رہ گئے۔]

نیز اُسی کتاب میں مرقوم ہے کہ شرکت تقریب شادی کے لیے سادات نہٹور نے حضرت کو اطلاعی خط تحریر کیا چوں کہ علم کسی خاص جگہ پر فروکش ہونے کا نہ تھا اس خیال سے متفرق خطوط متفرق مقامات پر روانہ کیے، اُن تمام مقامات سے جوابات حضرت کے دست خط و مہر سے مزین پہنچے:

قریب دوازدہ رقعہ مہری جمع شدند ہمہ در حیرت افتادند کہ ایں اسرار الٰہی است در فہمید ما نمی آید کہ یک کس در یک وقت بہ مکانات مختلف الاطراف چگونہ باشد۔

[ترجمہ: تقریباً بارہ خط مہر سے مزین جمع ہوئے، سب حیرت میں پڑ گئے کہ یہ کیا

۱۵۹۔ تبشیر الوریٰ بحضور المصطفیٰ مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری (وفات: ۱۳۳۸ھ) کا رسالہ ہے، راقم کو دستیاب نہ ہو سکا۔

رازِ الٰہی ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر کیسے ہوسکتا ہے۔]

تفسیر [روح البیان میں]ذو مرة فاستویٰ (۱۶۰) [کے ضمن] میں ہے:

جبریل صورت اصل پر مستقیم ومستقر ہوئے جس پر اُن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تھا، نہ صورت حضرت دحیہ پر جس میں اکثر وحی لے کر آیا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم کے پاس بہ صورت مہمان آئے، حضرت داؤد کے پاس مدعی مدعا علیہ بن کر آئے۔ شیطان مجمع قریش میں بہ صورت شیخ نجد شریک مشورہ ہوا، یہاں پر بہ ظاہر یہ اعتراض وارد ہوسکتا ہے کہ فرشتہ یا غیر فرشتہ کوئی تبدیل صورت یعنی تفسیر ترکیب وتالیف پر سوائے خدا کے قدرت نہیں رکھتا۔ اُس کا جواب یہ ہے کہ تفسیر صورت اللہ تعالیٰ کا ہی فعل ہے، وہ فرشتوں یا خاص بندوں کو وہ قوت دیتا ہے کہ اس بدن معہود کے سوا وہ دوسرے بدن غیر معہود میں بھی تصرف کرنے لگتے ہیں، جیسے کہ یہ شان ابدال کی ہے وہ ایک جگہ سے انتقال کر جاتے ہیں اور وہاں اپنی صورت کے مشابہ ایک صورت اور چھوڑ جاتے ہیں۔ چناں چہ حضرت جبریل صورت اصلی کو چھوڑ کر کبھی حضرت دحیہ امیر عرب کی شکل میں، کبھی کسی بدوی کی شکل میں آتے۔ اسی جگہ سے اولیاء اللہ کا یہ مقولہ مقبولہ ہے الواحد یتکثر والمعانی تتجسد.

اگر اس مضمون کے اثبات کے لیے قصد دلائل جمع کرنے کا کیا جائے تو وہ علیحدہ ایک کتاب بن سکتی ہے، لیکن مَیں نے اُس کے فصوح وکثرت کو دیکھ کر طریق ایجاز اختیار کیا۔

میزان میں شیخ محمد خضری کے حال میں لکھا ہے آپ نے ایک دن میں پچاس جگہ نماز جمعہ پڑھائی۔ شیخ حسین ابو علی جن کا مزار مصر میں ہے اُن کے مریدین بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت رات دن صورت بدلتے رہتے تھے، کسی وقت کسی صورت میں گویا یہ اُنہوں نے اپنی دھج بنا رکھی تھی، یہاں تک کہ درندوں چار پایوں کی شکل میں ظاہر ہوتے۔ ایک روز اُن کے دشمنوں نے موقع پا کر قتل کر ڈالا، صبح کو پھر سب نے نماز پڑھتے دیکھا۔ بات یہ تھی کہ دشمنوں کے عزم کا حال اُن کو بہ ذریعے کشف والہام کے معلوم ہو گیا تھا، آپ وہاں سے دوسری جگہ تشریف لے گئے اور

۱۶۰۔ النجم:۶۔

یہاں اپنی شبیہ ومثال چھوڑ گئے، دشمن نابینا سمجھے کہ یہی شیخ حسین ہیں حالاں کہ وہ آپ کی بہت سی صورتوں میں سے ایک صورت تھی، مگر مخلوق نادان اس بھید کو کیا جانے اور اولیاء اللہ کے مرتبوں کو جو خارج از وہم و قیاس ہیں کیا پہچانے۔ اس صورت بدلنے اور ایک صورت سے چند صورت ہو جانے کی یہ صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خلعت امر کن سے روح کو نوازتا ہے تو اس کو قدرت بخشتا ہے کہ جس قدر جسموں کی چاہے مدبر ہو جائے، اولیاء اللہ کو یہ بات دنیا میں بہ طور کرامت عطا ہوتی ہے اور آخرت میں یہ امر پیدائشی اُن کو عطا ہوگا کہ ایک شخص متعدد جسم کا مدبر ہوگا، جس طرح ایک روح تمام اعضائے بدن کی مدبر ہوتی ہے اور ایک عضو کی تدبیر اور شکلیں تصرف روح کو دوسرے عضو کے تصرف اور تدبیر سے باز نہیں رکھتا جیسے تو ایک آنِ واحد میں سنتا ہے، دیکھتا ہے، ہاتھ سے پکڑتا ہے اور چلتا ہے، پس ایک آن میں روح سب اعضا سے کام لیتی ہے اور ایک شان اُس کو دوسری شان سے مانع نہیں ہوتی۔ یہی حال ہے اولیاء اللہ کے چند صورتوں میں تدبیر و تصرف کا اور چند جسموں میں ایک وقت ہونے کا اور اُن سب جسموں کی پرداخت کا کہ ایک روحِ ولی ہزار جسم کو پا لیتی ہے اور اُس میں تدبیر و تصرف کرتی ہے چناں چہ اس کی مثال خود تیرے جسم میں موجود ہے انتہی۔ ترجمہ روح البیان مع زیادتِ توضیح۔(۱۶۱)

اُسی میں والجبال او تاداً کی تفسیر میں ہے:

او تاداً فی الحقیقت سردارِ اولیا ہیں اور خواص اصفیا ہیں۔ وہ مانند پہاڑ کے ثابت و برقرار ہیں اُنہیں کی وجہ سے زمین کا وجود ثابت ہے۔(۱۶۲)

قطعیت وجود ابدال و اوتاد وغیرہ کی اور ایک آن میں اُن کے متعدد مقامات پر تشریف فرما ہونے کی قرآن و احادیث سے مقطوع و متیقن ہے، یہاں تک کہ سیوطی نے اسی بارے میں خاص ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے، اُس کا نام "الخبر الدال علی وجود القطب والاوتاد والنجبا والابدال" رکھا۔ محققین نے اُس کو سند میں ذکر کیا۔

۱۶۱۔ یہ روح البیان کی چند عبارتوں کا تلخیصی ترجمہ ہے۔ دیکھیے: روح البیان: علامہ اسماعیل حقی، ج ۹/ از ص ۲۱۴ تا ص ۲۱۷، (تفسیر سورۂ والنجم)

۱۶۲۔ روح البیان: ج ۱۰/ ص ۲۹۴ (تفسیر سورۂ نباء)۔

صاحب حصن حصین شریف متعلق حدیث یا عباداللہ اعینونی [اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو] لکھتے ہیں کہ ''یہ حدیث ابدالانِ الٰہی کی شان میں ہے'' (۱۶۳)۔ جمع الجوامع میں ابویعلی اورطبرانی سے منقول اذا انفلتت دابة احدکم (الخ) (۱۶۴) اورطبرانی کی ایک روایت میں ہے اذا ضل احدکم شیئا (الخ)۔

جامع الدرر شرح حصن حصین میں اس حدیث کے متعلق ہے ھذا حدیث حسن۔ مسند بزار میں ابن عباس سے یہ حدیث مرفوعاً مروی، حافظ ہیثمی نے مجمع الزواید میں اس کو نقل کر کر لکھا ورجالہ ثقات (۱۶۵) حافظ ابن حجر عسقلانی نے زوائد بزار میں اس کی تحسین کی۔ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں عبداللہ بن عباس سے روایت کیا (۱۶۶)۔ طبرانی نے معجم کبیر میں عتبہ بن غزوان سے، ابن سنی نے عبداللہ بن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا (۱۶۷)۔ حافظ جلال الدین سیوطی، حافظ جوزی، ملاعلی قاری وغیرہم نے اس حدیث کو حجت مانا۔ تذکرۃ الموضوعات میں اس حدیث کو لکھ کر کہا ھو صحیح وان شئت قلت متواتر یقطع بوجود الابدال ضرورة (۱۶۸) [یہ روایت صحیح ہے اگر تم چاہو تو اس کو متواتر کہو، یہ ابدال کے وجود کو قطعی طور پر ثابت کرتی ہے۔]

جب متبعین کے کمالات خارج از عقل ہوں تو پھر اصل متبوع کے شیون جمال وجلال ونعوت کمال کو عقل کیوں کر احاطہ کر سکتی ہے ع

او برتر ازانست کہ آید بہ خیال

۱۶۳۔ الحصن والحصین کے پیش نظر نسخے میں حدیث مذکور کے ذیل میں یہ عبارت نہیں ہے، البتہ اس حدیث کے بعد امام جزری نے لکھا ہے کہ وقد جرب ذلك [یہ عمل مجرب ہے] دیکھیے: الحصن والحصین، المنزل الرابع ما یقال اذا انفلت الحیوان ص ۱۲۷۔

۱۶۴۔ الف: مسند ابو یعلی: ج ۹/ص ۱۷۷۔

ب: المعجم الکبیر: طبرانی، ج ۱۰/ص ۲۱۷۔

۱۶۵۔ مجمع الزوائد: ج ۱۰/ص ۱۳۲۔

۱۶۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۶/ص ۱۰۳۔

۱۶۷۔ عمل الیوم واللیلة: ابن السنی، ص ۱۶۲۔

۱۶۸۔ ''تذکرۃ الموضوعات'' دستیاب نہیں ہوئی، الحصن والحصین کے حاشیے میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے بھی تذکرۃ الموضوعات کے حوالے سے مذکورہ عبارت نقل کی ہے۔ دیکھیے: الحصن والحصین: المنزل الرابع ما یقال اذا انفلت الحیوان، ص ۱۲۷۔

[محفل میلاد میں حضور ﷺ کی تشریف آوری:]

جب ادنیٰ ادنیٰ نام لینے والے اُس سردار دو جہاں ﷺ کے آن واحد میں ہزار جگہ تشریف فرما ہوں تو پھر خاصۃً اُس رحمۃ اللعالمین ﷺ کی تشریف آوری کے اثبات کی ضرورت نہیں، اجلی البدیہات سے ہے۔ وہ کون بڑے سے بڑا امر تبہ ہے جو حضور سرور عالم ﷺ کی عزت وعظمت کے مقابلے میں سنگ ...... بھی ہو سکے اور وہ کون امر ہے جو حضور کی شان کے آگے بعید معلوم ہو۔ لہٰذا چند مختصر جملے پیش نظر رکھ کر حضور کی محافل متبرکہ میں رونق افروزی خاص کر وقت بیان واقعہ ولادت تشریف لانے اور اُس کے لیے قیام تعظیمی بجالانے کا ثبوت لیجیے۔

سردار تمام انبیا و مرسلین کے، آقائے دوعالم، رحمت مجسم، محبوب رب العلمین، خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ ایمان اسی اقرار وتصدیق کا نام ہے، قرآن وحدیث واجماع وقیاس سے یہ بات ثابت ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے:

نعتقد أن سيدنا محمدا أفضل الخلائق اجمعين لا يساويه احد من الملئكة والرسل فضلا عن سائر العلمين۔ (۱۶۹)

[ترجمہ: ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ ہمارے سردار محمد ﷺ افضل الخلائق ہیں، فرشتوں اور رسولوں میں سے کوئی بھی آپ کے برابر نہیں، چہ جائے کہ باقی لوگ]

آپ ابتدا ہیں عالم کی اور اول ہیں ظہور میں۔ فتوحات مکیہ میں ہے:

فكان مبتداء العالم واول ظاهر فى الوجود [ترجمہ: رسول انور ﷺ عالم کی ابتدا ہیں اور وجود میں سب سے پہلے ظاہر ہوئے۔]

خلق اُن سے نہیں کوئی اول　　　اولوں سے بھی ہیں وہی اول
کل زمانہ ہے مصطفیٰ کے بعد　　　سب سے افضل ہیں وہ خدا کے بعد

عرش وکرسی، آسمان وزمیں سب آپ کے ہی نور سے ظاہر ہوئے۔ اول ما خلق الله نوری

احمد کہ شہ سریر لولاک آمد　　　جانے است کز آلایش تن پاک آمد
یک حرف ز مجموعہ عز و شرفش　　　لولاك لما خلقت الافلاك آمد

۱۶۹۔ احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام: ص ۳۱۔

پیغمبرانِ کرام کو نبوت و رسالت، اولیاء اللہ کو ولایت سب اُنہیں کے دست جود کا صدقہ ہے۔

مواہب میں ہے:

فهو ﷺ خزانة الشرف لا ينفذ أمرالامنه و لا ينقل خيرالاعنه۔

[ترجمہ: رسول اکرم شرف و فضل کا خزانہ ہیں ہر امر ان کی جانب سے جاری ہوتا ہے اور ہر خیر ان ہی کے ذریعے پہنچتی ہے۔]

حضور ﷺ کا نور تمام ذرات عالم میں ساری ہے اللّٰهم صل علی محمد ن النور الذاتی الساری سره فی جميع آثارالاسماء والصفات۔

محققین اولیائے کرام کے یہاں یہ مسئلہ متفق علیہا ہے حقيقة النورية سارية فی كل شی۔ آپ رحمت اللعالمین ہیں وسعت رحمتی کل شئ تمام عالم آپ کے احاطۂ قدرت کے بحث میں ہے، ہر شئ میں آپ کے ہی نور کا ظہور ہے السماء والارض والعرش والكرسی مملوء ة من رسول اللہ ﷺ۔ کوئی ذرہ ذرات عالم کا ایسا نہیں کہ جس کو محمد رسول اللہ ﷺ کے فیض سے حصہ نہ ملا ہو۔ مولانا جامی شرح فصوص میں لکھتے ہیں:

حقیقت محمدی قطب الاقطاب ہے، صورت اسم جامع الٰہی ہے، اُس سے فیض و مدد جمیع اسما پر ہے۔ پس یہی حقیقت پرورش کرنے والی تمام عالم ظاہر کی ہے اور باطنی حقیقت سے تمام عالم باطن کو پرورش کرنے والی اور یہ مضمون متصور نہیں ہوتا، مگر ہر حق دار کے حق ادا کرنے سے اور پہنچانے سے ہر چیز کے جس کی طرف تمام عالم محتاج ہے اور یہ معنی نہیں ممکن مگر بہ قدرت تامہ اور جمیع صفات الٰہیہ سے پس آں حضرت کے لیے کل اسما اور آپ ہی کے لیے پرورش مطلقہ ہے کہ بہ سبب اُس کے تمام عالم میں تصرف فرماتے ہیں اُن کی استعداد کے موافق اور جب کہ یہ حقیقت دو قسم پر ہے الٰہیہ و عبودیہ، تو نہیں صحیح ہے یہ اصلی طور پر بلکہ تابع داری سے اور اسی کا نام خلافت ہے۔

اور یہی خلافت عبارت ہے تصرف فی العالم سے جیسا کہ صاحب تفسیر عزیزی فرماتے ہیں:

[۱] خلافت عبارت از تصرف در اشیا است۔

[۲] خلافت را دو چیز لازم است اول دانستن صفات و افعال از طرف خود سرانجام تواند کرد، دوم دانستن چیز ہائے کہ زیر فرمان خلافت او داخل اند تا با ہر چیز آں معاملہ نماید کہ با او بستے کرد الی ان قال

[۳] و ایں را علم بہ جمیع اسمائے الٰہی و جمیع اسمائے کونی و جمیع کمالات و نعمتہائے او تعالیٰ در کار است و بدون معرفت حقائق عالم تفصیلاً ایں علم صورت نمی بندد۔(۱۷۰)

[ترجمہ: خلافت اشیا میں تصرف کا نام ہے۔

خلافت کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں پہلی یہ کہ ان صفات و افعال کو جاننا جو خود انجام دے سکتا ہو دوسری یہ کہ ان چیزوں کو جاننا جو اس کی خلافت کے تحت داخل ہوں تا کہ ہر چیز کے ساتھ وہی معاملہ کرے جو اس کے ساتھ وابستہ ہے۔

اس کے لیے تمام اسمائے الٰہی اور تمام اسمائے تکوینی نیز اللہ کی کل نعمتوں اور کمالات کا علم ہونا درکار ہے اوبغیر عالم کے تفصیلی حقائق کی معرفت کے اس علم کے حصول کی کوئی صورت نہیں۔]

آپ مظہر ہیں پروردگار کے اسمائے حسنٰی کے۔ مدارج میں ہے:

خلاف نیست نزد محققین در آں کہ آں حضرت ﷺ متصف و متحقق است بہ جمیع اسمائے حسنی۔

[ترجمہ: محققین کا اس بات میں اختلاف نہیں ہے کہ حضور ﷺ تمام اسمائے حسنی کے ساتھ متصف ہے۔]

آپ بجسدہ مثل حیات سابق دنیوی زندہ ہیں۔ شرح سفر السعادت میں متعلق حدیث [ان اللہ عزوجل قد] حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (۱۷۱) [ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے

۱۷۰۔ یہ تین الگ الگ عبارتیں ہیں، دیکھیے: تفسیر عزیزی: [۱] ص ۱۶۷، [۲] ص ۱۶۶، [۳] ۱۶۸۔

۱۷۱۔ الف: سنن نسائی: کتاب الجمعة، باب اکثار الصلاة علی النبی ﷺ یوم الجمعة، حدیث نمبر ۱۳۷۵۔

ب: سنن ابن ماجہ: کتاب اقامة الصلوات و السنة فیها، باب فی فضل الجمعة، حدیث نمبر ۱۰۸۵۔

ج: سنن ابوداؤد: کتاب الصلاة، باب فضل یوم الجمعة و لیلة الجمعة، حدیث نمبر ۱۰۴۷۔ ابوداؤد کی روایت میں ان تأکل کا لفظ نہیں ہے۔

زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ انبیا کے جسموں کو کھائے] فرماتے ہیں:

عدم اکل ارض اجساد را کنایت است از حیات، والا سلامت بدن [در زمین] بے اعادۂ روح چہ فائدہ دارد؟ وایں مبنی است بر مسئلہ حیات انبیا کہ بہ حیات حسی دنیاوی موصوف اند بالا تر از حیات شہدا کہ ایں حیات معنوی اخروی است و دریں مسئلہ ہیچ کس را از علمائے امت خلاف نیست۔ (۱۷۲)

[ترجمہ: زمین کا (انبیا کے) جسموں کو نہ کھانا یہ کنایہ ہے ان کی حیات سے، ورنہ [زمین میں] جسم کا سلامت رہنا بغیر روح کے کوئی فائدہ نہیں رکھتا۔ یہ انبیائے کرام کی حیات کے مسئلے پر مبنی ہے کہ (وفات کے بعد) ان کی حیات حیات دنیوی وحسی ہے، جو شہدا کی زندگی سے بالاتر ہے کیوں کہ ان (شہدا) کی حیات معنوی اخروی ہے۔ اس مسئلے میں امت کے کسی عالم کا اختلاف نہیں۔]

تمام علمائے امت آیتِ کریمہ ولو انہم اذظلموا انفسہم (۱۷۳) سے استوائے حالت موت وحیات حضور کے لیے ثابت کرتے ہیں:

قال الشیخ فی جذب القلوب [حضرت شیخ نے جذب القلوب میں فرمایا۔]

جمیع علما ازیں آیتِ مجیدہ استوائے حالت موت وحیات فہم نمودہ۔ (۱۷۴)

[ترجمہ: تمام علما نے اس آیت سے آپ کی موت وحیات کی حالت کو برابر سمجھا ہے۔]

پروردگار نے آپ کو شاہد بنایا یعنی آپ کو ازدیادِ شوق ومحبت میں جتنا اپنے سے نزدیک خیال کرے گا آپ کو تشریف فرما اپنے سے نزدیک اور اپنی طرف متوجہ پائے گا۔ مولوی مولیٰ بخش صدیقی بہاری زادالآخرۃ میں لکھتے ہیں:

۱۷۲۔ شرح سفرالسعادۃ: ۲۲۲۔

۱۷۳۔ النساء: آیت ۶۴۔ ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤك فاستغفروا الله واستعفر لهم الرسول لوجدوا الله تواباً رحيماً۔ [ترجمہ: اگر وہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔]

۱۷۴۔ جذب القلوب الی دیار المحبوب: ص ۲۹۸۔

روایت ہے اگر کوئی شخص ذرہ ایمان کا ساتھ لے جائے گا، روح مطہر اُس کی مدد کرے گی اور فرشتوں کے جواب کی تلقین کرے گی۔(۱۷۵)

شرح مواہب میں ہے:

حضور کے دیدار پُر انوار سے مشرف ہونا کچھ محال وخلاف نہیں، اپنی شان کرم سے بجسد ہ تشریف لائیں یا بروحہ، اس لیے کہ انبیائے کرام دوبارہ زندہ فرما دیے جاتے ہیں، اُن کو اپنی قبروں سے باہر جانے اور عالم میں پھرنے کی اجازت ہے تاکہ وہ اپنے منصب کے مناسب عالم علوی وسفلی میں تصرف کریں مثلاً ہر مستغیث کی فریادرسی کریں، ہر مستعد کمال کو کامل فرمائیں، مستحق تربیت کی تربیت کریں، حاجت مندوں کی حاجتیں برلائیں، مصیبت والوں کی مشکلیں آسان کریں، جو اُن کو کسی مشکل کے وقت مدد کے واسطے پکارے اُس کی مدد کریں، اہل منازل کے عزل ونصب کی تدبیر، نظم ونسق عالم زمین سے آسمان تک ملک سے ملکوت تک، ظاہر سے باطن تک کا انتظام وسرانجام عمل میں لائیں۔ ہر شئ کے ساتھ جیسی مرضی الٰہی اور مشیت ایزدی ازل سے ابد تک متعلق ہے اُس کو اُسی طرح انجام دیں۔

علامہ محقق جلال الدین سیوطی رسالہ انتباہ میں فرماتے ہیں:

اپنی امت کے اعمال کا ملاحظہ فرمانا، اُن کے لیے گناہوں کی بخشش مانگنا، اُن پر سے بلا دور ہونے کی دعا کرنا، تمام اطراف زمین میں برکت وفیض رسانی کے لیے گشت کرنا، جو صالحین امت انتقال کریں اُن کے جنازے میں تشریف لانا یہ سب کام اور ہر عمل کرنے والے کے عمل پر اطلاع ہے۔ آپ حقیقت سب کے ایمان کی جانتے ہیں، سب کے اعمال وحسنات وسیئات، اخلاص ونفاق پر نور الٰہی سے اطلاع رکھتے ہیں۔(۱۷۶)

۱۷۵۔ اصل عبارت اس طرح ہے: مروی ست کہ اگر کسے با یک ذرہ ایمان نیز از دنیا می رود روح مطہر آں حضرت ﷺ اورا مدد فرماید و بر جواب فرشتگاں تلقین می نماید۔ زاد لآخرۃ: ص ۱۶۱، باب ۱۳، فصل ۲۔

۱۷۶۔ انتباہ الاذکیا فی حیاۃ الانبیا: ص ۱۶۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

انہ علیہ السلام حی علی الدوام فلا ینفك الحس والشعور الکلی عن الروح المحمدی ولیس لہ غیبتہ عن الحواس والاکوان لانہ روح العالم وسرہ الساری(۱۷۷)

[ترجمہ: رسول انور ﷺ دائمی طور پر باحیات ہیں، حس اور شعور کلی روح محمد ﷺ سے جدا نہیں ہوتی ہے، حواس واکوان سے انہیں بے خبری نہیں ہوتی اس لیے کہ وہ عالم کی روح اور اس کا جاری راز ہیں۔]

آپ تمام اہل اسلام کے گھروں میں ہر وقت تشریف فرما ہیں۔ ابن دینار جو کبار تابعین وفقہا سے ہیں فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم(۱۷۸) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ لان روحہ ﷺ حاضر فی بیوت اھل الاسلام(۱۷۹)

[ترجمہ: اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہو کہ السلام علی النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ کیوں کہ آپ ﷺ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہوتی ہے۔]

نیز حضرت ابن عباس سے بھی شفا میں یہ روایت ہے۔ آپ مع ارواح صحابہ عالم میں سیر فرماتے ہیں، علامہ سیوطی انتباہ الاذکیا میں ناقل:

والرسول ﷺ لہ الخیار فی طواف العوالم مع ارواح الصحابة لقد رآہ کثیر من الاولیاء(۱۸۰)

۱۷۷۔ روح البیان: ج ۷/ص ۲۲۱۔

۱۷۸۔ النور: ۶۱۔ فاذا دخلتم بیوتاً فسلمواعلی انفسکم تحیة من عنداللہ مبارکة طیبة [پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے گھر والوں پر سلام کیا کرو، یہ اللہ کی جانب سے بابرکت پاکیزہ دعا ہے۔]

۱۷۹۔ حضرت عمرو بن دینار کا یہ قول امام قاضی عیاض نے کتاب الشفا میں نقل فرمایا ہے۔ (کتاب الشفا: ج ۲/ص ٦۷) لیکن عبارت کا آخری جز لان روحہ ﷺ حاضر فی بیوت اھل الاسلام حضرت عمرو بن دینار کا قول نہیں ہے بلکہ یہ شارح شفا ملا علی قاری کی عبارت ہے۔ (شرح شفا ملا علی قاری: ج ۲/ص ۱۱۷)

۱۸۰۔ انتباہ الاذکیا کے پیش نظر نسخے میں راقم کو یہ عبارت نہیں ملی۔

[ترجمہ: حضورﷺ کو تمام صحابہ کے ساتھ عالمین میں سیر کرنے کا اختیار حاصل ہے اور آپﷺ کو (سیر کرتے ہوئے) بے شمار اولیا نے دیکھا ہے]

جو صدق دل سے آپ کو پکارے اُس کی امداد فرماتے ہیں۔ فیوض الحرمین میں ہے:

مَیں نے حضور کو ایک ہی حالت پر برقرار دیکھا۔ مخلوق کی طرف متوجہ ہیں، لباس عظمت پہنے ہوئے ہیں، پس جو آدمی اپنی کوشش و ہمت سے آں حضرتﷺ کی طرف متوجہ ہوتا ہے خواہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ آپ اُس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اُس کے قریب ہوتے ہیں اور مَیں نے آں حضرتﷺ کو دیکھا کہ جو آپ پر درود پڑھتا ہے اُس سے آپ بہت خوش ہوتے ہیں (۱۸۱)۔

نیز احادیث میں ہے کہ جو آپ پر سلام بھیجتا ہے آپ اُس کا جواب دیتے ہیں۔ شرح مواہب میں آپ کی تشریف آوری کی مثال آفتاب جیسی بیان کی ہے جس طرح وہ بلندی کمال پر ہے مشرق سے مغرب تک تمام عالم کو اپنے نور سے منور کرتا ہے، ہر شئی و ہر مکان میں موجود ہے اور ہر ایک کے روبہ رو ہے اور جیسے کہ چاند ہر شخص کا اُس سے مواجہہ ہر جگہ سے صحیح ہے، ہر بشر و شجر و حجر کو اُس کی قابلیت و استعداد کے مطابق روشنی پہنچاتا ہے، اسی طرح مہر سپہر رسالت، بدر آسمان ابہت و جلالت، خورشید فلک کمال، ماہ کامل، چرخ جمال و جلال کا نور ہر شخص کو ہر جگہ واصل عالم کی ہر ہر فرد کو آپ سے اور ہر ہر فرد سے آپ کو حضوری حاصل:

کاالشمس فی وسط السماء و نورھا　　یغشی البلاد مشارقا و مغاربا

کالبدر من حیث التفتت رایتہ　　یھدی الی عینیك نورا ثاقباً (۱۸۲)

[ترجمہ: حضورﷺ کی مثال آفتاب کی مانند ہے کہ جس طرح وہ آسمان میں ہوتا ہے اور اپنے نور سے مشرق و مغرب کے تمام شہروں کو روشن کرتا ہے۔ اور آپ کی مثال چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے کہ تم جہاں بھی ہو اس کو دیکھو گے کہ وہ تمہاری آنکھوں کے لیے ایک صاف شفاف روشنی کی طرف

۱۸۱۔ فیوض الحرمین: ص۳۳۔

۱۸۲۔ یہ شعر ابوطیب متنبّی کے ہیں۔ دیکھیے: شرح مواہب: ج۶/۹-۲۰۵۔

رہنمائی کرتا ہے۔]

مواہب میں ہے:

لاریب ان حاله ﷺ فی البرزخ افضل و اکمل من حال الملئکة هذا سیدنا عزرائیل یقبض الف مائة روح او ازید فی وقت واحد و مع ذلك مشغول بعبادة اللّٰه تعالیٰ (۱۸۳)

[ترجمہ: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضور ﷺ کا حال عالم برزخ میں ملائکہ کے حال سے افضل واکمل ہے، حضرت عزرائیل علیہ السلام ایک ہی وقت میں لاکھوں سے زائد ارواح کو قبض کرتے ہیں اور وہ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں۔]

امام حجۃ الاسلام المنقذ من الضلال میں لکھتے ہیں:

ارباب قلوب مشاہدہ می کنند در بیداری ملائکہ وارواح انبیا را ومی شنوند از ایشاں آوازہا واقتباس می کنند از ایشاں انوار ہا واستفادہ می کنند فوائد۔ (۱۸۴)

[ترجمہ: اہل دل حضرات حالت بیداری میں ملائکہ اور انبیا کی ارواح کا مشاہدہ کرتے ہیں، ان کی آوازوں کو سنتے ہیں، ان کے انوار سے مستفیض ہوتے ہیں اور ان کے فوائد سے استفادہ کرتے ہیں۔]

[وصال کے بعد حالت بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت:]

سلف سے لے کر خلف تک کی ایک جماعت سے مذکور ہے کہ وہ حدیث من رآنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة (۱۸۵) [ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا وہ

۱۸۳۔ المواهب اللدنیة: ج ۳/۴۱۴۔

۱۸۴۔ امام غزالی کی کتاب المنقذ من الضلال عربی زبان میں ہے، مصنف نے یہ فارسی عبارت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ سے نقل کی ہے، امام غزالی کی اصل عربی عبارت درج ذیل ہے: انهم في یقظتهم یشاهدون الملائکة وارواح الانبیاء ویسمعون منهم اصواتاً ویقتبسون منهم فوائد۔ المنقذ من الضلال: ص ۳۳۔

۱۸۵۔ الف: صحیح البخاری: کتاب التعبیر، باب من رأی النبی ﷺ فی المنام. حدیث نمبر ۶۹۹۳۔

ب: صحیح مسلم: کتاب الرؤیا، باب قول النبی علیه الصلوة والسلام من رآنی فی المنام فقد رآنی حدیث نمبر ۵۹۲۰

مجھے عنقریب حالت بے داری میں بھی دیکھے گا] کی تصدیق کرتے تھے۔ یعنی اُن لوگوں نے حضور کو خواب میں دیکھا، پھر بے داری میں زیارت سے مشرف ہوئے اور جن امور میں کہ حیران و پریشان تھے اُن میں سوال کیا، آپ نے مفصل طور سے اُس کی خبر دی کہ جس سے اطمنان ہو گیا۔ مدارج میں حضرت شیخ نے نہایت بسط کے ساتھ اس مضمون کو لکھا ہے اُس کی پوری نقل طوالت سے خالی نہیں، بہ طور التقاط چند جملے نقل کرتا ہوں۔

[۱] صاحب مواہب از شیخ بدر الدین حسن الاہدل نقل کردہ کہ وقوع رویت شریف در یقظہ مرا ورا متواتر شدہ بداں اخیار و حاصل بہ آں علم قوی است کہ منتفی است ازاں شک وشبہ۔

[۲] ارباب قلوب کہ ہمیشہ قایم اند بہ مراقبہ وتوجہ وخالص انداز کدورات نفسانیہ می بینند پیغمبر را چناں چہ شیخ عبدالقادر گیلانی کہ متمثل شد صورت شریف آں حضرت در دیدۂ شہود وے۔

[۳] گفت بندہ مسکین ثبته الله على الصدق واليقين کہ حضور ودیدن بہ چشم و خیال وتصور مثال مرتبہ یست کہ ارباب طلب واصحاب سلوک بداں متمتع ومحفوظ اند سخن در رویت می رود از صورت ومثال وہم چناں کہ جائز است کہ در منام جوہر شریف آں حضرت متصور ومتمثل گردد بے شوب تمثل شیطان در یقظہ نیز حاصل گردد و آنچہ نایم در نوم می بیند مستیقظ در یقظہ بہ بیند چناں کہ از حکایت بہجۃ الاسرار ظاہر می شود وچناں کہ در حدیث آمدہ است کہ می بینم موسیٰ علیہ السلام را کہ با چندیں ہزار بنی اسرائیل عبا پوشیدہ بحج می آیند وتلبیہ می کنند حمل ایں حال بر منام ومبالغہ در یقین خلاف ظاہر است وتمثیل ملکوتی بہ صورت ناسوتی امرے مقرر است۔(۱۸۶)

[ترجمہ: صاحب مواہب نے شیخ بدرالدین حسن اہدل سے روایت نقل کی ہے

۱۸۶۔ یہ تین مختلف عبارتیں ہیں: [۱] ص ۱۶۰، [۲] ص ۱۶۱، [۳] ص ۱۶۱، مدارج النبوۃ: ج ۱، باب در ذکر فضائل آں حضرت ﷺ۔

بے داری کی حالت میں رویت شریف کا وقوع ان اولیائے کرام کی خبروں سے حد تواتر تک ثابت ہو چکا ہے، جن سے ایسا قوی علم حاصل ہوتا ہے کہ شک وشبہ باقی نہ رہے۔

وہ ارباب قلوب جو ہمیشہ مراقبہ وتوجہ میں قایم رہتے ہیں، نفسانی کدورتوں سے پاک وصاف ہوتے ہیں وہ حضور نبی کریم ﷺ کا دیدار کرتے ہیں، جیسا کہ شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے عالم شہود میں آپ ﷺ کی صورت متمثلہ کی زیارت کی۔

بندہ مسکین (یعنی شیخ عبد الحق محدث دہلوی) اللہ اس کو صدق ویقین پر ثابت قدم رکھے کہتا ہے کہ حضور قلب، رویت بچشم خیال، اور مثال کا تصور کرنا یہ اہل طلب اور ارباب سلوک کا ایک مرتبہ ہے، جس سے وہ متمتع اور محظوظ ہوتے ہیں کلام صورت ومثال کی رویت پر ہو رہا ہے جیسا کہ خواب میں جائز ہے کہ حضور ﷺ کا جوہر شریف متصور ومتمثل ہو جائے اور اس میں شیطان کے متصور و متمثل ہونے کا شبہ نہیں ہوتا رویت بے داری میں بھی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ سونے والا نیند میں دیکھتا ہے جاگنے والا بے داری میں دیکھتا ہے بہجۃ الاسرار کی حکایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ مَیں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کئی ہزار بنی اسرائیل کے ساتھ احرام باندھتے، تلبیہ پڑھتے، اور حج کرتے دیکھا ہے اس کیفیت کو بھی خواب یا یقین میں مبالغے پر محمول کرنا ظاہر کے خلاف ہے تمثیل ملکوتی بصورت ناسوتی امر حقیقی ہے یعنی فرشتوں کا انسانی شکل میں آنا امر حقیقی ہے۔]

حضور کی رویت یقظہ ومنام کے متعلق امام نووی شارح مسلم لکھتے ہیں:

قد يراه شخصان فی زمن واحد احد هما فی المشرق والآخر فی المغرب ويراه كل منهما فی مكانه والحديث على ظاهره والمراد من راه فقد ادركه ولا مانع يمنع من ذلك والعقل لا يحيله حتى

یضطر الی صرفه عن ظاهره الی قوله بل الصحیح انه یراه حقیقة سواء کان علی صفة المعروفة اوغیرها(۱۸۷)

[ترجمہ: کبھی دو شخص حضور ﷺ کو ایک ہی وقت میں دیکھیں گے، ان میں سے ایک مشرق میں ہوگا دوسرا مغرب میں اور دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر آپ ﷺ کا دیدار کرے گا۔ اور یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور مراد یہ ہے کہ جس نے آپ کو دیکھا تو یقیناً اس نے آپ ہی کا ادراک کیا اور کوئی مانع بھی ایسا نہیں جو اس سے روکنے والا ہو اور عقل بھی اس کو محال قرار نہیں دیتی کہ اس کو اس کے ظاہر سے دوسرے قول کی طرف پھیرنے پر مجبور کیا جائے، بلکہ صحیح یہ ہے جس نے آپ کو دیکھا تو اس نے حقیقتاً آپ ہی کو دیکھا خواہ صفت معروفہ پر دیکھا ہو یا اس کے علاوہ پر۔]

کیفیت رویت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہ کیوں کر نظر آتے ہیں مولانا جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں:

حاضران از حضرت شیخ بقا کیفیت رویت رسول اللہ ﷺ واصحابش را پرسیدند گفت خدائے تعالیٰ ایشاں را تائید کردہ است بہ قوتے کہ ارواح مطہرہ ایشاں متشکل می شوند بہ صور اجساد وصفات واعیان ومی بیند ایشاں را کسانے کہ خدائے تعالیٰ ایشاں را قوت رویت آں ارواح وصور واجساد وصفات واعیان دادہ است ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء(۱۸۸)

[ترجمہ: حاضرین محفل نے حضرت شیخ بقا رحمۃ اللہ علیہ سے حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو دیکھنے کی کیفیت کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے ان لوگوں کو طاقت عطا فرمائی ہے اور ایسی قوت کہ ان کی ارواح مقدسہ جسموں، صفات واعیان کی شکلیں اختیار کر لیتی

۱۸۷۔ شرح صحیح مسلم نووی: ج ۲/ص ۲۴۲-۲۴۳۔

۱۸۸۔ نفحات الانس: ص ۳۴۲۔

ہیں۔ان کو وہی لوگ دیکھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان ارواح،صورتوں،اجساد اور صفات واعیان کو دیکھنے کی قوت عطا فرمائی ہے۔یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔]

آپ ہر شخص کی قبر میں تشریف لاتے ہیں۔صحیحین،ابوداؤد،ابن ماجہ وغیرہا میں حضرت انس سے مروی[ہے۔]

ما كنت تقول فی هذا الرجل محمد ﷺ فاما المومن فيقول أشهد أنه عبدالله ورسوله(۱۸۹)

[ترجمہ:(قبر میں فرشتہ سوال کرتا ہے کہ)تم اس شخص محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتے تھے؟تو مومن جواب دے گا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔]

شارحین اس پر لکھتے ہیں:

يكشف للميت حتى يرى النبی ﷺ وهی بشری عظيمة للمومنين(۱۹۰)

[ترجمہ:قبر میں میت سے حجابات اٹھالیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ حضور ﷺ کو دیکھ لیتا ہے اور یہ مومنین کے لیے بشارت عظمیٰ ہے۔]

بلکہ خواص امت کو تو ہر وقت حضوری کی دولت میسر ہے۔وہ جمال مبارک کسی آن اُن کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔شرح مشکوٰۃ میں حضرت شیخ[عبدالحق محدث دہلوی]فرماتے ہیں:

آں حضرت ﷺ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت۔

[ترجمہ:حضور ﷺ کی ذات بابرکت تمام احوال واوقات میں مومنین کا مرجع اور

۱۸۹۔الف:صحیح البخاری:کتاب الجنائز،باب ماجاء فی عذاب القبر۔۱۳۷۴

ب:سنن ابوداؤد:کتاب السنۃ،باب المسألة في القبر وعذاب القبر۔حدیث نمبر۴۷۵۱۔

ج:سنن ابن ماجہ:کتاب الزہد،باب ذکر القبر والبلی،حدیث نمبر۴۲۶۸۔

۱۹۰۔ حاشیہ بخاری:مولانا احمد علی سہارنپوری،کتاب الجنائز،ص:۱۸۲۔

عابدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، خصوصاً حالت عبادت میں۔]

عارف[عبدالوہاب] شعرانی میزان میں لکھتے ہیں:

قد بلغنا عن ابی الحسن الشاذلی و تلمیذه ابی العباس المرسی وغیرهما انهم کانوا یقولون لو احتجبت رویة رسول اللّٰه طرفة عین ما اعددنا انفسنا من جملة المسلمین(۱۹۱)

[ترجمہ: ہمیں حضرت ابوالحسن شاذلی اوران کے شاگرد ابوالحسن مرسی اوران کے علاوہ دیگر بزرگوں کے بارے میں یہ خبر پہنچی کہ وہ کہا کرتے تھے اگر حضورﷺ کا دیدار پلک جھپکنے کے برابر بھی ہم سے پوشیدہ ہوجائے تو ہم خود کو مسلمانوں کے گروہ میں شمار نہ کریں۔]

تنویرالحلک میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

والقطب القسطلانی کان یذکر انه یری النبی ﷺ ویجتمع به و کان للشیخ ابی العباس المرسی وصلة بالنبی اذا سلم علی النبی رد علیه السلام (۱۹۲)

[ترجمہ: حضرت قطب القسطلانی ذکر کرتے تھے کہ وہ (یعنی شیخ محمد بن یحییٰ الاسوانی) حضور پُرنورﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور آپﷺ سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔ شیخ ابوالعباس مرسی کا حضور اکرمﷺ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا، جب وہ حضورﷺ کو سلام کرتے تھے تو حضورﷺ اس کا جواب مرحمت فرماتے۔]

انہیں کے حال میں ہے کہ کسی نے کہا ''مصافحہ کرلیجیے'' آپ نے فرمایا:

واللّٰه ماصافحت بکفی هذه الا رسول اللّٰهﷺ(۱۹۳).

۱۹۱۔ المیزان الکبریٰ: ص۵۵، فصل فی استحالة خروج شئ من اقوال المجتهدین عن الشریعة ۔

۱۹۲۔ تنویرالحلک فی جواز رویة النبی والملک: ص۳۱۔

۱۹۳۔ مرجع سابق، ص:۳۲۔

[ترجمہ: شیخ ابوالعباس فرماتے ہیں خدا کی قسم مَیں نے ان دونوں ہاتھوں سے اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی سے مصافحہ نہیں کیا ہے۔]

محدث دہلوی شیخ ابوالمسعود کے حال میں لکھتے ہیں:

مصافحہ می کرد آں حضرت ﷺ را بعد ہر نماز (۱۹۴)

[ترجمہ: وہ ہر نماز کے بعد حضور ﷺ سے مصافحہ کرتے تھے۔]

اگر مرتبہ خواص نصیب نہ ہو تو ہر مسلمان کو حضور کی صورت مبارک کا تصور پیش نظر رکھنا چاہیے اور یہ خیال کرے کہ مَیں حضور ﷺ کو دیکھ رہا ہوں، حضور میرے کلام وسلام کو استماع فرما رہے ہیں۔ عالمگیری میں اختیار شرح مختار سے نقل کرتے ہیں:

ویتمثل صورة الکریمة البهية کأنه نائم فی لحده عالم به یسمع کلامه (۱۹۵)

[ترجمہ: اور وہ (مسلمان) حضور ﷺ کے چہرۂ انور کو پیش نظر رکھے، گویا کہ آپ اپنی قبر میں آرام فرما ہیں، اس کو جانتے ہیں اور اس کے سلام کو سن رہے ہیں۔]

مولانا رفیع الدین خاں مرادآبادی فرماتے ہیں ''اگر عبادت کے وقت حضور کی صورت مبارک تخیل کرے تو عجب لذت وسرور پائے گا۔''

از جملہ اوقات ذوق وحضور ولذت وسرور حال خطبہ جمعہ است کہ در اکثر احیان خطیب بالائے منبر ہر گاہ بہ ذکر آں حضرت می رسد می گوید اشهد ان هذا محمد رسول الله او قال هذا النبی او قال صاحب هذا القبر المعطر دوران وقت رو بہ سوئے حجرہ شریفہ می گرداند و اشارت می کند اگر کسے را نصیبے از حضور قلب حاصل باشد دریں مکان تصور کند زمان آں سرور و تخیل نماید طلعت منور او را ایستادہ بالائے منبر و توہم کند گرداگرد او حاضر بودن مہاجرین وانصار از

۱۹۴۔ اشعة اللمعات: کتاب الرؤیا، فصل اول، ج۳/ص۶۰۱۔

۱۹۵۔ فتاویٰ عالمگیری: کتاب المناسک، خاتمه فی زیارة قبر النبی ﷺ۔

صحابہ کبار بہ انتظار استماع احکام واخبار از زبان دُربار سید ابرار وتحریص وتحضیض کردن آں حضرت ایشاں را دراثنائے خطبہ بر طاعت حق جل وعلا و بیان فرمودن شرایع واحکام وتمثل کند خود را حاضر دراں محفل مجد وجلال در صف نعال لذتے وسرورے دراں وقت ادراک کند کہ بہ عبارت در نیاید اللھم ارزقنا ذلك بمنك و فضلك۔

[ترجمہ: (مسجد نبوی میں) تمام اوقات سے زیادہ ذوق وحضور اور لذت وسرور خطبہ جمعہ کے وقت حاصل ہوتا ہے، جب خطیب منبر پر کھڑے ہوکر حضور کے ذکر پر پہنچتا ہے تو اکثر اوقات کہتا ہے کہ "مَیں گواہی دیتا ہوں کہ یہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں"، یا کہتا ہے کہ "یہ نبی"، یا کہتا ہے کہ "اس قبر میں آرام فرمانے والے" اور یہ کہتے وقت اپنا چہرہ حجرۂ مبارکہ کی طرف کر لیتا ہے اور اس کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اگر قسمت سے کسی کو حضور قلب حاصل ہو تو اس جگہ پر حضور ﷺ کے زمانے کا تصور کرے، آپ کے چہرہ مبارک کا خیال کرے، حضور ﷺ کو منبر پر جلوہ افروز تصور کرے، تصور کرے کہ آپ کے ارد گرد کبار صحابہ مہاجرین وانصار جمع ہیں اور آپ کی زبان گہر بار سے احکام واخبار سننے کے انتظار میں ہیں، اثنائے خطبہ میں آں حضرت ﷺ کا ان صحابہ کرام کو اطاعت حق جل وعلا پر تحریص وترغیب دلانے کا خیال کرے، نیز حضور ﷺ کے بیان شرائع واحکام کا تصور کرے اور اپنے آپ کو اس محفل مبارک و پر جلال میں جوتے اتارنے کی جگہ میں تصور کرے۔ وہ لذت وسرور جو اس وقت محسوس ہوگا اس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس سے بہرہ ور فرمائے۔]

خطیب جب حضور کا اسم گرامی خطبے میں لے تو ایسا تصور کرے کہ حالت حیات میں درمیان صحابہ کے تشریف فرما ہیں، وعظ ونصیحت فرما رہے ہیں اور یہ بھی ایک گوشے میں نہایت عاجزی و ادب کے ساتھ حاضر ہے اور یہ خیال کرے کہ حضور اس کے حال خستہ کی طرف بھی متوجہ ہیں، اس

کے سلام و درود کو خود استماع فرما رہے ہیں اور اپنی زبان مبارک کو جواب میں جنبش دیتے ہیں۔ اس سے دل پر وہ لذت و سرور پائے گا کہ عبارت میں نہیں آسکتا، وہ جانتا ہے جس کو پروردگار یہ دولت نصیب فرمادے اور جب حضور کا ذکر کرے، یہ استحضار و تصور و تخیل ضروری ہے، خصوصاً زیارت شریفہ کے وقت صورت کریمہ کا تصور لازمی ہے، اسی طرح تشہد کے بارے میں علمائے کرام لکھتے ہیں کہ ندا کے وقت حضور کو وہاں موجود اور اپنے نفس کو حضور میں حاضر خیال کرلے(۱۹۶)، درود پڑھتے وقت آپ کی اُس صورت کو نصب العین رکھے جو آخر وقت تھی، حضور ﷺ کو مجمع صحابہ میں رونق افروز اور آپ کو مانند خس و خاشاک کے اُس محفل قدس کے کسی کونے میں ادب و انکسار کے ساتھ حاضر سمجھے تا کہ آپ کا ہیبت و جلال دل میں اثر کرے۔ جس قدر خشوع و خضوع ادب کی رعایت، حضور ﷺ کی عظمت و ہیبت دل میں زائد ہوگی، درود زائد مفید ہوگا۔ مولانائے موصوف لکھتے ہیں ''ایک روز دروازۂ بیت اللہ شریف کے سامنے کھڑا ہو کر دعا کرتا تھا، روز فتح مکہ کا یاد کر کے تصور کیا کہ حضور اقدس دروازۂ بیت اللہ میں تشریف رکھتے ہیں اور صحابہ حاضر ہیں، کفار قریش سب پریشان و ہراساں وہاں موجود ہیں اور سب کے قصورات معاف فرما رہے ہیں'' لکھ کر کہا:

ملاحظہ ایں حال باعث شد بہ توسل از آں جناب و دعا در حضرت عزت جلت عظمتہ تعالیٰ برائے مغفرت خود و جمیع اقارب و احباب و قضائے حوائج دین و دنیا: و نرجوا من اللہ تعالیٰ الاجابۃ۔

دوستاں را کجا کنی محروم　　　تو کہ با دشمناں نظر داری

[ترجمہ: اس واقعے کا خیال باعث ہوا حضور ﷺ سے توسل کرنے کا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی مغفرت اور اپنے اقارب و احباب کی مغفرت کی دعا کرنے کا اور دین و دنیا کی حاجات کی تکمیل کا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے امیدوار ہیں۔ ترجمہ شعر: دوستوں کو تو کب محروم کرے گا جب کہ تو دشمنوں کو

۱۹۶۔ اسماعیل دہلوی نے اس لذت روحانی و کمال ایمانی کو ہی لکھا ہے کہ حضور کا تصور نماز میں گاؤ خر کے تصور سے بدتر ہے۔ العیاذ باللہ۔ یہ وہ صاحب ہیں جن کو شہید و موحد لکھا جاتا ہے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی۔

نوازتا ہے۔]

یہ تصور وخیال سبب غایت تعظیم واجلال اورانجذ ابِ محبت وحیاوذوق وشوق کا ہوگا۔جیسا کہ شیخ نے ترجمہ مشکوٰۃ میں اس کی تصریح کی ہے۔اہل ذوق اسی تصورکو''مقام مشاہدہ'' کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔علما،صوفیہ تو اس بات پر اطمنانِ کلی واعتقاد تام رکھتے ہیں کہ بسا اوقات ذکر و مذکور سے معاملہ یکساں ہوجاتا ہے، بہ وصف غیبت مذکور اُس کے ذکر سے وہ معاملہ رونما ہوجاتا ہے جو اُس کے حضور میں ہوتا۔جوحضرات صوفیہ کے معتقد ہیں اوران تجربیات کے قائل ہیں، اُن کے لیے تو یہ باتیں مثل حق الیقین وعین الیقین کے ہیں اور جو ان پر مطمئن نہیں، اُن کے سمجھنے کو یہ حدیث کافی ہے۔صحیح مسلم بہ روایت ابوہریرہ[مذکور ہے۔]

ان الکافراذا اخرجت روحه وذکر من نتنها قال ابوهريرة فرد رسول اللّٰه ربطة کانت عليه علی انفه(۱۹۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے کفار کی روح نکلتے اور اُس کی بدبو کا ذکر کرتے ہوئے کپڑا ناک پر رکھا جس طرح بدبو آنے کے وقت رکھتے ہیں۔

امام نووی فرماتے ہیں:

کان سبب ردّها علی الانف بسبب ما ذکر من نتن ريح روح الکافر(۱۹۸)

یعنی ناک پر کپڑا رکھنے کا سبب روح کافر کی بدبو کا ذکر تھا۔

دیکھو یہاں تصور نے امر غیر واقعی کو واقعی کر دکھایا۔یوں ہی عاشقان رسول اللہ کو لازم ہے کہ وقت بیان واقعہ ولادت حضور کی دنیا میں رونق افروزی یا محفل مبارک میں تشریف آوری کا تخیل کریں اور اُس وقت اظہار سرور کریں، تعظیم بجالائیں۔شرح الصدور میں امام سیوطی لکھتے ہیں:

واما مشاهدة حضوره فقد اخبرنی الثقات من اهل الصلاح انهم

۱۹۷۔صحیح مسلم،:کتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها، باب عرض المعقد الميت من الجنة والنار عليه واثبات عذاب القبر والتعوذ منه۔حدیث نمبر۷۲۲۱۔

۱۹۸۔ شرح صحیح مسلم:ج۲/ص۳۸۶۔

شاھدوہ ﷺ مرارا عند قراءۃ المولد وعند ختم القران۔

ترجمہ: ثقات صالحین نے اس کی خبر دی ہے کہ اُنہوں نے محفل میلاد شریف [اور ختم قرآن] وغیرہ کے وقت بارہا حضور کو رونق افروز دیکھا ہے اور زیارت سراپا برکت سے مشرف وممتاز ہوئے ہیں۔

مولوی شاہ محمد معصوم خلیفہ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی احسن الکلام میں علامہ محمد یحییٰ مفتی مکہ معظّمہ کے فتوے سے نقل کرتے ہیں:

فقد ذکروا انہ عند ذکر ولادتہ یحضر روحانیتہ فعند ذلك یجب التعظیم۔

[ترجمہ: انہوں نے یہ بات ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ اپنی ولادت کے ذکر کے وقت اپنی روحانیت کے ساتھ جلوہ فرما ہوتے ہیں، لہٰذا اس وقت آپ ﷺ کی تعظیم کرنا ضروری ہے۔]

دیگر علمائے حرمین طیبین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ صلحائے امت نے ذکر میلاد مبارک میں آپ کی رونق افروزی نقل فرمائی ہے۔ چناں چہ فیوض الحرمین میں [شاہ ولی اللہ محدث دہلوی] لکھتے ہیں:

مَیں مکہ معظّمہ میں بیچ مولد نبی کے بہ روز ولادت آں حضرت ﷺ کے حاضر تھا، آدمی درود شریف پڑھتے تھے اور ذکر کرتے تھے نشانیاں پیغمبری آں حضرت ﷺ کی جو وقت ولادت ظاہر ہوئی تھیں۔ پس دیکھا مَیں نے بہت نوروں کو کہ یکا یک چمکے اور وہ انوار ملائکہ حضار کے تھے کہ اُس محفل سراپا برکت میں حاضر ہوئے تھے۔(۱۹۹)

فتاویٰ عزیزیہ میں ہے:

ازاں جملہ آں کہ سال اول بود کہ مولانا ختم قرآن شریف در تراویح کردہ بودند کہ ناگاہ شخصے از زرہ بکتر آراستہ وعلم بہ دست گرفتہ بعد تراویح آمدہ گفت کہ

۱۹۹۔ فیوض الحرمین: ص ۲۶، ۲۷۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کدام جا تشریف می دارند جملہ مردماں بہ خدمت آمدند وسخت متحیر شدند کہ معاملہ چیست نامش پرسیدند گفت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ و گفت کہ آں حضرت ﷺ فرمودند کہ امروز ختم قرآن شریف عبدالعزیز است ما خواہیم رفت مرا در جائے دیگر بہ کارے فرستادہ بودند ازیں جہت تاخیرے واقع شد ایں گفتہ غائب شدند (۲۰۰)

[ترجمہ: منجملہ ان میں سے یہ ہے کہ پہلے سال مولانا نے تراویح میں ختم قرآن کیا تھا کہ اچانک ایک شخص زرہ بکتر پہنے ہاتھ میں علم اٹھائے ہوئے تراویح کے بعد آیا اور اس نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کس جگہ تشریف رکھتے ہیں؟ تمام لوگ اس کے پاس آ گئے اور سخت حیران ہوئے کہ معاملہ کیا ہے؟ لوگوں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا ''ابو ہریرہ'' اور کہا کہ ''حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ آج ہم عبدالعزیز کے ختم قرآن میں جا رہے ہیں اور مجھے دوسرے کام سے بھیج دیا اسی وجہ سے مجھے تاخیر ہوگئی''۔ یہ کہہ کر وہ شخص غائب ہو گیا۔]

و امثاله كثيرة لا يخفى على من له ادنى مسكة فى العلم [ترجمہ: اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں جس کو علم کا تھوڑا سا بھی حصہ ملا ہے اس پر یہ مخفی نہیں۔]

[دعوت انصاف:]

پروردگار جل مجدہ بہ تصدق حبیب اکرم ﷺ ہم مسلمانوں سے مرض تعصب ونفسانیت، سخن پروری، ہٹ دھرمی دور فرمائے اور توفیق قبول حق کی عطا کرے تو ایک کلمہ حق تسلی بخش و تشفی دہ ہو سکتا ہے، ورنہ بات کی پچ کرنے اور طریقۂ مردودۂ جمہور اہل سنت پر اڑے رہنے کا کوئی علاج نہیں۔ جہاں تک اس وقت میں دیکھا جاتا ہے یہی بلا مسلمانوں میں دائر وسائر ہے کہ ہر گروہ کے علما اپنے لکھے ہوئے کو صحیح اعتقاد کرتے اور اپنے اپنے اقوال کی تصحیح دیگر علما سے عبارات کے اُلٹ

۲۰۰۔ فتاویٰ عزیزیہ میں تو یہ واقعہ نہیں ملا البتہ ''کمالات عزیزی'' میں نواب مبارک علی خاں رئیس میرٹھ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ دیکھیے کمالات عزیزی: ص ۱۳، کرامت ۲۹۔
نواب مبارک علی خاں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مرید تھے، آپ نے شاہ صاحب کے حالات وکرامات سنہ ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں کمالات عزیزی کے نام سے جمع کیے تھے، یہ کتاب مطبع ضیائی میرٹھ سے ۱۲۸۹ھ میں شایع ہوئی تھی۔

پھیر سے طلب کرتے ہیں جس سے درمیان میں فرقہ بندی کی صورت نظر آنے لگتی ہے۔ مناظرہ جس میں احقاق حق مقصود ہوتا تھا بالکل معدوم ومفقود ہوگیا۔ اب باہمی مکابرہ ہو یا مشاتمہ ومجادلہ مگر کیا ممکن کہ کوئی ایک بھی اپنی جگہ سے قدم ہٹائے اور قبول حق کا اعلان کرے۔

بات یہ ہے کہ تعصب حق کے دیکھنے اور تسلیم کرنے سے آنکھوں کو بند کر دیتا ہے اور کانوں کو امر حق کی طرف متوجہ ہونے سے روک دیتا ہے، جب آنکھوں سے کچھ نظر نہ آئے، کانوں میں صدائے حق نہ پہنچے تو پھر اتباع جمہور اہل سنت کی کیا امید؟ ہاں اہل انصاف سے ضرور اتنی التماس ہے کہ حقیقت امر پر غور فرما کر خود رائے قائم کرلیں گے کہ مجوزین ومانعین کے دوگروہوں میں کون اپنی تحریر میں ائمہ واسلاف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال صحیحہ وصریحہ نقل کرتا ہے اور انصافانہ کلام کرکر امر حق کا اظہار مسلمانوں پر مدنظر رکھتا ہے اور کون ہیر پھیر کرکر ملمع سازی سے ان باتوں کو سچا کرکر دکھلانے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی بدمذہبی وغلط فہمی پر پردہ ڈال کر عوام میں اپنا بھرم قائم رکھتا ہے؟ کون اپنی بات کی پیچ میں اس امر کا کوشاں ہے کہ کسی طرح عوام پر یہ ظاہر ہوجائے کہ ہم اپنے دعوے میں سچے ہیں، ہم نہایت قابل وہوشیار، مسلمانوں میں باعثِ افتخار ہیں، ہم نے وہ رسالہ لکھا، ہم نے یہ جواب دیا، ہم نے مخالف کو یوں ساکت کیا۔ مگر درحقیقت یہ سب ہیچ، نہ عوام کو اس سے کچھ نفع، نہ اسلام کو اس سے کچھ فائدہ۔ حق وباطل کی تمیز یوں ہوسکتی ہے اور عوام کی ہدایت یوں متصور ہے کہ مطابق تحقیق جمہور اہل سنت تحریر لکھی جائے، موافق اُن کی تطبیق کے جواب دیا جائے جو ائمہ کی تحقیق اُن کے اقوال کی تطبیق سے مجانبت اختیار کرے گا، نئی راہ چلے گا وہ دھوکے باز سمجھا جائے گا۔

مَیں نے اس رسالۂ استحباب قیام میں جو دلائل ہدیۂ ناظرین کیے ہیں اُن کو سلف صالحین کے اقوال سے تطبیق دے کر دیکھنا چاہیے کہ موافق اُن کے مسلک کے ہیں یا نہیں اور جو تحریرات مخالفین نے اس بارے میں لکھی ہیں یا آئندہ لکھیں اُن میں بھی یہی امر ملحوظ ہونا چاہیے تاوقتے کہ مطابق تحقیق ائمہ کے جواب ہر دلیل کا صاف صاف نہ ہو ہرگز ہرگز اُس کو جواب نہ کہنا چاہیے، بلکہ اُن کی دھوکہ دہی میں اُس کو ایک اور نمبر کا اضافہ سمجھنا چاہیے۔

اس جگہ مَیں نہایت اختصار کے ساتھ فہرست اُن دلائل کی پیش کرتا ہوں جن کو مَیں نے

اثباتِ مسئلے میں نقل کیا ہے اور اسما اُن علمائے محققین کے تحریر کرتا ہوں جن کے اقوال اور کتابوں سے استناد کیا ہے تا کہ ادنیٰ توجہ میں ہر شخص پر رسالے کا قابل اعتماد و وثوق ہونا یا غیر معتبر و نامقبول ہونا ظاہر و آشکار ہو جائے۔

(۱) کسی امر کے قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ ہونے سے یہ بات لازم نہیں ہوتی کہ وہ حرام ہو جائے، حلت و حرمت کا دارو مدار موافقت و مخالفت شریعت پر ہے۔

(۲) اصل اشیا میں اباحت ہے، بدعت کی تقسیم اور اُس کی تعریف۔

(۳) جس امر کی ممانعت میں کوئی نص وارد نہ ہو تو وہ جائز ہے۔

(۴) تعامل صالحین حجت شرعیہ ہے۔

(۵) دعوی حرمت کے لیے نص صریح کی ضرورت ہے۔

(۶) امور جائزہ میں مخالفتِ قوم ناجائز ہے۔

(۷) جن امور کی شرع میں اصل نہیں اور صلحا نے کسی حکمت سے اُن کو اختیار کیا ہے اُن کی بجا آوری فائدے سے خالی نہیں۔

(۸) متاخرین نے مصلحت شرعی پر نظر کر کے بعض اُن مسائل میں کہ متقدمین مکروہ بتاتے تھے جواز و استحباب کا فتوی دیا۔

(۹) جو امر قواعدِ شریعت کے تحت میں ہو اور اُس میں شوکت و شان اسلام کی پائی جاتی ہو تو اُس کی پابندی و بجا آوری ہی مستحسن ہے۔

(۱۰) جس فن کا مسئلہ ہوگا اُسی فن کی کتابوں سے ثابت ہوگا۔ قیام وقت ولادت، تعظیم و توقیر، عشق و محبت کا مسئلہ ہے۔

(۱۱) حضور کی ہر تعظیم اللہ تعالی کو پسند، شرع کو مطلوب ہے۔

(۱۲) حضور کی جو تعظیم حالت حیات میں اصحاب کرام پر فرض تھی، وہی سب بعد وفات ہم پر فرض ہے۔

(۱۳) آیات در بارۂ تعظیم جو وارد ہیں حالت حیات و ممات دونوں کو عام و شامل ہیں۔

(۱۴) جو تعظیم آپ کی حالت حیات میں تھی وہی اب آپ کے نام نامی و ذکر گرامی کی ہے۔

(۱۵)بجا آوری تعظیم حضور کے لیے جو طریقہ جس زمانے میں اہم اور زاید آپ کی شانِ عزت کا ظاہر کرنے والا سمجھا گیا وہی اختیار کیا گیا، اُس پر کسی نے کبھی اعتراض نہ کیا۔

(۱۶)معظم کے لیے قیام کرنا ایک طریقہ تعظیم کا ہے۔

(۱۷)حدیثِ نہی قیام کا مطلب۔

(۱۸)ثبوتِ جواز قیام تعظیمی۔

(۱۹)قیام عند ذکر الولادۃ تعظیم نام رسول اللہ ﷺ کے لیے عرصے سے علما و صلحا میں رائج ہے، اُس وقت سے اب تک اجلہ علما برابر اس کے جواز کو مستحسن کہتے چلے آئے۔

(۲۰)علاوہ قیام تعظیم نام رسول اللہ ﷺ کے وقت ذکر ولادت قیام کرنا دیگر وجوہ سے بھی ثابت ہے۔

(۲۱)وقت خوشی کے قیام درست ہے۔

(۲۲)شکریے کے لیے قیام درست ہے۔

(۲۳)امر مہتم بالشان کے لیے قیام درست ہے۔

(۲۴)وقتِ ظہور آثارِ فتح حالت قیام میں اشعار مدحیہ پڑھنا اور تذکرۂ ولادت سے اس کی مناسبت۔

(۲۵)خود حضور نے حالت قیام میں اپنے فضائل نسب و شرافت کو بیان فرمایا۔

(۲۶)جب مطلق جائز ہو تو مقید بدعت و حرام نہیں ہوسکتا، خصوصیت وقت دونوں وقت اُس کو افراد مطلق سے خارج نہ کردے گی۔

(۲۷)تحقیقات از قسم عرف و عادات ہوتی ہیں، وہ باعث منع فعل نہیں ہوسکتیں۔

(۲۸)حضور کے قیام کی صورت میں اصحاب کرام کا قیام نہ کرنا ادب کے خلاف تھا۔

(۲۹)امام صرصری حضور کا نام نامی سن کر کھڑے ہو گئے۔ اُن کی تعمیل ارشاد کے لیے جتنے علمائے اعیان اُس مجلس میں تھے سب کھڑے ہو گئے۔

(۳۰)اہل زمانہ کے عادات جو شرعاً ممنوع نہ ہوں اُن میں قوم کی موافقت ہی کرنا چاہیے۔

(۳۱)احکام عرف و عادات پر مبنی ہوا کرتے ہیں۔

(۳۲) اب اس زمانے میں قیام شعائرِ تعظیم سے ہے، اُس کا ترک دلیل بد مذہبی ہے۔
(۳۳) محافل متبرکہ میں حضور کی تشریف آوری کے خیال سے قیام تعظیمی بجالانا۔
(۳۴) ارواح شریفہ مدبرات سے ہوجاتی ہیں، بےداری میں نظر آتی ہیں، مخلصوں کی امداد فرماتی ہیں۔
(۳۵) حیات و ممات اُن کے لیے یکساں ہے، قریب و بعید سے اُن کی نسبت یکساں ہے۔
(۳۶) اولیاء اللہ شہید ہیں اُن کی حیات، حیات شہدا سے قوی ہے۔
(۳۷) علمائے شریعت، مجتہدینِ امت، صوفیائے ملت دنیا میں، قبر میں، برزخ میں، حشر و نشر میں ہر جگہ کام آتے ہیں۔
(۳۸) اُن کا آنِ واحد میں چند جا تشریف لے جانا یقینی ہے۔
(۳۹) اولیاء اللہ کے ارواح اجساد کا کام دینے لگتے ہیں اور اجساد ارواح کا۔
(۴۰) وجودِ شخص واحد، آنِ واحد میں امکنۂ متعددہ میں شرعاً وعقلاً ونقلاً ہر طرح درست ہے۔
(۴۱) امت کا کمال حضور ﷺ کا ہی کمال ہے۔
(۴۲) اقطاب واوتاد وابدال کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے، اللہ تعالیٰ اُن کو قدرت دیتا ہے کہ ایک جسم کے متعدد جسم کرلیں۔
(۴۳) اُن کے ادنیٰ کمال سے یہ ہے کہ ایک قدم میں مشرق سے مغرب تک پہنچیں، ایک کام اُن کو دوسرے کام سے مشغول نہیں کرتا۔
(۴۴) اس کے شواہد۔
(۴۵) خود حضور ﷺ کی تشریف آوری کا ثبوت۔
(۴۶) شان حضور ﷺ بتانے کو چند جملے۔
(۴۷) اولیائے امت نے متعدد مقام پر ایک آن میں آپ کو دیکھا۔
(۴۸) ذکر کے وقت تصور وتمثل وتخیل حضور عجب لذت وسرور دیتا ہے۔
(۴۹) بسا اوقات ذکر و مذکور سے معاملہ یکساں ہوجاتا ہے۔
(۵۰) وقتِ قرأت مولد شریف، ختم قرآن وحدیث شریف صلحائے امت نے آپ کو دیکھا ہے۔
(۵۱) وقت ذکر ولادت حضور تشریف لاتے ہیں۔

ان مسائل کے علاوہ اور دیگر فوائد عجیبہ اس رسالے میں مذکور ہیں۔ بہ خیال طوالت فہرست سے نظر انداز کیے گئے۔ نہایت اجمالی حالت میں اُن علمائے اعلام کے نام بھی ذکر کروں جن کا فضل وتقویٰ مسلم ہے تا کہ حقانیت مذہب اہل سنت منکشف ہو جائے اور مسئلہ بہ خوبی واضح ہو کر ناظرین کو تسلی بخش ہو، نیز اُن کتب کے اسما بھی لکھوں جو مسلم ومقبول عام ہیں۔

قرآن شریف: (۱) تفسیر مدارک (۲) تفسیر عزیزی (۳) تفسیر بیضاوی (۴) تفسیر الموعظہ (۵) تفسیر مظہری (۶) تفسیر کبیر (۷) تفسیر روح البیان (۸) مشکوٰۃ شریف (۹) صحیح بخاری (۱۰) صحیح مسلم (۱۱) صحیح ترمذی (۱۲) ابوداؤد (۱۳) ابن ماجہ (۱۴) حصن حصین (۱۵) مسند بزار (۱۶) شفا قاضی عیاض (۱۷) مواہب (۱۸) معجم کبیر (۱۹) صحیح مستدرک (۲۰) حلیہ (۲۱) مصنف ابوبکر بن شیبہ (۲۲) فتوحات مِکیہ (۲۳) مسند احمد بن حنبل (۲۴) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری (۲۵) فتح المبین شرح اربعین نووی (۲۶) مظاہر حق (۲۷) شرح شفا علامہ خفاجی (۲۸) لمعات شرح مشکوٰۃ شیخ (۲۹) ہمعات شرح مشکوٰۃ شیخ (۳۰) نووی شرح مسلم (۳۱) حاشیہ صحیح بخاری (۳۲) توشیخ شرح بخاری (۳۳) زہر الربی شرح نسائی (۳۴) جامع الدرر شرح حصن حصین (۳۵) مجمع الزوائد حافظ ہیثمی (۳۶) زوائد بزار (۳۷) تذکرۃ الموضوعات (۳۸) دلائل النبوۃ امام مستغفری (۳۹) شرح سفر السعادت حضرت شیخ (۴۰) مجمع البحار (۴۱) شرح مناوی علی الجامع الصغیر (۴۲) تہذیب نووی (۴۳) جمع الجوامع (۴۴) سیرت شامی (۴۵) مشکل الآثار (۴۶) سیرت محمدیہ (۴۷) مدارج شریف (۴۸) جذب القلوب (۴۹) فیوض الحرمین (۵۰) انتباہ الاذکیا (۵۱) انفاس العارفین شاہ ولی اللہ (۵۲) مفتاح الفتوح شیخ (۵۳) بہجۃ الاسرار شریف (۵۴) ملفوظات ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی (۵۵) مکتوبات حضرت شیخ مجدد (۵۶) کمالات عزیزی

(۵۷) ہدایہ (۵۸) فتح القدیر (۵۹) عالمگیری (۶۰) محیط (۶۱) برجندی (۶۲) بستان فقیہ ابواللیث (۶۳) تجنیس (۶۴) درمختار (۶۵) قاضی خاں (۶۶) فتاوی غرائب (۶۷) غنیۃ المستملی (۶۸) وہبانیہ (۶۹) حاشیہ درمختار (۷۰) قنیہ (۷۱) مجموعہ الفتاوی مولوی عبدالحیٔ (۷۲) کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقہا والصوفیۃ (۷۳) احیاء العلوم (۷۴) مکتوبات

حضرت مرزا مظہر جان جاناں۔

(۵۷) احسن الکلام شاہ محمد معصوم (۷۶) عین العلم (۷۷) سیف الاسلام المسلول (۷۸) المنقذ فی الضلال امام حجۃ الاسلام (۵۷) فصل الخطاب (۵۷) عقائد نسفیہ (۵۷) تصحیح المسائل (۵۷) حجۃ الذاکرین خواجہ محمد شریف (۵۷) اذافة الآثام (۵۷) منسک متوسط (۵۷) جوہر منظّم علامہ ابن حجر (۵۷) مطالب المومنین (۵۷) حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ (۵۷) شرح الروض قاضی زکریا (۵۷) رسالہ قیام امام نووی (۵۷) رسالہ مولد علامہ برزنجی (۵۷) فتوی علمائے مکہ و مدینہ وجدہ و حدیدہ (۵۷) الباعث علی انکار الحوادث امام ابوشامہ شیخ النووی (۵۷) عقد الجواہر (۵۷) رسالہ نذور مولوی رفیع الدین دہلوی (۵۷) تذکرۃ الموتی قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۵۷) میزان شعرانی (۵۷) نفحات الانس جامی (۵۷) کشف المحجوب (۵۷) تبشیر الوریٰ شاہ سلامت اللہ (۵۷) زاد الآخرۃ مولوی مولیٰ بخش صدیقی بہاری (۵۷) بیت المعرفت شاہ حفیظ اللہ عباسی خلیفہ حضرت شاہ محمد امین (۵۷) الخبر الدال علی وجود القطب و الابدال علامہ سیوطی (۵۷) عقائد الاسلام (۵۷) شرح فصوص جامی (۵۷) المنجلی فی تطور الولی (۵۷) شرح الصدور (۵۷) تنویر الحلک۔

[ان کے علاوہ جن علما کے حوالے مذکور ہوئے ان میں] علامہ طیبی، علامہ خفاجی، شیخ امام رحمت اللہ سندھی، ابن جوزی، ابن عساکر، امام تقی الدین سبکی، امام ابوزکریا یحییٰ صرصری، جلال الدین رومی، حافظ جزری، مولانا رفیع الدین مرادآبادی، ابوابراہیم تجیبی، عبدالرحمٰن بن قاسم، عامر بن عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمٰن بن مہدی، امام مالک، ابن المسیب، ابن المہدی، علامہ قونوی شارح مادی، تاج الدین سبکی، کریم الدین رملی، صفی الدین، عبدالغفار، عفیف یافعی، تاج بن عطاء اللہ، سراج بن الملقن، برہان الابناسی، شیخ عبداللہ المنوفی، شیخ خلیل مالکی صاحبِ مختصر، محمد بن ابراہیم ملتانی، امام ابوالعالیہ حسن بصری۔

یہ صرف اجمالاً اُن دلائل کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جو علمائے اعلام نے تحقیق فرمایا ہے، اگر قصد نقل عبارات و ذکر اسما کا کیا جاتا تو رسالہ ایک مجلد کتاب کی صورت میں ہوسکتا تھا۔ چوں کہ مَیں نے اپنی جانب سے بہت کم عبارت لکھی ہے، صرف محققین علمائے کرام کے اقوال کا ترجمہ

ہے، **اس لیے اس کا نام** تحقیق الائمة الاعلام **رکھنا مناسب ہوا**۔ واللہ ولی التوفیق۔

مَیں نے جو کچھ نقل کیا ہے اُس کے مطالعے کے بعد ہر موافق ومخالف سمجھ لے گا کہ کس کا قول قابل تسلیم ہے، ورنہ ہمیشہ دھوکا دہی عوام کے لیے بدمذہب یہی کہتے چلے آتے ہیں کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ خدا اور رسول کے فرمان کے مطابق کہتے ہیں، ہمارے اقوال کے تسلیم میں رضامندی اللہ ورسول کی منحصر ہے۔ مجسمہ قرآن سے ہی خدا کے لیے جسم وجہت ثابت کرتے ہیں یداللّٰه فوق ایدیھم (۲۰۱) ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام (۲۰۲) ویوم یکشف عن ساق (۲۰۳)۔

معتزلہ وجوب لطف پر دلیل قرآنی لاتے ہیں کتب علی نفسه الرحمة (۲۰۴) کان حقا علینا نصر المومنین (۲۰۵)۔

منکرانِ عصمتِ انبیا یہی آیت عصی آدم ربه فغوی (۲۰۶) وجعلاله شرکاء (۲۰۷) ظلمنا انفسنا (۲۰۸) إنّی کنت من الظلمین (۲۰۹) فوکزه موسی فقضی علیه (۲۱۰) **اپنے دعوے پر دلیل لاتے ہیں۔**

زندوں کے افعال سے مردوں کو کچھ نفع نہ پہنچنے پر لیس للانسان الا ماسعی (۲۱۱)

انکار ادراک اموات پر انك لا تسمع الموتی (۲۱۲)

۲۰۱۔ الفتح: ۱۰۔ ترجمہ: ان کے ہاتھوں پر اللہ کا دست قدرت ہے۔
۲۰۲۔ الرحمٰن: ۲۷۔ ترجمہ: اور صرف آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال اور بزرگی والا ہے۔
۲۰۳۔ القلم: ۴۲۔ ترجمہ: (کہ وہ ان کی کچھ مدد کر سکتے ہیں) جس دن ایک ساق کھولی جائے گی۔
۲۰۴۔ الانعام: ۱۲۔ ترجمہ: اس نے اپنے کرم کے ذمہ پر رحمت کرنے کا وعدہ کرلیا ہے۔
۲۰۵۔ الروم: ۴۷۔ ترجمہ: ہمارے ذمہ کرم پر مسلمانوں کی مدد فرمانا ضروری ہے۔
۲۰۶۔ طٰہٰ: ۱۲۱۔ ترجمہ: آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش وبھول چوک واقع ہوئی۔
۲۰۷۔ الاعراف: ۱۹۰۔
۲۰۸۔ الاعراف: ۲۳۔
۲۰۹۔ الانبیاء: ۸۷۔
۲۱۰۔ القصص: ۱۵۔ ترجمہ: تو موسیٰ علیہ السلام نے (مظلوم کی مدد کرنے کے لیے) اس زیادتی کرنے والے کو مکا مارا تو اس کا کام تمام کردیا۔
۲۱۱۔ النجم: ۴۰۔ ترجمہ: انسان کو وہی ملے گا جو اس نے کوشش کی ہے۔
۲۱۲۔ الروم: ۵۲۔ ترجمہ: اے نبی (ﷺ) آپ دل کے مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

مرتکب کبیرہ کے کفر پر من لم یحکم بما انزل الله فاولئك هم الکفرون (۲۱۳) من یقتل مومنا متعمدا (۲۱۴)

عصمت انبیا پر لا ینال عهدالظلمین (۲۱۵) آیات قرآنیہ حجت ہیں۔

اس بات کی تفصیل کی نہ اس جگہ ضرورت، نہ بیان اس قسم کے دلائل نقل کرنے کی گنجائش۔ یہاں صرف مقصود اتنا ہے کہ محض اس کہہ دینے سے کہ ہم خدا اور رسول کا فرمان بیان کرتے ہیں یا مخالف تحقیق ائمہ کسی بات کا دعوی کر دینے سے کوئی بات حق نہیں ہوسکتی تاوقتے کہ مستدل اپنے دعوے کو مطابق تفسیر ماثور کے رسول اللہ ﷺ وصحابہ وتابعین وجمہور مفسرین سے نہ کرے۔ حق وہی ہے کہ جو قرآن وحدیث سے بعد تحقیق وتطبیق ورعایت جمیع شرائط ولوازم کے بہ اتفاقِ سواد اعظم قرار پایا ہو، کسی بدمذہب کے اس دعوے کر دینے سے کہ ہم حق اظہار حق کے لیے کہتے ہیں، نہ اُس کا قول حق کہا جاسکتا ہے، نہ بدمذہبی کا دھبہ ان دلائل کے لانے سے دامن قائل سے چھوٹ سکتا ہے۔ تاوقتے کہ اُس کا قول اقوال ائمہ عظام ومجتہدین کرام سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ آقائے دوعالم نے کھرے وکھوٹے کی پرکھ ہم کو پہلے ہی سے بتادی، دین ومذہب کی حفاظت کی تدبیر سکھادی کہ آخر زمانے میں کچھ دجال وکذاب ایسے پیدا ہو جائیں گے جو خلاف سلف کے نئی نئی باتیں روزانہ گڑھ گڑھ کر تم کو سنائیں گے (۲۱۶) جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے کبھی نہ سنی ہوں گی۔ اُن سے دور بھاگنا، اُن کی باتوں کو ہرگز نہ سننا، وہ بڑے دھوکے باز ہیں کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں۔ مخالفین کے اُن مسائل کو دیکھ کر کہ جو آئے دنوں نئی نئی جون بدل بدل کر تمہارے سامنے آتے رہتے ہیں جن کو سن سن کر تم کو تعجب ہوتا ہے۔ ذرا انصاف سے خدا لگتی کہنا کہ یہ باتیں پہلے ائمہ اعلام نے بھی کہیں تھیں؟ اس قسم کے شاخسانے دین ومذہب میں نکلتے پہلے بھی دیکھے تھے؟ سوالات وجوابات میں یہ ہیر پھیر، یہ کھینچ تان پہلے بھی ہوتی تھی؟ حیلے بہانے کی نہیں بدی

۲۱۳۔ المائدۃ:۴۴۔ ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہ دیں وہی لوگ کافر ہیں۔

۲۱۴۔ النساء:۹۳۔

۲۱۵۔ البقرۃ:۱۲۴۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کافروں کو نہیں پہنچتا (یعنی کافر امام نہیں ہوسکتا)

۲۱۶۔ اس زمانے میں تو گھڑنت کا بازار گرم ہے، حدیث وفقہ کی عبارتیں، فرضی کتابیں، غلط سندیں بنا لینا، عبارتوں میں تصرف وقطع وبرید کر دینا اہل ہوا کا شعار ہو رہا ہے۔ عبدالحامد مقتدری بدایونی۔

ہیر پھیر کی نہیں سہی، اس لیے کہ تمہارے آقا نے دجالوں، کذابوں کی یہ پہچان بتلائی ہے وہ بڑے دھوکے باز ہوں گے۔ اگر ہیر پھیر نہ کریں، باتیں نہ بنائیں تو پھر وہ دھوکے باز کیوں کہلائیں؟ منافق زمانۂ رسالت میں اللہ و رسول ﷺ کو برا کہتے، جب اُن سے کہا جاتا حیلے بہانے کرتے، باتیں بناتے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا: لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (۲۱۷) بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوگئے بعد اسلام کے۔

صاف صاف کھل کر بغیر کھینچ تان کے کہہ دو کہ سلف صالحین وگروہ مسلمین کا اس بارے میں کیا مذہب ہے؟ مفتیان مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ کا ان مسائل میں کیا مسلک ہے؟

کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں

اگر سچے ہو تو کچھ ضرورت مکر وفریب کی، سوال گڑھنے، جواب لکھنے، تقریظیں بنانے، واقعات کو دبانے، حیلے بہانے سے مہریں کرانے کی نہیں۔ صاف دو حرف کہہ دو ذکر فضائل واخلاق و معجزات رسول اللہ ﷺ جو بہ ہیئتِ کذائیہ ہندوستان میں مروج ہے درست ہے یا نہیں،؟ قیام وقت ذکر ولادت جو کیا جاتا ہے وہ قواعدِ شرعی کے موافق ہے یا مخالف؟ یہ امر تعظیم ومحبت رسول اللہ ﷺ پر دلالت کرتا ہے کہ نہیں؟ اور اب شعار تعظیم سے ہے کہ نہیں؟ اس پر عمل کرنا اچھا ہے یا ترک کرنا بہتر؟ اس کے جواب کے بعد معلوم ہوا جاتا ہے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

مجھے ناظرینِ رسالہ کے سامنے یہی خیال پیش نظر رکھ کر اس مسئلے میں وہ فتوے پیش کرنے کی جرأت ہوتی ہے جو مولوی خلیل احمد صاحب کا مصدقہ علمائے مکہ و مدینہ ومصر مطبوع ومشتہر ہو چکا ہے (۲۱۸)۔ دیکھیں کہ صورت سوال وطرز جواب سے کیا مترشح ہوتا ہے اور قیام وقتِ ذکرِ ولادت کو علمائے دیوبند کیا لکھتے ہیں؟ سوال وہ عبارت براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد کی ہے جس پر عرصہ ہوا اعتراض کیا جا چکا ہے کہ ذکر ولادت کو مشابہ جنم اسٹمی کے لکھ کر منع فرمایا ہے، اُس کے جواب میں یوں ارقام ہوتا ہے:

۲۱۷۔ التوبۃ:٦٦

۲۱۸۔ کتاب کا نام المهند على المفند (معروف بہ التصديقات لدفع التلبيسات) ہے، یہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی تصنیف ہے، یہ کتاب ۱۳۲۵ھ میں علمائے حرمین کے سوالات کے جواب میں لکھی گئی تھی، اس میں مصنف نے اختلافی مسائل میں علمائے دیوبند کے عقائد بیان کیے ہیں، کتاب پر اس زمانے کے اکابر علمائے دیوبند کی تصدیقات ہیں۔

حضور کا ذکر محبوب تر اور افضل ترین مستحبات ہے کیوں کر کوئی مسلمان ذکر ولادت کو مشابہ بہ کفار کہہ سکتا ہے۔(۲۱۹)

چوں کہ اتنی عبارت سے سائل و مجیب کا مطلب حل نہ ہوسکتا تھا، اس لیے مزید توضیح کی ضرورت لاحق ہوئی چناں چہ اضافہ کیا گیا:

نفس ولادت کے وقوع کا یقین رکھ کر وہ برتاؤ کرے جو واقعی ولادت کی گذشتہ ساعت میں کرنا ضروری تھا۔انتہی (۲۲۰)

دیکھو مسلمانوں یہ وہ ارشاد ہے کہ آج تک کسی مسلمان کے خیال میں بھی نہ گزرا ہوگا۔کون کہتا ہے کہ وہ وقت کہ جس میں حقیقتاً ولادت باسعادت ہوئی تھی یہی وہ وقت ہے جس وقت ذکر ولادت پڑھا جاتا ہے تو حقیقتاً حضور اُس وقت پیدا ہی ہوتے ہیں جس کے لیے یہ تعظیم عمل میں لائی جاتی ہے۔مطلب یوں ہے حصول نعمت پر خوشی کرنا اُس دن اور وقت کی تعظیم کرنا سنت ہے اور یہ تذکرۂ ولادت اُس وقت کی یاد دلانے والا ہے تو نعمت ولادت باسعادت پر خوشی کرنا کیوں مرغوب قلوب و محبوب اہل ایمان و افضل ترین مندوبات نہ ہوگا۔عید کو عید اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ وہ فرحت و سرور اُسی دن پر بار بار لوٹ کر آتا ہے۔دیکھو تفسیر روح البیان و تفسیر کبیر وغیرہ۔

مفسرین کرام آیت: قال عيسىٰ بن مريم اللهم ربنا أنزل علينا مائدة من السماء تكون لنا عيدا لاولنا و آخرنا و آية منك (۲۲۱) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

حضرت عیسیٰ نے پروردگار سے دعا کی ہمارے اوپر نعمتِ مائدہ اُتارتا کہ ہم اور ہمارے متبعین حاضرین و غائبین بہ برکت نزول اُس نعمت کے اُس دن کو عید مقرر کرلیں، ہر سال جب وہ دن آئے فرحت و سرور کیا کریں۔(۲۲۲)

یہ قیام تعظیم نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوشی ولادت میں عطائے نعمتِ ولادت پر کیا جاتا ہے جو

۲۱۹۔المہند علی المفند: ۲۲ویں سوال کا جواب، ص ۷۸۔

۲۲۰۔مرجع سابق: ص ۷۹۔

۲۲۱۔ المائدة: ۱۱۴۔ترجمہ: عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ، اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے اور ہمارے اگلے پچھلوں کے لیے عید ہو اور تیری طرف ایک نشانی (معجزہ)۔

۲۲۲۔روح البیان: ج ۲/ص ۴۶۳۔

عرصۂ دراز سے علما وصلحا وخیارِ امتِ مرحومہ میں مروج ہے اور قواعدِ شریعت سے ہر گونہ مطابقت رکھتا ہے اور جس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں اور جس کو علمائے دیو بند بھی جائز تصور فرماتے ہیں۔ محفل ذکر پاک یا واقعہ ولادت پر قیام اُس طریقے سے ہو جیسا کہ رسالہ تصدیقات معروف بہ مہند سے مفہوم ہوتا ہے کہ روایات موضوع وغلط نہ ہوں، عبادات واجبہ میں کوئی خلل نہ پڑے، صحابہ کرام وتابعین کے طریقوں کی معارض ومضاد نہ ہو، اس کی فرضیت و وجوب وسنیت کا اعتقاد نہ ہو، مجلس منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو، اختلاط مرد وعورات کا نہ ہو، نیت صدق واخلاص کی ہو، عقیدے کے ساتھ ذکر کیا جائے تو اُس کے جواز بلکہ باعثِ رحمت وبرکت ہونے میں کلام نہیں۔ پس جو شخص اخلاص کے ساتھ عقیدے وصدقِ نیت سے صحیح واقعاتِ ولادت کو بیان کر کر اس ذکر ولادت سننے سے اُس وقت کی یاد کر کر اظہار فرحت وسرور کے لیے ادائے شکریے کے لیے عطائے نعمت پر اس امر مہتم بالشان پر قیام کرے اور بیان ذکر حضور کو اس طریقۂ مخصوصہ پر واجب و فرض وسنت کچھ اعتقاد نہ کرے، بلکہ محبت وتعظیم حضور ﷺ اُس کو اس طریق تعظیم کی بجا آوری پر برانگیختہ کرے اور وہ شوق ومحبت میں قیام کرے، یہ نہ سمجھے کہ یقینی طور پر اس وقت حضور ﷺ اس مجلس مبارک میں تشریف فرما ہیں اُس کے لیے مَیں یہ قیام کرتا ہوں، بلکہ تصور وتخیل وتمثل کرے تو اُن کے علم میں بھی کوئی مسلمان اس کے ناجائز وبدعت ہونے کا حکم نہیں دے سکتا۔

اے متبعین اپنے متبوعین کے اقوال وعبارات وطرز بیان کو دیکھو اور اُن کے فتاووں پر نظر کرو اور اُن امور میں کہ شریعت سے ہر طور پر جن کا جواز ثابت ہوتا ہو، اقوال ائمہ جن کی تصحیح وتحسین فرماتے ہوں، اختلاف نہ ڈالو۔ آئندہ تمہارا کام جانے اور تم جانو۔

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو　　اب آگے چاہے تم مانو نہ مانو

وما علینا الا البلاغ

کتبہ
عبدہ الضعیف حسین احمد عفا عنہ الصمد

تصدیقات علمائے کرام

رسالہ کتاب القیام ماشاءاللہ بہت نافع، خدمت وحمایت، عظمت وعزت حضور سید المرسلین پر شامل ہے۔بارك اللّٰه المولٰی لمصنفه فی الدنیا والدین۔

(حضرت مولوی) عبد القدیر عاشق الرسول، مدرسہ قادریہ

(مولانا مولوی) محبّ احمد

(مولانا مولوی) حافظ بخش، صدر مدرس مدرسہ محمدیہ

(مولانا مولوی) احمد الدین، صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم

(مولانا مولوی) فضل احمد (قادری بدایونی)

(مولوی) قدیر بخش، مدرس شمس العلوم

(مولوی) واحد حسین

عبد الواحد، مولوی فاضل فیض آباد

(مولوی) حافظ عبد المجید، مدرس مدرسہ مظہر حق ٹانڈا

(مولوی) محمد محفوظ الحق علمی

☆☆☆

مصادر ومراجع

[۱]احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام: تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی (المتوفی: ۱۳۱۹ھ) تاج الفحول اکیڈمی بدایوں، ۲۰۱۲ء۔

[۲]احیاء علوم الدین: امام ابوحامد محمد غزالی (المتوفی: ۵۰۵ھ) مطبع مجتبائی میرٹھ۔

[۳]الاذکار: امام محی الدین ابی زکریا یحیی بن شرف النووی (المتوفی ۶۷۶ھ) مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر

[۴]ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: علامہ احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی (المتوفی: ۹۲۳ھ) مطبوعہ مصر

[۵]اشعة اللمعات: شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی: ۱۰۵۲ھ) مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۲۹۰ھ۔

[۶]انتباہ الاذکیا فی حیاۃ الانبیا: امام جلال الدین سیوطی (المتوفی: ۹۱۱ھ) مطبع محمدی لاہور۔

[۷]تذکرۃ الموتی والقبور: قاضی ثناءاللہ پانی پتی (المتوفی: ۱۲۲۵ھ) مطبع محمدی لاہور، غیر مؤرخ۔

[۸]تفسیر احمدی: ملا احمد جیون (المتوفی: ۱۱۳۰ھ) مطبع حسنی (مقام وسنہ درج نہیں)

[۹]تفسیر بیضاوی: عبداللہ البیضاوی (المتوفی: ۶۴۱ھ/ ۶۸۵ھ) دار الفکر بیروت۔

[۱۰]تفسیر فتح العزیز (تفسیر عزیزی): شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (المتوفی: ۱۲۳۹ھ) مطبع مجتبائی دہلی۔

[۱۱]تنویر الحلك فی جواز رویة النبی والملك: امام جلال الدین السیوطی (المتوفی: ۹۱۱ھ) مطبعہ السعادۃ مصر، ۱۳۲۸ھ۔

[۱۲]جامع ترمذی: امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (المتوفی: ۲۷۹ھ)

[۱۳]جذب القلوب الی دیار المحبوب: شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی: ۱۰۵۲ھ) مطبوعہ کلکتہ، ۱۲۵۹ھ

[۱۴]الجوھر المنظم فی زیارة قبر النبی المکرم: حافظ ابن حجر مکی (المتوفی: ۹۷۳ھ) دار جوامع الکلم قاہرہ، ۱۹۹۲ء۔

[۱۵]حاشیہ صحیح بخاری: مولانا احمد علی سہارنپوری (المتوفی: ۱۲۹۷ھ) مجلس البرکات مبارکپور اعظم گڑھ۔

[۱۶]الحاوی للفتاویٰ: امام جلال الدین سیوطی (المتوفی: ۹۱۱ھ) دار الفکر للطباعۃ، بیروت، ۲۰۰۴ء۔

[۱۷]حجة الله البالغة: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفی: ۱۱۷۶ھ) مطبع صدیقی بریلی۔

[۱۸]الحصن الحصین: محمد بن محمد جزری (المتوفی: ۸۳۳ھ) مطبع مجتبائی دہلی۔

[۱۹]الدرالمختارعلی تنویر الابصار: علاؤالدین حصکفی (المتوفی:۱۰۸۸ھ) مکتبہ زکریا دیوبند۔
[۲۰]ردالمحتار علی الدر المختار: محمد بن امین ابن عابدین شامی (المتوفی:۱۳۰۶ھ) دارالطباعۃ المصریۃ قاہرہ،۱۲۷۲ھ۔
[۲۱]روح البیان: شیخ اسماعیل حقی (المتوفی ۱۱۳۷ھ) المکتب الاسلامیۃ، استنبول،۱۳۳۰ھ۔
[۲۲]زادالآخرۃ: مولیٰ بخش صدیقی بہاری، مطبع رزاقی کانپور۱۳۲۲ھ۔
[۲۳]زھر الربیٰ علی المجتبیٰ شرح سنن نسائی: امام جلال الدین سیوطی (المتوفی:۹۱۱ھ) مکتب المطبوعات، حلب شام،۱۹۸۶ء۔
[۲۴]سنن ابن ماجہ: امام محمد بن یزید ابن ماجہ (المتوفی:۲۷۳ھ)
[۲۵]۔سنن ابی داؤد: ابوداؤد سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی (المتوفی:۲۷۵ھ)
[۲۶]سنن نسائی: امام احمد بن شعیب بن علی ابن سنان نسائی (المتوفی:۳۰۳ھ)
[۲۷]سیرت شامیہ: (سبل الہدیٰ والرشاد) محمد بن یوسف الصالحی الشامی (المتوفی:۹۴۲ھ) المجلس الاعلیٰ لشؤن الاسلامیۃ، قاھرۃ،۱۹۹۷ء، تحقیق: ڈاکٹر مصطفیٰ عبدالواحد۔
[۲۸]شرح سفرالسعادۃ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی:۱۰۵۲ھ) افضل المطابع کلکتہ،۱۲۵۲ھ۔
[۲۹]شرح الشفا: علی بن سلطان محمد القاری (المتوفی:۱۰۱۴ھ) المطبعۃ العثمانیۃ آستانہ،۱۳۱۹ھ۔
[۳۰]شرح صحیح مسلم: یحییٰ بن شرف نووی (المتوفی ۶۷۶ھ) رضا اکیڈمی ممبئی۔
[۳۱]شرح العقائد النسفیۃ: علامہ سعدالدین تفتازانی (المتوفی:۷۹۱ھ) مطبع ہندو پریس دہلی۔
[۳۲]شرح المقاصد: سعدالدین تفتازانی (المتوفی:۷۹۱ھ) مطبع محرم آفندی، ترکی،۱۳۰۵ھ۔
[۳۳]شرح المواھب اللدنیۃ: محمد بن عبدالباقی الزرقانی (المتوفی:۱۱۲۲ھ) دار الکتب العلمیۃ بیروت،۱۹۹۶ء
[۳۴] الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، قاضی عیاض اندلسی (المتوفی:۵۴۴ھ) مطبوعہ پوربندر گجرات۔
[۳۵]صحیح بخاری: محمد بن اسماعیل بخاری (المتوفی:۲۵۶ھ)
[۳۶]صحیح مسلم: امام مسلم بن الحجاج القشیری (المتوفی:۲۶۱ھ)
[۳۷]صراط مستقیم (مترجم): شاہ اسماعیل دہلوی (المتوفی:۱۲۴۶ھ) کتب خانہ اشرفیہ دیوبند، غیر مؤرخ۔

[۳۸]عمل الیوم و اللیلة:احمد بن محمد ابن السنی (المتوفی:۳۶۴ھ)
[۳۹]غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر :احمد بن محمد الحموی المصری (المتوفی:۱۰۹۸ھ) زکریا بک ڈپو دیوبند۔
[۴۰]غنیة الطالبین: شیخ ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی (المتوفی:۵۶۱ھ) مطبع موسوعات، مصر ۱۳۲۲ھ۔
[۴۱] فتاویٰ عالگیری: دارالفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ۔
[۴۲] فتح الباری: حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفی:۸۵۲ھ) مطبع بیت الافکار الدولیة اردن، ۲۰۰۰ء۔
[۴۳] فتح القدیر: کمال الدین ابن الہمام (المتوفی:۶۸۱ھ) پوربندر گجرات، ۲۰۰۴، تحقیق عبدالرزاق غالب المہدی۔
[۴۴]فتح المبین شرح الاربعین:علامہ احمد بن حجر الہیتمی (المتوفی:۹۷۳ھ) مطبع احمد الحلبی قاہرہ، ۱۳۰۷ھ۔
[۴۵] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر:عبد الرؤف بن تاج العارفین المناوی (المتوفی:۱۰۳۱ھ) دار المعرفہ بیروت، ۱۹۷۲ء۔
[۴۶] فیوض الحرمین: شاہ ولی اللہ دہلوی (المتوفی:۱۱۷۶ھ) کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، یوپی، غیر مؤرخ۔
[۴۷] کشف الغمة عن جمیع الامة:امام عبدالوہاب شعرانی (المتوفی:۹۷۳ھ) مطبع عثمانیہ قاہرہ، ۱۳۰۳ھ
[۴۸] کمالات عزیزی: نواب مبارک علی خاں میرٹھی، مطبع ضیائی میرٹھ۔ ۱۲۸۹ھ۔
[۴۹] مأة المسائل: شاہ اسحاق دہلوی (المتوفی:۱۲۶۲ھ) مطبع سید الاخبار دہلی، ۱۲۶۴ھ۔
[۵۰] مجمع الزوائد: ابوالحسن نورالدین علی بن ابوبکر بن سلیمان الہیثمی (۸۰۷ھ)، دار الریان للتراث، قاہرہ، ۱۴۰۷ھ۔
[۵۱] مدارج النبوة: شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی:۱۰۵۲ھ) مطبع نول کشور کانپور، ۱۸۹۴ء۔
[۵۲]مدارک التنزیل:عبداللہ بن احمد محمود النسفی (المتوفی:۷۱۰ھ) مطبع اصح المطابع ممبئی۔
[۵۳]مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح :علی بن سلطان محمد القاری (المتوفی:۱۰۱۴ھ) فیصل پبلی کیشنز دیوبند۔ غیر مؤرخ۔
[۵۴]المستدرك علی الصحیحین :محمد بن عبداللہ حاکم نیساپوری (المتوفی:۴۰۵) دارالحرمین للطباعة قاہرہ، ۱۹۹۷ء۔
[۵۵] مسلم الثبوت: ملا محب اللہ بہاری (المتوفی:۱۱۱۹ھ) مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۱ھ۔

[۵٦]المسند :احمد بن علی تمیمی ابویعلی موصلی (المتوفی:۳۰۷ھ)دار المامون للتراث،دمشق ۱۹۸۴ء۔
[۵۷]مسند احمد بن حنبل :امام احمد بن حنبل (المتوفی:۲۴۱ھ)
[۵۸]مشکوٰۃ المصابیح :محمد بن عبداللہ الخطیب (المتوفی:۷۴۳ھ)مطبع مجتبائی دہلی۔
[۵۹]مصنف:ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ(المتوفی:۲۳۵ھ)مکتبۃ الرشید،ریاض،۱۴۰۹ھ۔
[٦۰]مظاہر الحق:مولانا قطب الدین دہلوی (المتوفی:۱۲۷۹ھ)مطبع مجیدی کانپور۔
[٦۱]المعجم الکبیر:ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (المتوفی:٣٦۰ھ)دار الفکر بیروت،۱۴۱۱ھ۔
[٦۲]معرفة السنن و الآثار:ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (المتوفی:۴۵۸ھ)دار الوفا للطباعۃ ،قاہرہ،۱۹۹۱ء
[٦۳]المنقذ من الضلال:امام ابوحامد غزالی (المتوفی:۵۰۵ھ) المطبعة الاعلامية، قاہرہ ۱۳۰۳ھ۔
[٦۴] المواهب اللدنية بالمنح المحمدية:شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی (المتوفی:۹۲۳ھ) پور بندر گجرات،۱۴۲۱ھ،تحقیق صالح احمد شامی۔
[٦۵]مولد النبی:جعفر بن حسن بن عبدالکریم البرزنجی (المتوفی:۱۱۸۳ھ)المطبعة الميمنية قاہرہ،۱۳۱۷ھ
[٦٦]المهند على المفند:خلیل احمد انبیٹھوی (المتوفی:۱۳۴٦ھ)دار الکتاب والسنۃ، پاکستان،غیر مؤرخ،تحقیق وترتیب:پروفیسر سید طالب الرحمٰن شاہ۔
[٦۷]میزان شریعة الکبری:امام عبدالوہاب بن احمد الشعرانی (المتوفی ۹۷۳ھ)دار الکتب العلمیۃ بیروت،۱۹۹۸ء
[٦۸]نسیم الریاض:علامہ شہاب الدین احمد الخفاجی المصری (المتوفی ۱۰٦۹ھ)پور بندر،گجرات۔
[٦۹]نفحات الانس:علامہ عبدالرحمٰن جامی (المتوفی:۸۹۸ھ)مطبع نول کشور،کانپور ۱۸۷۴ء۔
[۷۰] وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ :نورالدین علی بن احمد السمہودی (المتوفی:۹۱۱ھ)دار احیاء التراث العربی،۱۹۸۴ء۔
[۷۱]ہدایہ:ابوالحسن علی بن ابی بکر (المتوفی:۵۹۳ھ)مطبع مجتبائی دہلی۔

☆☆☆